ڈاکٹر عبادت بریلوی

لندن کی ڈائری

ادارۂ ادب و تنقید ○ لاہور

ڈاکٹر عبادت بریلوی

لندن کی ڈائری

ادارۂ ادب و تنقید ○ لاہور

تصنیف : لندن کی ڈائری
مُصنّف : پروفیسر ڈاکٹر عبادت بریلوی
ناشر : فرحان عبادت، ڈپٹی ڈائریکٹر
ادارۂ ادب وتنقید، لاہور
سرورق : سید انور حسین شاہ نفیس رقم، لاہور
کتابت : سید محمّد ابراھیم خوش نویس، لاہور
مطبع : ندیم یونس پرنٹرز، لاہور
جلد سازی : مدنی بک بائینڈنگ ہاؤس، لاہور
تاریخِ اشاعت : جنوری ۱۹۹۲ء
تعاون : اکیڈمی ادبیات پاکستان، اسلام آباد
قیمت : ڈیڑھ سو روپے

اِنتساب

★

اسکول آف اورینٹل اینڈ افریکن اسٹڈیز

یونیورسٹی آف لندن

کے

اساتذہ اور طلبا و طالبات

کے نام

عبادت بریلوی

پیش لفظ

میں نے اسکول آف اورینٹل اینڈ افریکن اسٹڈیز لندن یونیورسٹی میں بہ حیثیت اُستاد زندگی کے چھ سات سال گذارے۔

جس دن سے میں وہاں گیا، میں نے روزانہ کے حالات ڈائری کی صورت میں تحریر کئے، اور اب اس ڈائری کا ایک حصّہ، جو بہ ذات خود مکمل ہے، اشاعت کے لئے پیش کیا جا رہا ہے۔

اس میں قیامِ لندن کی تفصیل ہے" جو دلچسپ بھی ہے، اور مفید بھی!

عبادت بریلوی

لاہور

۷ر جنوری ۱۹۹۲ء

۳۰ ستمبر ۱۹۶۲ء

آج ۳۰ ستمبر کو پی آئی اے کے جٹ طیارے سے لندن پہنچا۔ یہ طیارہ پاکستان کے وقت کے مطابق صبح نو بجے کراچی سے چلا تھا۔ راستے میں تہران، بیروت اور روم میں ٹھہرتا ہوا انگلستان کے وقت کے مطابق سوا چھ بجے لندن کے ہوائی اڈے پر پہنچ گیا۔ پاکستان میں اس وقت سوا دس بجے ہوں گے۔

لندن کے ہوائی اڈے پر خاموشی تھی۔ کوئی ہنگامہ نہیں تھا۔ یہاں سب سے پہلے مسافروں کے ہیلتھ سرٹفکیٹ دیکھے گئے۔ اِس کام میں پانچ سات منٹ صرف ہوئے۔ اس کے بعد ایک دوسرے کاؤنٹر پر پاسپورٹ دیکھے گئے۔ ان لوگوں نے بھی تمام مسافروں کو چند منٹ میں فارغ کر دیا۔ اب کسٹم کا مرحلہ طے کرنا تھا۔ میں ہندوستان اور پاکستان میں کسٹم کی منزلیں طے کر چکا تھا۔ خیال تھا یہاں بھی کچھ ویسی ہی کیفیت ہوگی۔ بلکہ اُس سے بھی کچھ زیادہ —— لیکن میری حیرت کی انتہا نہیں رہی جب مجھ سے کسٹم کے ایک شخص نے صرف یہ دریافت کیا کہ "آپ یہاں کتنا عرصے قیام کریں گے اور آپ کا کام کیا ہو گا؟"۔ میں نے جواب دیا کہ "میں تین سال رہوں گا اور لندن یونیورسٹی کے اسکول آف اورینٹل اینڈ افریقن اسٹڈیز میں سمندر پار کے پروفیسر کی حیثیت سے، پاکستان کی قومی زبان اُردو پڑھاؤں

گا اور برٹش میوزیم اور انڈیا آفس میں اُردو زبان اور ادب سے متعلق جو مخطوطات ہیں، اُن پر تحقیقی کام کروں گا۔ یہ سُن کر اُس نے میرے سامان پر نشان لگا دیئے اور کہنے لگا "شکریہ" ! آپ جا سکتے ہیں"؟ میں نے ایک پورٹر کی طرف اشارہ کیا۔ اُس نے سامان اپنی چھوٹی سی ٹرالی پر رکھا اور باہر جا کر بس میں رکھ دیا۔

باہر پھاٹک پر احمد نعیم ملک موجود تھے اور بڑے شوق سے میرا انتظار کر رہے تھے۔ میں باہر نکلا تو لپٹ گئے۔ یہ سات سال سے لندن میں ہیں۔ معاشیات میں بی ایس سی کیا ہے اور اب ام۔ ایس۔ سی کی تیاری میں مصروف ہیں۔ ہم باتیں کرتے ہوئے چند منٹ آگے بڑھے تھے کہ پیچھے سے ایک شخص نے میرے شانے پر ہاتھ رکھا اور ایک زوردار قہقہہ لگایا۔ رالف رسل تھے جو لندن یونیورسٹی میں اُردو کے اُستاد ہیں اور جنہوں نے مجھے یہاں لندن کھینچ بُلایا ہے۔

ہم لوگ فوراً آپس میں بیٹھ گئے اور لندن کے خوبصورت شہر کا نظارہ کرتے ہوئے وکٹوریا ٹرمینل پہنچے ۔۔۔ یہاں ہمارا سامان بس سے اتارا گیا۔ رسل اور نعیم نے اُٹھا کر باہر سڑک پر رکھا اور ٹیکسی کا انتظار کرنے لگے۔ چند منٹ میں ایک ٹیکسی مل گئی۔ اُس میں سامان رکھا اور ویورلی ہوٹل Waverley Hotel پہنچے۔ یہاں اسکول آف اورینٹل اسٹڈیز کے اسسٹنٹ سیکرٹری-Mr. Gate House نے میرے قیام کا انتظام کر دیا تھا۔ کاؤنٹر پر دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ میرے قیام کا انتظام ۱۳۴ نمبر کمرے میں ہے ۔ بے چارے رسل اور نعیم نے پھر بھاری بھاری سامان اٹھایا اور ہم کمرے میں پہنچے۔

میں نے ان لوگوں کو پاکستان کی مٹھائی اور نمکین کھلائی۔ رسل کو اُن کی کتابیں (۱) گنجینہ (۲) فلورا فلورنڈا اور (۳) معصومہ دیں اور نعیم کو اُن کی بیوی میرین کے لئے پرس اور چوڑیوں کا وہ تحفہ دیا جو فہمیدہ نے چلتے وقت لاہور میں دیا تھا ۔۔۔ رات کے گیارہ بجے تک ہم لوگ باتیں کرتے رہے ۔۔۔ گیارہ بجے کے بعد جب

جب یہ لوگ ہوٹل سے رخصت ہو گئے تو میں نے سامان وغیرہ درست کیا اور پھر میں بستر میں لیٹ گیا۔ تھک گیا تھا۔ لیکن کچھ دیر نیند نہیں آئی۔ گھر کی یاد ستاتی رہی۔ بالآخر میں پڑھتے پڑھتے اور سوچتے سوچتے سو گیا ـــ صبح چار بجے آنکھ کھلی ـــ فوراً یہ خیال آیا کہ لاہور میں اس وقت آٹھ بجے ہوں گے۔ فہمیدہ سو کر اٹھی ہوں گی۔ بچے کا دودھ بن رہا ہو گا۔ سب لوگ ناشتے کی تیاری کر رہے ہوں گے۔ اماں چُپ چاپ بیٹھی ہوں گی۔ والد صاحب باہر جانے کی تیاری کر رہے ہوں گے ـــ یہ سوچ کر میری آنکھوں میں ستارے سے جھلملانے لگے۔

یکم اکتوبر ۱۹۶۲ء

سات بجے کے قریب بستر سے باہر نکلا۔ شیو کیا۔ نہایا دھویا، اور ناشتہ کرنے کے لئے کھانے کے کمرے میں چلا گیا۔ بیرے کو تاکید کی کہ میں مسلمان ہوں۔ پاکستان سے آیا ہوں۔ میں ناشتے میں صرف اُبلا ہوا انڈہ، کارن فلیکس اور توس مکھن کھاؤں گا۔ تھوڑی دیر میں وہ کارن فلیکس، انڈے مکھن اور توس لے آیا۔ ناشتہ کیا اور پھر اُٹھ کر چند منٹ کے لئے ہوٹل سے باہر چلا گیا۔ لیکن جلد ہی واپس آ گیا، اس خیال سے کہ کہیں نعیم میری عدم موجودگی میں نہ آ جائیں ـــ چند منٹ ہی میں وہ آ گئے ـــ اور اُن کے ساتھ میں یونیورسٹی روانہ ہوا۔

اسکول آف اورینٹل اسٹڈیز میں سب سے پہلے مسٹر گیٹ ہاؤس سے مُلاقات ہوئی یہ صاحب اسکول کے اسسٹنٹ سکریٹری ہیں۔ میں نے انہیں بتایا کہ میں کل شام کو لندن پہنچ گیا تھا اور ان سے پوچھا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیئے؟ کہنے لگے "بس ٹھیک ہے۔ بہت اچھا ہوا۔ کچھ کرنے کی ضرورت نہیں۔ اسکول کے سکریٹری کرنل موائز بارٹلیٹ Moyse - Bartlett سے مل لیجئے"۔ پھر کچھ دیر رُک کر بولے "یہ کام بھی ایسا کچھ ضروری نہیں۔ اسکول کی اکاؤنٹنٹ مس شیلا اسمتھ سے مل لیجئے۔ وہ آپ سے چند باتیں دریافت کریں گی۔ کل آپ کا چیک بھی بن جائے گا۔ آپ کو لندن میں ظاہر ہے کہ پونڈ کی ضرورت ہو گی۔ اس

لیئے کل چیک بہرصورت مل جانا چاہیئے"۔ اس گفتگو میں پانچ منٹ سے زیادہ نہیں لگے۔

میں وہاں سے رخصت ہوکر اکاؤنٹنٹ مس شیلا اسمتھ کے پاس پہنچا یہ خاتون بھی بڑی شرافت سے ملیں کہنے لگیں" آپ اپنا نام اور تاریخ پیدائش مجھے لکھوا دیجئے۔ کل آپ کا چیک مل جائے گا"۔ یہاں سے تین چار منٹ سے زیادہ صرف نہیں ہوئے۔

وہاں سے رخصت ہوکر اب میں نے یہ سوچا کہ پاکستان ہائی کمیشن میں چلنا چاہیئے۔ چنانچہ بس میں بیٹھ کر Knights Bridge پہنچے اور وہاں سے ہم لوگ لاؤنڈز اسکوائر Lownd s Square کی طرف پیدل چل دیئے۔ ایجوکیشنل اتیشے خالق صاحب کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ انہوں نے اندر بلالیا۔ بڑے تپاک سے ملے۔ کہنے لگے "میں تو کب سے انتظار کر رہا تھا۔ آپ اتنی تاخیر سے کیوں آئے؟ میں نے کہا "ضروری کاموں میں تاخیر ہوگئی"۔ دریافت کیا "کہاں ٹھہرے ہیں؟" میں نے کہا "ویورلی ہوٹل میں"۔ کہنے لگے ہوٹل تو بہت گراں ہوگا۔ میں نے کہا "گراں تو ہے لیکن چونکہ اسکول کی طرف سے کمرہ محفوظ کرادیا گیا تھا اس لیئے میں نے چند روز وہاں ٹھہرنا مناسب سمجھا۔ اب آپ مجھے پاکستان ہاؤس میں کمرہ دے دیں گے تو یہاں چلا آؤں گا"۔ کہنے لگے "کمرہ تو آپ کے لیئے موجود ہے۔ آپ کرنل افضل خاں صاحب (وارڈن) سے مل لیجیئے اور وہاں منتقل ہوجائیے۔ پاکستان ہاؤس پہنچا تو کرنل صاحب اس وقت وہاں موجود نہیں تھے۔ نعیم نے کہا کہ "جب تک وہ آئیں ہم لوگ یہیں کھانا کھالیں۔ یہاں کھانا اچھا ہوتا ہے"۔ چنانچہ ہم لوگوں نے کھانا کھایا اور اوپر جاکر لاؤنج LOWNGE میں بیٹھے رہے۔ میں نے وہیں بیٹھ کر چند خطوط لکھے۔ نیچے اترے تو کرنل صاحب اپنے دفتر میں بیٹھے ہوئے تھے۔ بہت تپاک سے ملے۔ کہنے لگے۔ "آپ کہاں تھے"؟ بہت دیر میں آئے۔ آپ سے ملنے کا

اشتیاق تھا میرا تعلق بھی بریلی سے ہے۔ اب آپ کب یہاں آ رہے ہیں۔ کمرہ آپ کے لئے محفوظ ہے"۔ میں نے شکریہ ادا کیا اور کہا کہ "بدھ یا جمعرات کو آپ کے پاس آ جاؤں گا"۔ بدھ کو لندن میں ریلوں اور بسوں کی اسٹرائک ہونے والی ہے۔ اگر میں یہاں آ گیا تو ۳ راکتوبر کو اسکول نہ پہنچ سکوں گا۔ کیونکہ سواری نہیں ملے گی"۔ کرنل صاحب نے اتفاق کیا اور کہا کہ "اچھا، بدھ یا جمعرات کو آپ کا انتظار رہے گا"۔

اس مرحلے کو کامیابی کے ساتھ طے کر کے ہم لوگ بی بی سی گئے۔ وہاں چائے پی۔ سلمان شاہد مل گئے اُن سے باتیں ہوتی رہیں۔ عباس احمد عباسی، خالد حسن قادری اور اطہر علی سے بھی ملاقات ہوئی۔ دیر تک ہم لوگ کافی پیتے اور باتیں کرتے رہے۔

چھ بجے کے قریب وہاں سے رخصت ہوئے۔ نعیم تو رخصت ہو کر اپنے گھر کی طرف چل دیئے اور میں ہوٹل میں واپس آ گیا۔ دن بھر کی مسافت کی وجہ سے تھک گیا تھا۔ اس لئے لیٹ گیا اور پڑھنا شروع کر دیا۔ رات کو ۹ بجے کے قریب مجھے نیند آ گئی۔

۲ راکتوبر ۱۹۶۲ء

صبح کو چار بجے آنکھ کھلی۔ منہ ہاتھ دھو کر لکھنے پڑھنے بیٹھ گیا۔ گھر کی یاد آتی رہی۔ گھڑی دیکھتا رہا اور یہ خیال آتا رہا کہ گھر پر کیا کیا کچھ ہو رہا ہو گا۔ جس وقت یہاں لندن میں چار اور چھ بجتے ہیں وہاں لاہور میں آٹھ اور دس کا وقت ہوتا ہے۔ اُس وقت سب لوگ ناشتہ کر کے اور باہر جانے کی تیاری کر رہے ہوں گے۔ تنہائی میں بیٹھتا ہوں تو یہ سارا نقشہ آنکھوں کے سامنے آ جاتا ہے۔

چھ بجے کے قریب میں نے اپنے شاگرد محمود علی قریشی کے بھائی وحید علی قریشی کو فون کیا اور ان سے کہا کہ کوئی مکان دلا دیجیے۔ انہوں نے وعدہ کیا کہ کوشش کریں گے۔ اُن کے کسی دوست کے پاس مکان موجود ہے۔ شاید

اُن سے مل جائیے۔ شام کو آٹھ بجے کے قریب انہوں نے ہوٹل میں فون کرنے کا وعدہ کیا۔

اِس کے بعد میں نے فہمیدہ کو ایک مفصل خط لکھ کر دل کے بوجھ کو ہلکا کیا۔ جب گھر کی یاد آتی ہے تو خط لکھ کر دل کے بوجھ کو ہلکا کر لیتا ہوں، اور اس طرح خاصا سکون مل جاتا ہے۔

نو بجے ناشتہ کرنے نیچے گیا۔ آج اس ہوٹل کی قلعی کھُل گئی۔ میں ناشتے میں سب سے پہلے کارن فلیکس کھاتا ہوں۔ آج جو میں نے بیرے سے کہا تو وہ تھوڑی دیر کے بعد آیا اور کہنے لگا کارن فلیکس تو ختم ہو گئے۔ ان کی جگہ کوئی اور چیز لے لیجئے۔ میں نے کہا جو کچھ بھی تمہارے پاس ہو لے آؤ۔ چنانچہ وہ گیا اور بھُنے ہوئے گیہوں لے آیا۔ دودھ بھی میز پر موجود نہیں تھا۔ میں نے گرم دودھ بھی کہہ کر منگوایا۔ اُس کے بعد انڈے اور توس کھائے۔ آخر میں چائے پی۔ لیکن چائے نہایت بدمزہ تھی۔ ساڑھے نو بجے اوپر اپنے کمرے میں واپس آ گیا۔

دس بجے کے قریب احمد نعیم ملک آ گئے۔ انہوں نے اسکول آف اورینٹل اسٹڈیز کی اکاؤنٹنٹ مس شیلا اسمتھ Miss Shilah Simth کو میری طرف سے فون کیا اور یہ دریافت کیا کہ ڈاکٹر عبادت بریلوی کا چیک تیار ہے؟ انہوں نے جواب دیا "پندرہ منٹ کے بعد آجائیے۔ چیک تیار رکھا ہے"۔ چنانچہ ہم لوگ ہوٹل سے اسکول گئے۔ مس اسمتھ نے مجھے ایک سو اڑتالیس پونڈ پانچ شلنگ چھ پنس کا چیک دے دیا۔ اور کہا کہ "یہ لاہور سے لندن تک کے کرائے کا چیک ہے۔ اب آپ لندن میں کسی قدر اطمینان سے رہ سکیں گے۔ تنخواہ آپ کی ہر مہینے ملتی رہے گی۔ اس چیک کے ساتھ جو خط ہے اس کو لے کر آپ ویسٹ منسٹر بنک کی مورگیٹ برانچ میں چلے جائیے۔ وہ لوگ آپ کا حساب کھول لیں گے اور آپ کو چیک بُک دے دیں گے"۔

چیک لے کر ہم لوگ اسکول سے مورگیٹ کی طرف روانہ ہوئے۔ اب کے یہ سوچا کہ ٹیوب میں سفر کرنا چاہیئے۔ چنانچہ قریب کے ٹیوب اسٹیشن سے اس میں سوار ہوئے اور دس منٹ میں مورگیٹ پہنچ گئے۔ بینک کے ایک اہل کار نے چند منٹ میں میرا حساب کھول دیا، وہ چیک جمع کر لیا اور چیک بُک مجھے دے دی۔ میں نے چالیس پونڈ نکلوا بھی لئے۔ اب ذرا اطمینان ہوا۔ کیونکہ اپنی جیب میں پیسے آ گئے۔

بینک سے نکل کر ہم لوگوں نے یہ سوچا کہ اب ذرا سیر کرنی چاہیئے۔ چنانچہ لندن شہر کی طرف چل دیئے ــــ بینک آف انگلینڈ کی شان دار عمارت دیکھی۔ یہ عمارت دور تک پھیلی ہوئی ہے اور اس میں بڑا شکوہ نظر آتا ہے ــ اُس کو دیکھتے ہوئے ہم لوگ سینٹ پال کیتھڈرل میں گئے۔ یہ بہت پرانا گرجا گھر ہے۔ غالباً ۱۶۷۵ء میں تعمیر ہوا تھا۔ انگلستان کے مشہور ماہر تعمیر Sir P.C. Wren. نے اس کا ڈیزائن بنایا تھا۔ یہ گرجا بہت شان دار نظر آتا ہے اور مجموعی طور پر اس میں حُسن کے ساتھ ساتھ شکوہ بھی شامل ہے۔ اس میں کچھ بڑے بڑے لوگوں کی قبریں بھی ہیں۔ ان قبروں پر اُن کے مجسّمے بھی بنا کر لگا دیئے گئے ہیں جن کی وجہ سے ان قبروں کو آسانی کے ساتھ پہچانا جا سکتا ہے۔

سینٹ پال کیتھڈرل سے نکل کر ہم لوگ مختلف سڑکوں پر گھومتے رہے۔ سوہو Soho کا علاقہ دیکھا فلیٹ اسٹریٹ کی سیر کی۔ ٹرافالگرا سکوائر Trafalgar Square کا نظارہ کیا۔ راستے میں تاج محل ریسٹورنٹ میں پاکستانی کھانا بھی کھایا۔ قیمہ اور مٹر اور ساگ گوشت نے بہت لُطف دیا۔ پندرہ شلنگ کے قریب بل آیا۔ دو شلنگ بیرے کو دیئے، اور ہم لوگ وہاں سے نکلے، اور مختلف سڑکوں پر گھومتے رہے ــــ سوہو Soho میں ایک ایسی دوکان بھی دیکھی حلال کا گوشت بکتا ہے اور مسالے وغیرہ بھی مل جاتے ہیں۔ اس دوکان کا نام شیخ برادرز ہے ــ

کئی گھنٹے چلنے کے بعد ہم لوگ تھک چکے تھے۔ اس لئے سوچا کہ کہیں بیٹھ کر چائے پی لی جائے۔ چنانچہ تین بجے کے قریب ہم لوگ لائنز Loyon's میں پہنچے اور وہاں چائے پی۔ چائے بہت اچھی تھی۔ نعیم نے بتایا کہ اس چائے کے پیالے کی قیمت صرف چھ پنس ہے۔ چار بجے کے قریب ہم لوگ اس ریستوران سے باہر نکلے نعیم تو مجھ سے رخصت ہو کر گھر چلے گئے اور میں ہوٹل آ گیا۔ تھک گیا تھا اس لئے کچھ دیر آرام کیا، اور پھر پڑھتا لکھتا رہا۔ کھانے کی خواہش نہیں تھی، اس لئے حلوے کی ایک ٹکیہ کھا کر سو گیا۔ سوا نو بجے کے قریب ٹیلی فون کی گھنٹی بجی۔ وحید علی قریشی نے مکان کے بارے میں فون کیا تھا۔ کہنے لگے یونیورسٹی کے قریب ایک کمرہ ہے۔ وہ جمعہ یعنی ۵ ر اکتوبر کو خالی ہوگا۔ کرایہ چار پونڈ ہے۔ ناشتہ بھی اس میں شامل ہوگا۔ میں نے انہیں جواب دیا کہ سوچ کر بتاؤں گا۔
اِس کے بعد نیند اُڑ گئی۔ کچھ خاصی دیر جاگتا رہا۔ بالآخر نیند آ گئی۔

۳ ر اکتوبر ۱۹۶۲ء

صبح کو چار بجے آنکھ کھلی۔ ہاتھ منہ دھو کر لکھنے کے لئے بیٹھ گیا۔ ڈائری کے چند اوراق لکھے۔ پھر ذرا دیر لیٹ گیا۔ سات بجے کے قریب اُٹھا ضروریات سے فارغ ہوا۔ ۸ بجے کے قریب نعیم کو فون کیا۔ اور اُن سے ریلوے اسٹرائک کی صورتِ حال دریافت کی۔ انہوں نے بتایا کہ اسٹرائک ہے اور بیشتر لوگ آج گھروں ہی پر رہیں گے۔ اس لئے آج اُن سے بھی میری ملاقات نہیں ہو سکے گی۔

ساڑھے آٹھ بجے ناشتے کے لئے نیچے ڈرائینگ روم میں گیا۔ اس وقت وہاں اچھا خاصا مجمع تھا۔ میں بھی ایک میز پر بیٹھ گیا۔ کارن فلیکس، اُبلے ہوئے انڈے اور توس کا ناشتہ کیا اور پھر کافی پی۔ سوا نو بجے کے قریب کمرے میں واپس آیا۔ پان کھایا اور خط لکھنے بیٹھ گیا۔ فہمیدہ کو اُن کے کالج کے پتے پر مفصل خط لکھا۔

دس بجے اسکول کا رُخ کیا۔ سب سے پہلے ڈاک دیکھی۔ اس میں بلفاسٹ
سے آیا ہوا چھوٹے بھائی تسکین کا خط ملا۔ ایک خط میرے شاگرد اللہ بخش
اشرف کا بھی ملا۔ اِن کے علاوہ کئی خط لندن یونیورسٹی سے آئے تھے، جن
میں کچھ ضروری اطلاعات تھیں۔

اس کے بعد میں نے اس بات کی کوشش کی کہ مسٹر کلارک Mr. Clark
سے مل لوں۔ یہ صاحب آج کل اسکول آف اورینٹل اسٹڈیز میں
ہندوستان، پاکستان اور سیلون کے شعبے کے صدر ہیں۔ لیکن اُن کا کمرہ نہ ملا۔
اس لئے ملاقات نہ ہو سکی۔ میں نے تلاش کرنے کی کوشش بھی نہیں کی۔ یہ سوچا
کسی وقت رسل کے ساتھ اُن سے مل لوں گا —— میں لوگوں سے ملنے جُلنے میں
میں بہت کمزور واقع ہوا ہوں۔

اسکول کی اصل عمارت سے نکل کر مجھے یہ خیال آیا کہ ذرا نمبر ۳۳ ووبرن
اسکوائر 38-Woburrn Square پہنچنا چاہیئے۔ یہ جگہ اسکول کی اصل عمارت
سے ملی ہوئی ہے اور اس میں ۸۲ نمبر کمرہ رسل کو اور مجھے ملا ہے۔ چنانچہ میں وہاں
پہنچا کمرہ کھلوایا، اور وہاں بیٹھ کر کئی خط لکھے۔ رسل آج ریلوے اسٹرائک کی وجہ
سے نہیں آئے تھے۔ اس لئے اُن کے نام بھی ایک خط لکھ کر رکھ دیا، اور پھر
مختلف سڑکوں کا جائزہ لینے کے لئے باہر نکلا — ٹاٹنہم کورٹ
Totfenhem Court Road کے کئی چکر لگائے۔ آکسفورڈ سٹریٹ اور
نیو آکسفورڈ اسٹریٹ پر بھی گھومتا رہا۔ ساڑھے تین بجے کے قریب جے بی
لائنس J.B. Lyons کے ریسٹوراں میں گیا اور سینڈوچ کھائیں۔
چائے اور کافی پی، اس کے بعد ہوٹل آیا — تھوڑی دیر بیٹھا۔ لیکن طبیعت
بہت گھبرائی — اس لئے پھر باہر نکل گیا۔ اور N: W، اور N . W.I
کے علاقے کی طرف چل دیئے —— اس علاقے میں بڑی مانوس سی فضا نظر
آئی۔ عورتوں کو سودا خریدتے ہوئے اور چھوٹے بچوں کو سڑکوں پر کھیلتے ہوئے

دیکھا - جی خوش ہوا - خاصی دور تک گیا - واپس لوٹ رہا تھا کہ شکن کے کلاس فیلو ڈاکٹر شاہ مل گئے ۔ وہ ابھی حال ہی میں لندن پہنچے ہیں اور میڈیسن کے کسی ڈپلومہ کا امتحان دے رہے ہیں - انہوں نے بتایا کہ "انہیں ایک کمرہ مل گیا ہے"۔ کرایہ صرف دو ڈھائی پونڈ ہے - میں نے کہا "میرے لئے بھی مکان کی کوشش کرو کیونکہ میں اپنی بیوی کو جلد بلانا چاہتا ہوں - اُن کے بغیر طبیعت گھبراتی ہے اور ہر وقت ایک خلا سا محسوس ہوتا ہے" ۔ انہوں نے وعدہ کیا کہ مجھ سے کسی وقت یونیورسٹی میں ملیں گے اور صورت حال سے مطلع کریں گے ۔

اُن سے رخصت ہو کر میں سیدھا اپنے ہوٹل آیا - تھک کر چور ہو گیا تھا - اس لئے کپڑے بدل کر بستر میں لیٹ گیا اور پڑھتا لکھتا رہا ۔ رات کے ساڑھے نو بجے مجھے نیند آ گئی اور میں سو گیا -

۴ اکتوبر ۱۹۶۲ء

صبح کو چار بجے آنکھ کھلی - لیکن بستر ہی میں لیٹا رہا - لکھنے کی کوشش کی لیکن جی نہیں لگا - سونے کی کوشش کرتا رہا - لیکن نیند نہیں آئی - اسی طرح سات بج گئے -

اس خیال سے کہ آج مجھے اس ہوٹل کو چھوڑ کر پاکستان ہاؤس جانا ہے ، میں نے اپنا بکھرا ہوا سامان سمیٹنا شروع کیا - ہر چیز باندھ کر رکھ دی -

۹ بجے کے قریب نیچے ناشتے کے لئے گیا - آج ویورلی ہوٹل Waverly Hotel کے کھانے کے کمرے میں خاصی رونق تھی - بہت سے لوگ جمع تھے ۔ میں ایک کونے میں بیٹھ گیا - ناشتہ کیا اور اوپر اپنے کمرے میں واپس آ کر احمد نعیم ملک کا انتظار کرنے لگا -

دس بجے کے قریب نعیم کی بیوی ہیرین نے فون کیا اور یہ پوچھا کہ ملک وہاں پہنچ گئے ہیں یا نہیں ؟ میں نے وہ ابھی تک نہیں آئے - میں اُن کا انتظار کر رہا ہوں - وہ کہنے لگیں "میں اُن سے ایک ضروری بات کرنا چاہتی تھی" - میں

نے کہا "وہ آتے ہی ہوں گے"۔ "میں اُن کو آپ کا پیغام پہنچا دوں گا۔ کہنے لگیں "ہفتے کو آپ سے ملاقات ہوگی۔ آپ کھانا ہمارے ساتھ کھائیں گے"۔ میں نے کہا "ضرور حاضر ہوں گا"۔

نعیم گیارہ بجے کے قریب آئے۔ انہوں نے دیر میں پہنچنے کی معذرت کی۔ راستے میں اُن کے کوئی دوست مل گئے تھے۔ اُن کے ساتھ انہیں یونیورسٹی جانا پڑا۔

میں نے اُن سے کہا کہ "آپ پہلے اپنی بیوی کو فون کیجئے۔ پھر یہاں سے رُخصت ہونے کا بندوبست کرتے ہیں"۔ چنانچہ انہوں نے فون پر چند باتیں کیں اس کے بعد ہم لوگ نیچے گئے۔ اور کاؤنٹر پر بل مانگا۔ ایک لڑکی نے دو تین منٹ کے اندر بل بنا کر دے دیا۔ چار روز کا بل دس پونڈ سے کچھ زیادہ ہوا۔ رقم دے دی اور اس سے کہا کہ "کسی پورٹر سے ہمارا سامان نیچے منگوا دیجئے"۔ پورٹر اوپر گیا اور سامان اُٹھا لایا۔ اتنے میں ٹیکسی بھی مل گئی۔ پورٹر نے سامان ٹیکسی میں رکھ دیا۔ میں نے اُسے ہاف کراؤن کا سکہ دیا ——— اُس نے "شکریہ" کہہ کر جیب میں رکھ لیا اور ہم لوگ ٹیکسی میں بیٹھ کر پاکستان اسٹوڈنٹس ہاسٹل کی طرف چل دیئے۔

یہ جگہ لاؤنڈز اسکوائر Lownd's Square کے قریب ہے اور اس کو چیشم پلیس Chesham Place کہتے ہیں۔ یہاں پاکستانی طالب علم رہتے ہیں۔ خالق صاحب پاکستان ہائی کمیشن کے ایجوکیشنل اتاشے Educational Attache نے ازراہ نوازش اس ہوسٹل میں مجھے ایک کمرہ دے دیا ہے۔ اس کے وارڈن کرنل افضل صاحب بہت اچھے اور پُرخلوص آدمی ہیں۔ جیسے ہی ہم لوگ پہنچے۔ انہوں نے کمرے کی چابی دی اور ہم لوگ سامان لے کر کمرے میں پہنچ گئے۔ چونکہ یہ کمرہ عمارت کی آخری منزل پر ہے، اس لئے ہم لوگ سامان لے کر چڑھنے میں ہانپنے لگے تھے۔ اس

لئے ذرا دم لیا۔ پھر چیزیں اپنی اپنی جگہ پر رکھیں اور ہم نیچے کھانا کھانے کے لئے چلے گئے۔ اس ہوسٹل میں پاکستانی کھانا بہت اچھا ملتا ہے۔ نسبتاً سستا بھی ہے۔ ہم نے کھانا کھایا اور یہ سوچا کہ اب رسل سکوائر کی طرف چلنا چاہیئے۔ نعیم نے کہا کہ "ٹیوب سے چلنا چاہیئے، جلد پہنچ جائیں گے۔ چنانچہ نائٹس برج Knights Bridge کے اسٹیشن پر پہنچے۔ نونو پنس کے دو ٹکٹ لئے اور بجلی سے چلنے والی سیڑھیوں نے ہمیں زیر زمین اسٹیشن پر پہنچا دیا۔ فوراً ہی گاڑی آگئی۔ دروازہ کھلا اور ہم اس گاڑی میں بیٹھ گئے۔ ایک دو منٹ کے بعد گاڑی چل دی اور ہم ہائیڈ پارک کارنر، سینٹ جیمس پارک، پکاڈلی، کوونٹ گارڈن اور ہوبرن کے اسٹیشنوں سے گزرتے ہو رسل اسکوائر پہنچے۔ اس اسٹیشن پر تمام مسافر ایک جگہ لفٹ پر جمع ہو جاتے ہیں اور یہ لفٹ سب کو اوپر سڑک پر پہنچا دیتا ہے۔ ہم لوگ بھی سب کے ساتھ رسل اسکوائر کی سڑک پر پہنچ گئے یہاں پہنچ کر نعیم نے کہا کہ "اب میں رخصت ہوتا ہوں۔ مجھے بنک جانا ہے۔ ایک دو کام اور بھی ہیں۔ اتنے میں آپ یونیورسٹی ہو آئیے ہم لوگ تین بجے بی بی سی میں ملیں گے۔ آپ بس میں آلڈوچ Aldwych کے چوک میں پہنچ جائے گا۔ میں بس اسٹاپ پر آپ کا انتظار کروں گا۔"

میں اُن سے رخصت ہو کر یونیورسٹی کی طرف روانہ ہوا۔ سب سے پہلے اسکول میں اپنی ڈاک دیکھی۔ پھر اپنے کمرے میں گیا اس خیال سے کہ رسل میرا انتظار کرتے ہوں گے۔ لیکن رسل وہاں موجود نہیں تھے۔ دروازے پر ایک کارڈ لگا ہوا تھا جس میں اطلاع تھی کہ دو بجے ڈیپارٹمنٹ کی میٹنگ میں ملاقات ہوگی۔ کمرہ بند تھا۔ اس لئے میں سینئر کامن روم میں گیا۔ اس خیال سے کہ شاید رسل وہاں موجود ہوں گے لیکن وہ وہاں بھی موجود نہیں تھے۔ اس لئے میں برآمدے میں ایک صوفے پر بیٹھ گیا، اور اسکول کے کچھ کاغذات دیکھنے لگا۔

ابھی بیٹھا ہی تھا کہ شکن کے کلاس فیلو ڈاکٹر شاہ آگئے۔ وہ اپنے ساتھ

مکان کے سلسلے میں کچھ پتے لائے تھے میں اُن سے مکان کے بارے میں بات کر رہی رہا تھا کہ سیڑھیوں پر رسل آتے ہوئے دکھائی دیئے ۔ کہنے لگے "آپ اپنا کام کیجیئے ۔ ابھی میٹنگ میں جانے کی کوئی خاص جلدی نہیں ہے ۔ میں ایک پیالی کافی پی لوں" ۔ میں نے کہا آپ کافی پیجیئے ۔ میں ڈاکٹر شاہ صاحب سے بات کر لوں" ۔ رسل اندر چلے گئے ۔ تھوڑی دیر میں ڈاکٹر شاہ بھی رخصت ہوئے ، اور میں پھر اُس صوفے پر اکیلا رہ گیا ۔

چند منٹ بعد رسل کافی پی کر واپس آ گئے اور ہم لوگ میٹنگ میں چلے گئے ۔ میٹنگ کی صدارت ہندوستان پاکستان اور سیلون کے شعبے کے صدر مسٹر کلارک کر رہے تھے ۔ انہوں نے دوسرے اساتذہ سے میرا تعارف کرایا اور پھر ڈیپارٹمنٹ کے بارے میں باتیں ہونے لگیں ۔

یہ میٹنگ کوئی تین بجے کے قریب ختم ہوئی ، جلدی جلدی میں نے اور رسل نے چائے کی پیالی پی اور بس لے کر ساڑھے تین بجے کے قریب بی بی سی کے دفتر پہنچے ۔ بس اسٹاپ پر نعیم میرا انتظار کر رہے تھے ۔ ہم لوگ بی بی سی کے ریستوران میں جا بیٹھے ۔ وہاں عباس احمد عباسی ، مولانا فانی ، اطہر علی ، سلیم شاہد ، کرشنا مورتی اور نسرین وغیرہ بھی آ گئے ۔ دیر تک ہم لوگ چائے پیتے اور باتیں کرتے رہے ۔

پانچ بجے کے قریب وہاں سے اٹھے ۔ میں ۹ نمبر بس میں بیٹھ کر نائیٹس برج Knights Bridge آیا ۔ اپنے کمرے میں کچھ دیر آرام کیا ۔ پھر نیچے اتر کھانا کھایا ۔ تھوڑی دیر لاؤنڈز اسکوائر Lownds Square کی سیر کی ۔ ہر طرف رنگ رلیاں منائی جا رہی تھیں ۔ مکانوں میں خم لنڈھائے جا رہے تھے ۔ ہر ایک پر کیف و مستی کا عالم تھا ۔ کچھ عجیب ہی کیفیت تھی ۔ میرے لئے یہ نیا تجربہ تھا ۔

میں اِن مناظر کی تاب نہ لا سکا اور چُپ چاپ واپس آ کر اپنے کمرے میں

سو رہا- ۲ بجے کے قریب آنکھ کھل گئی اور پھر دیر تک نیند نہیں آئی- پانچ بجے کے قریب پھر سو گیا اور پھر سات بجے آنکھ کھلی-

۵ر اکتوبر ۱۹۶۲ء

آٹھ بجے کے قریب نہا دھو کر فارغ ہوا، اور نیچے ناشتے کے لئے گیا- ساڑھے نو بجے اوپر اپنے کمرے میں واپس آیا- فہمیدہ کو خط لکھا- ساڑھے دس بج گئے- اس لئے فوراً Knights Bridge کی طرف روانہ ہوا تاکہ ٹیوب سے رسل اسکوائر پہنچوں، اور وہاں سے یونیورسٹی جاؤں- رسل سے گیارہ بجے اپنے کمرے میں ملنے کا وعدہ تھا-

یہ ٹیوب بھی خوب چیز ہے- لندن کے نیچے زیر زمین اس کا ایک جال بچھا ہوا ہے- یہ ریلیں بجلی سے چلتی ہیں- بہت تیز رفتار ہیں- چند منٹ میں انسان کئی کئی میل چلا جاتا ہے- میں نائیٹس برج کے اسٹیشن سے ٹیوب میں بیٹھتا ہوں اور دس منٹ میں رسل اسکوائر پہنچ جاتا ہوں- راستے میں پکاڈلی، لیسٹر اسکوائر کووِنٹ گارڈن اور ہوبرن کے اسٹیشن آتے ہیں- ہر اسٹیشن پر گاڑی ٹھہرتی ہے اور ہر ڈبے کے دروازے خود ہی کھل جاتے ہیں- جب چلتی ہے تو خود ہی بند ہو جاتے ہیں-

میں گیارہ بجے سے چند منٹ قبل ہی یونیورسٹی پہنچ گیا- رسل ابھی تک نہیں آئے تھے- کمرہ بند تھا- اس لئے میں ۳۳- ووبرن اسکوائر 33-Woburrn Square میں باہر ہی سیڑھیوں پر بیٹھ گیا- ٹھیک گیارہ بجے رسل سامنے سے آتے ہوئے نظر آئے- ہم لوگوں کے ساتھ ساتھ کمرے میں پہنچے- وہاں مشرقی افریقہ سے آئی ہوئی ایک خاتون ہمارا انتظار کر رہی تھیں- یہ کسی مضمون میں بی- اے آنرز کر رہی ہیں- لیکن Subsidiery Subject کے طور پر انہوں نے اُردو لی ہے- ہم لوگوں سے اُردو پڑھنے کے لئے وقت لینا چاہتی ہیں ---- رسل نے ان سے کہا کہ آپ امریکی طالب علم

Mr. Thomas کے ساتھ ہی سبق میں شریک ہو جائے۔ وہ ابھی چند منٹ میں آتے ہوں گے۔ ابھی آپ کا لیکچروں کا وقت مقرر کر دیا جائے گا۔ تھوڑی دیر میں ٹامس آ گئے۔ اور اُن کے ساتھ مل کر ہم لوگوں نے وقت مقرر کر لیا۔ طے یہ ہوا کہ پیر اور منگل کو رسل انہیں میر، غالب اور اقبال پڑھائیں گے اور میں بدھ جمعرات اور جمعہ کو نظیر اکبر آبادی کی نظمیں. بنجارہ نامہ، روٹی نامہ، موسم زمستان، نذیر احمدؒ کی محصنات یا فسانہ مبتلا اور پریم چند کی ایک کہانی پڑھاؤں گا۔

اِن لوگوں نے وقت نوٹ کر لیا اور رخصت ہو گئے اور میں رسل کے ساتھ باتیں کرتا رہا۔ کچھ دیر یونیورسٹی کے بارے میں گفتگو ہوئی۔ اس کے بعد پی ایچ ڈی کی ڈگری اور ریسرچ کے بارے میں ہم لوگوں نے غور کیا۔ لائبریری میں جو کتابیں اور رسالے منگوائے جا سکتے ہیں، اُن کی ایک فہرست بنائی۔ میں نے رسل سے برٹش میوزیم اور انڈیا آفس کے مخطوطات کے بارے میں مشورہ کیا، اور انھوں نے گزشتہ چند سال میں میر کے کلام کا جو ترجمہ کیا ہے اُس کی تفصیل پیش کی۔ ہم لوگ اُس کی اشاعت کے بارے میں غور کرتے رہے۔

ایک بج گیا تو رسل نے کہا "چلئے کہیں کھانا کھایا جائے۔ چنانچہ ہم لوگ بربک کالج میں چلے گئے۔ یہاں کھانا بہت اچھا ہوتا ہے۔ وہاں پہنچے تو کھانا کھانے والوں کی ایک لمبی قطار بنی ہوئی تھی۔ ہم لوگ بھی قطار میں کھڑے ہو گئے۔ چند منٹ کے بعد وہاں تک پہنچے جہاں کھانا ملتا ہے۔ میں نے تلی ہوئی مچھلی اور آلو کے چپس لئے۔ رسل نے گوشت اور سبزی وغیرہ لی۔ میں نے اس کی قیمت ادا کرنی چاہی لیکن رسل نے کہا کہ "اپنا اپنا بل دیں گے۔" یہاں یہی طریقہ ہے"۔ مجھے یہ بات عجیب معلوم ہوئی لیکن میں مجبور ہو گیا — خیر ہم نے ایک کونے میں بیٹھ کر کھانا کھایا، اور دیر تک اُردو زبان، پنجاب یونیورسٹی کے اُردو

مخطوطات اور مختلف یونیورسیٹوں میں اُردو کی حیثیت پر باتیں کرتے رہے۔
کھانا کھا کر اٹھے تو سوچا اپنے اسکول کے سینئر کامن روم میں جاکر کافی پئیں گے۔ چنانچہ وہاں پہنچے اور کافی پی — یہاں اسکول کے بہت سے اُستاد جمع تھے۔ اُن میں سے بعض سے تعارف بھی ہوا۔ یہاں سے اُٹھے تو رسل نے کہا کہ اسکول کے سکریٹری کرنل موائز بارٹلیٹ Lient Col. Moyse Bartlett نے یہ پیغام بھیجا ہے کہ آپ کو اُن سے کسی وقت مل لینا چاہیئے ہم نے اُن کی سکریٹری سے وقت مقرر کیا۔ انہوں نے کہا آپ کے لئے تین بجے کا وقت مناسب رہے گا"میں نے کہا بالکل مناسب ہے" — اس کے بعد ہم لوگ اپنے کمرے میں چلے گئے۔ پونے تین بجے کے قریب میں اٹھا اور ڈاکٹر کرنل موائز بارٹلیٹ Dr. Col. Moyse Bartlett کے پاس پہنچا۔ انہوں نے فوراً ہی بلا لیا نہایت تپاک سے ملے اور چند منٹ تک بالکل دوستانہ انداز میں باتیں کرتے رہے۔
کہنے لگے"ہم لوگ ایک دوسرے کو خط لکھتے رہے ہیں۔ آج مُلاقات بھی ہوگئی۔ آپ نے لندن کو کیسا پایا؟ میں نے کہا یہ"میری خوش قسمتی ہے۔ لندن بہت خوبصورت شہر ہے لیکن بڑا بہت ہے۔ یہاں اجنبی آدمی آکر گھبراتا ضرور ہوگا۔ میں بھی گھبرایا، لیکن جیسے جیسے دن گزرتے جاتے ہیں میری گھبراہٹ کم ہوتی جاتی ہے"۔ کہنے لگے۔ یہ تو بالکل فطری بات ہے۔ چند روز میں آپ اس شہر سے مانوس ہو جائیں گے۔ آپ کا قیام کہاں ہے؟ میں نے کہا میں ویورلی ہوٹل میں ٹھہر گیا تھا۔ مسٹر گیٹ ہاؤس Mr. Gatehouse نے ازراہ نوازش میرے لئے ایک کمرہ محفوظ کرادیا تھا۔ اس ہوٹل میں مجھے بہت آرام ملا۔ لیکن یہ گراں بہت تھا۔ اس لئے میں کل پاکستان ہوسٹل میں منتقل ہو گیا ہوں۔ یہ جگہ لاؤنڈز اسکوائر میں ہے اور وہاں مجھے بہت آرام ہے۔ سستی بھی ہے اور کھانا وغیرہ بھی اچھا مل جاتا ہے۔ کہنے لگے یہ بہت اچھا ہے۔

افسوس ہے کہ ہم لوگوں کے پاس رہنے کے لئے ایسی کوئی جگہ نہیں ہے کہ
ہم اپنے اُستادوں کو دے سکیں۔ ایک منصوبہ ہم لوگوں نے ضرور بنایا ہے۔
شاید کچھ فلیٹس بن جائیں گے لیکن اس میں کم ازکم دو تین سال کا عرصہ ضرور
لگے گا — میں نے جواب دیا — اُس طرح یقیناً استادوں کو آسانی ہو جائے
گی" اور دل میں یہ مصرع پڑھا — کون جیتا ہے تری زلف کے سر ہونے تک"۔
اس کے بعد وہ یہ پوچھتے رہے کہ" آپ ہندوستان کے رہنے والے
ہیں یا پاکستان کے اور آپ نے تعلیم کہاں حاصل کی ہے؟ — میں نے کہا
"میں رہنے والا تو ہندوستان کا ہوں۔ لکھنؤ میں پیدا ہوا۔ لکھنؤ ہی میں رہا وہیں
تعلیم حاصل کی لیکن پاکستانی ہوں، اور اب لاہور میرا وطن ہے"۔ پھر ڈگریوں
کے بارے میں پوچھا کہ" آپ کی یونیورسٹی میں بی۔ اے آنرز کے بعد ام۔ اے
کس طرح ہوتا ہے؟" میں نے کہا تین سال پورے کرنے کے بعد ہمارے
یہاں لکھنؤ یونیورسٹی میں بی۔ اے آنرز کی ڈگری دی جاتی ہے، اور اگر کوئی شخص
ایک سال اور پڑھے تو اُس کو ام۔ اے اسپیشل کی ڈگری مل جاتی ہے۔ میں نے
اسی قسم کا ام۔ اے کیا ہے اور اُس کے بعد پی ایچ ڈی کی ڈگری بھی حاصل کی
ہے"۔ کہنے لگے" آپ کی ریسرچ کا موضوع اُردو تنقید کا ارتقا، مجھے بہت پسند
آیا ہے۔ اچھا ہوا کہ آپ کا تھیسز چھپ گیا۔ آپ کی دوسری تصانیف کی فہرست
بھی میرے پاس موجود ہے۔ لیکن یہ سب اُردو میں ہیں۔ اس لئے میں انہیں
سمجھ نہیں سکتا۔ بہر حال میں آپ کو مبارک باد دیتا ہوں"۔
میں اُن کی باتیں سُن کر بہت خوش ہوا، اور تھوڑی دیر کے بعد اُن سے
اجازت لے کر اپنے کمرے میں آ گیا۔ رسل کو پوری روداد سُنائی۔ اتنے میں محب
الحسن آ گئے۔ یہ صاحب علی گڑھ میں تاریخ کے ریڈر ہیں اور آج کل لندن آئے
ہوئے ہیں۔ یہ رسل سے ملنے آئے تھے۔ اس لئے میں نے رخصت چاہی
اور اجازت لے کر اپنے ہوسٹل کی طرف چل دیا۔ یونیورسٹی کے قریب ۷ نمبر

بس لی اور کوئی ۲۰ منٹ میں پاکستان ہوسٹل پہنچ گیا۔ کپڑے اتار کر چند منٹ لیٹا ہی تھا کہ نیچے سے ایک صاحب آئے اور کہنے لگے "بی بی سی سے آپ کا فون آیا ہے۔ کوئی عباسی صاحب آپ کو فون کر رہے ہیں۔ میں نے کہا۔ "مجھے تو کپڑے پہننے میں ذرا دیر لگے گی۔ آپ مہربانی کر کے اُن سے کہہ دیجئے کہ میں انہیں فون کروں گا"۔ انہوں نے جا کر عباسی سے فون پر یہ کہہ دیا کہ ڈاکٹر صاحب بستر میں لیٹے ہیں۔ عباسی میرے شاگرد تھے اور مجھ سے بہت محبت کرتے تھے یہ سُن کر بہت گھبرائے اور چند منٹ میں میرے کمرے میں آ گئے ۔ میں نے پوچھا کیسے آئے؟ کہنے لگے۔ مجھے یہ خیال ہوا کہ آپ کی طبیعت خدانخواستہ کچھ ناساز ہے۔ اس لئے میں نے سوچا آپ کو دیکھتا چلوں"۔ دراصل انہیں In Bed والے فقرے سے غلط فہمی ہو گئی ۔ میں نے کہا۔ میں بالکل ٹھیک ہوں۔ ذرا تھک گیا تھا۔ اس لئے سوچا کمر سیدھی کر لوں"۔

خیر وہ دیر تک بیٹھے رہے اور مختلف موضوعات پر باتیں کرتے رہے۔ نو۹ بجے کے قریب میں نے کہا کہ آیئے چلئے نیچے کھانا کھا لیا جائے۔ چنانچہ ہم لوگ نیچے گئے۔ کوفتے اور آلو گوشت وغیرہ کھایا لیکن کچھ مزہ نہیں آیا۔ کیونکہ کھانا ٹھنڈا ہو چکا تھا ــــ عباسی میرے پُرانے شاگرد ہیں۔ جب میں شروع شروع اینگلو عربک کالج دہلی میں گیا ہوں تو یہ بی۔ اے فرسٹ ایئر میں داخل ہوئے تھے)

اسی شام پشاور یونیورسٹی کے اسسٹنٹ لائبریرین مولوی عبدالسبوح صاحب سے بھی مُلاقات ہوئی۔ میں عباسی کے ساتھ کھانا کھا رہا تھا کہ دیکھا مولوی صاحب بھی ایک کونے میں بیٹھے ہوئے۔ چند لوگوں سے باتیں کر رہے ہیں۔ ہم لوگ ایک دوسرے سے بغل گیر ہوئے ــــ کہنے لگے "میں اگست میں پشاور سے چلا تھا۔ مختلف ملکوں کے کتب خانے دیکھ رہا ہوں۔ ابھی مغربی جرمنی بھی جانا ہے ــــ ۲۹ اکتوبر تک پشاور واپس پہنچ جاؤں گا"۔ میں نے

کہا "میں بھی یہاں کے کتب خانوں کے قلمی مخطوطات دیکھنے کے لئے آیا ہوں۔ ان پر کام کروں گا"۔ کہنے لگے پیر کو میرے ساتھ چلئے۔ میں انڈیا آفس کے لائبریرین مسٹر سٹن Mr. Sutton سے آپ کا تعارف کرا دوں گا۔ اُن سے آپ کو بڑی مدد ملے گی۔ پھر ہم لوگ کسی روز برٹش میوزیم بھی چلیں گے"۔ اُنہوں نے اتوار کو پھر ملنے کا وعدہ کیا اور انڈیا آفس جانے کا پروگرام بنایا۔

ساڑھے نو بجے کے قریب میں نے مولوی عبدالصبوح صاحب اور عباسی کو رُخصت کیا اور اوپر اپنے کمرے میں آ گیا۔ تھوڑی دیر کچھ لکھتا رہا، اور پھر سو گیا۔

۶ر اکتوبر ۱۹۶۲ء

صبح چار بجے آنکھ کُھلی۔ گھر کا خیال آنے لگا۔ طبیعت کچھ دیر پریشان سی رہی۔ لیکن اپنے آپ کو سنبھالا اور کچھ لکھنے کے لئے بیٹھ گیا۔ لکھنے سے طبیعت بہل جاتی ہے اور وہ غم غلط ہو جاتا ہے جو گھر سے دور ہونے کی وجہ سے آج کل ہر وقت میرے ساتھ سائے کی طرح چلتا ہے۔

ساڑھے سات بجے کے قریب غسل خانے میں گیا۔ واپس آ کر دو ایک خط لکھے، اور پھر نیچے ناشتے کے لئے چلا گیا۔ توس اور انڈہ کھایا۔ چائے پی اور پھر اوپر واپس آ گیا۔ ساڑھے دس بجے تک خط لکھتا رہا۔ اس کے بعد ٹیوب میں بیٹھ کر رسل اسکوائر پہنچا۔ اسکول میں اپنی ڈاک دیکھی۔ فہمیدہ کا خط ملا۔ فوراً پڑھنا شروع کیا۔ گھر کے حالات معلوم ہوئے۔ دل کو اطمینان ہوا اور طبیعت بحال ہوئی۔ گیارہ بج چکے تھے اس لئے میں نے اپنے کمرے میں بیٹھنا مناسب نہیں سمجھا۔ فوراً بی بی سی کی طرف چل دیا۔ کیونکہ اُن لوگوں نے مجھے گیارہ بجے بُلایا تھا۔ پاکستان کے ادبی ماحول پر یہ لوگ ایک مذاکرہ کرنا چاہتے تھے اس کو ریکارڈ کرانا تھا۔

میں وہاں پہنچا تو عباسی اپنے سیکشن میں میرا انتظار کر رہے تھے۔ تھوڑی

دیر میں خالد حسن قادری بھی آ گئے۔ طے یہ پایا کہ پہلے چائے پینا چاہیئے۔ چنانچہ ہم لوگ نیچے ریستوران میں چلے گئے۔ وہاں چائے پی، اور پھر اوپر آ گئے۔ اس وقت تک قاسمی اور سید تقی احمدؔ بھی آ گئے تھے۔ انہوں نے کوشش کی کہ مذاکرہ جلد ریکارڈ ہو جائے۔ لیکن اسٹوڈیو خالی نہیں تھا۔ اس لئے انتظار کرنا پڑا۔

ہندوستانی سکشن سے آل حسن آ گئے۔ لکھنؤ میں ۱۹۴۸ء میں پروفیسر سید احتشام حسین صاحب کے ہاں ان سے ملاقات ہوئی تھی۔ بہت بدل گئے ہیں۔ بال سفید ہو گئے ہیں۔ بہت محبت سے ملے۔ مجھے پہچاننے میں دشواری ہوئی تو انہوں نے خود ہی اپنا تعارف کرایا۔ میں نے کہا آپ بہت بدل گئے ہیں۔ کہنے لگے۔ "جی ہاں! خاصی تبدیلی ہوئی ہے لیکن آپ میں کچھ زیادہ تغیر نہیں ہوا ہے" — ان سے دیر تک لندن کی زندگی اور لکھنؤ کے بارے میں باتیں ہوتی رہیں۔ احتشام صاحب کا بھی ذکر رہا۔

اس طرح دو بج گئے۔ لیکن ابھی تک ریکارڈنگ کا انتظام نہیں ہوا۔ قاسمی صاحب معذرت کرتے رہے۔ معلوم یہ ہوا کہ تین بجے ریکارڈنگ ہو گی۔ چنانچہ ہم لوگ پھر چائے پینے کے لئے نیچے ریستوران میں چلے گئے۔ واپس آ کر اسٹوڈیو میں پہنچے۔ مذاکرہ شروع ہوا۔ قاسمی صاحب نے پاکستان کے ادبی ماحول کے بارے میں چند سوالات کئے۔ میں نے ان کا جواب دیا۔ سید تقی احمدؔ نے یورپ کے ادبی ماحول کا ذکر کیا اور اس طرح یہ مذاکرہ موجودہ دور کے ادبی ماحول کا ایک تقابلی مطالعہ بن گیا۔ آدھ گھنٹے تک اس کا سلسلہ جاری رہا۔

مذاکرے کو ختم کر کے ہم لوگ اسٹوڈیو سے کمرے میں آئے۔ وہاں پھر باتوں کا سلسلہ شروع ہوا۔ عباسی نے مکان کے لئے کچھ فون بھی کئے۔ بیٹھے بیٹھے مجھے یہ خیال آیا کہ احمدؔ نعیم ملک مجھے اپنے گھر لے جانے کے لئے پانچ

بجے پاکستان ہوسٹل پہنچیں گے۔ اس لئے سوچا انہیں فون کر دیا جائے۔ تاکہ وہ بجائے ہوسٹل جانے کے بی بی سی کے دفتر میں آجائیں۔ عباسی نے انہیں فون کیا اور وہ چند منٹ کے بعد وہاں آگئے۔

تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد ہم لوگ رخصت ہوئے۔ نعیم نے مجھے آج اپنے گھر بلایا تھا اور میری کھانے کی دعوت کی تھی۔ ہم لوگ بش ہاؤس سے نکل کر ۱۳ نمبر بس میں بیٹھے اور چند منٹ میں اُن کے یہاں پہنچے۔ اِن کا مکان ہیمسٹیڈ Hampsted کے علاقے میں ہے جو لندن کا خوبصورت علاقہ سمجھا جاتا ہے۔

مکان میں داخل ہوئے تو اُن کی بیوی میرین باورچی خانے میں کھانا پکا رہی تھیں۔ ہمیں دیکھ کر بہت خوش ہوئیں۔ اور کام چھوڑ کر ہم لوگوں سے باتیں کرنے لگیں۔ یہ بہت سیدھی سادی، نیک شریف اور مخلص خاتون معلوم ہوتی ہیں۔ میں نے انہیں منہ دکھائی کے طور پر ایک پونڈ کا نوٹ دیا تو بہت خوش ہوئیں۔ نعیم نے کہا کہ اس کے بعد جھک کر آداب اور تسلیم کہا جاتا ہے۔ چنانچہ انہوں نے خالص مشرقی انداز میں آداب کیا۔ بہت لُطف آیا۔

ساڑھے سات بجے کے قریب ہم لوگوں نے کھانا کھایا، اور پھر باتیں کرتے رہے۔ ساڑھے نو بجے میں نے اجازت چاہی۔ نعیم نے مجھے ۲ نمبر بس میں بٹھا دیا اور کہا کہ "ہائیڈ پارک کارنر پر اتر کر پاکستان ہوسٹل چلے جائیے گا۔ وہاں سے پاکستان ہوسٹل قریب ہی ہے"۔ لیکن مجھے علم نہ ہو سکا کہ کس وقت بس ہائیڈ پارک کارنر پہنچی۔ اور میں وکٹوریا کے بھی آگے پہنچ گیا۔ جب یہ معلوم ہوا کہ آگے نکل آیا ہوں تو بس سے اُتر گیا۔ وکٹوریا کی طرف پیدل چلا۔ وہاں سے پھر ۲ نمبر بس لی اور ہائیڈ پارک کارنر پر اُترا۔ ہوسٹل پہنچا تو ساڑھے دس بج چکے تھے۔ کپڑے تبدیل کر کے لیٹ گیا۔ گیارہ بجے کے

قریب مجھے نیند آگئی۔

۷ اکتوبر ۱۹۶۲ء

صبح کو تین بجے اُٹھا۔ تھوڑی دیر جاگتا رہا۔ لیکن پھر آنکھ لگ گئی۔ ساڑھے سات بجے جاگا۔ ۹ بجے کے قریب تیار ہو کر نیچے اُترا اس خیال سے کہ ناشتہ کروں گا۔ لیکن نیچے سناٹا تھا۔ کھانے کا کمرہ بند تھا۔ دفتر میں جا کر عبدالماجد بٹ سے پوچھا کہ آخر قصہ کیا ہے۔ کیا آج ناشتہ نہیں ملے گا۔ وہ کہنے لگے "اتوار کو یہاں ناشتہ نہیں ملتا۔ یہ لوگ چھٹی مناتے ہیں"۔ میں نے کہا کھانے کو تو مل جاتا ہے؟ کہنے لگے "ہاں! کھانے کا انتظام ہوتا ہے۔ اس کی آپ کو تکلیف نہیں ہو گی"۔

میں اُن سے رخصت ہو کر اوپر اپنے کمرے میں آیا اور تھوڑا سا حلوہ کھایا۔ کچھ تلی ہوئی مونگ کی دال کھائی۔ اور پھر باہر نکلا۔ سوچا کہیں چائے پی لوں گا۔ لیکن بیشتر دکانیں اتوار کی وجہ سے بند تھیں۔ اس لئے میں البرٹ گیٹ سے ہائیڈ پارک میں داخل ہوا۔ اور دیر تک وہاں گھومتا رہا۔

ہائیڈ پارک بہت خوبصورت جگہ ہے۔ دور تک سبزہ ہی سبزہ نظر آتا ہے۔ درخت بھی ہیں اس کے لان بہت خوبصورت ہیں۔ لان پر جگہ جگہ کھلنے اور بند ہونے والی کرسیاں پڑی ہوئی ہیں ان پر لوگ بیٹھتے ہیں۔ تازہ ہوا اور کھلی ہوئی فضا کا لُطف اُٹھاتے ہیں۔ جگہ جگہ تپائیاں بھی پڑی ہوئی ہیں۔ ان پر بھی لوگ بیٹھ جاتے ہیں ــــ لیکن آج یہاں مجمع کم تھا۔ صرف چند لوگ چلتے پھرتے یا کرسیوں پر بیٹھے نظر آئے بیشتر لوگ آج نہر کے کنارے موجود تھے ــــ ہائیڈ پارک میں ایک لمبی چوڑی نہر بھی ہے۔ یہاں بے شمار لوگ مچھلی کا شکار کھیل رہے تھے۔ بچے، جوان اور بوڑھے سب اسی میں محو تھے ــ گویا اس طرح چھٹی منائی جا رہی تھی ــ میں دیر تک یہ تماشا دیکھتا رہا۔

کوئی ڈیڑھ دو گھنٹے ہائیڈ پارک میں گزارے۔ اُس کے بعد ہائیڈ پارک کارنر

کے راستے سے باہر نکلا، اور ٹہلتا ہوا Knights Bridge آیا۔ ۱۲ بجے
کے قریب ہوسٹل پہنچا۔ کچھ دیر کمرے میں بیٹھا رہا۔ ایک بجے نیچے جاکر کھانا کھایا،
اور پھر اوپر اپنے کمرے میں آگیا۔ تھوڑی دیر آرام کیا۔ گھر کی یاد ستانے لگی۔
خط لکھے تو سکون ہوا۔ پانچ بجے کے بعد ان خطوں کو پوسٹ کرنے کے لئے
باہر نکلا۔ تھوڑی دیر سڑکوں پر گھومتا رہا۔ سات بجے کے قریب واپس آیا۔

پاکستان ہوسٹل میں ہر اتوار کو ساڑھے سات بجے ڈنر ہوتا ہے۔ اس موقع
پر کچھ پاکستانی جمع ہو جاتے ہیں میں ٹھیک ساڑھے سات بجے ڈنر میں گیا۔
یہ ڈنر لاؤنج میں ہوتا ہے۔ یہاں بہت سے لوگ جمع تھے۔ ہوسٹل کے وارڈن
کرنل افضل خاں صاحب نے میرا تعارف کرایا۔ لڑکے میرا نام سن کر اصرار
کرنے لگے کہ ہمیں پاکستان کے بارے میں کچھ بتائیے ۔۔ میں نے کہا "مجھے
زکام ہو رہا ہے۔ گلا بہت خراب ہے۔ اس لئے بول نہیں سکتا ۔۔ معذرت
چاہتا ہوں" ۔۔ بڑی مشکل سے جان چھوٹی۔

اس ڈنر میں دو حضرات سے ملاقات ہوئی۔ ایک تو نذیر حسین صاحب
جو بہار کے رہنے والے ہیں لیکن ڈھاکے میں وکالت کرتے ہیں۔ آج کل یہاں
آئے ہوئے ہیں۔ ۶۲ سال اپنی عمر بتاتے ہیں لیکن بیرسٹری کا امتحان پاس کرنا
چاہتے ہیں۔ ڈاکٹریٹ کی بھی فکر میں ہیں ۔۔ میں حیران ہوں کہ اتنی عمر میں انہوں
نے یہ پروگرام کیسے بنایا ۔۔ دوسرے صاحب جن سے مُلاقات ہوئی اُن کا
نام عثمان حاجی وہاب بیری ہے۔ جوان آدمی ہیں۔ لیکن چہرے پر داڑھی
ہے۔ بہت مہذب آدمی معلوم ہوتے ہیں۔ اپنے آپ کو ایک انڈسٹریل فرم
کا مالک بتاتے ہیں۔ اُن کا دفتر ڈھاکہ میں جناح روڈ پر ہے۔ کاروبار کے
سلسلے میں انگلستان، یورپ اور امریکہ آتے جاتے رہتے ہیں ۔۔ میں سمجھتا تھا
بنگالی ہوں گے۔ لیکن چند منٹ میں انہوں نے یہ ظاہر کر دیا کہ میں بنگال میں
آج کل مقیم ضرور ہوں لیکن کان پور کا رہنے والا ہوں" یہ دونوں حضرات مجھ سے

اس قدر مانوس ہوئے کہ رات کو ساڑھے دس بجے تک باتیں کرتے رہے۔ انہوں نے کھانے کے بعد اپنا اپنا کلام بھی سُنایا ہے۔ نذیر صاحب تو باقاعدگی سے شعر کہتے ہیں۔ عثمان بیری صاحب بھی کبھی کبھی فکر کرتے ہیں۔

میں ساڑھے دس بجے کے بعد ان لوگوں سے رخصت ہوا اور اپنے کمرے میں آکر لیٹ گیا۔ دیر تک نیند نہیں آئی لیکن بالآخر سو گیا۔ دو ڈھائی بجے پھر آنکھ کھل گئی۔ زکام کی وجہ سے خاصی تکلیف تھی۔ لیٹا رہا۔ پانچ بجے کے قریب پھر سو گیا۔

پیر ۸ راکتوبر ۱۹۶۲ء

ساڑھے سات بجے آنکھ کھلی۔ ایک دو خط لکھے۔ اس کے بعد تیار ہو کر نیچے ناشتے کے لئے گیا۔ ناشتے کے بعد تیار ہو کر اوپر اپنے کمرے میں پشاور یونیورسٹی کے لائبریرین مولوی عبدالصبوح قاسمی صاحب کا انتظار کرنے لگا۔ آج ساڑھے نو اور دس بجے کے درمیان پاکستان ہوسٹل میں آئیں گے اور مجھے انڈیا آفس لائبریری لے جائیں گے۔ انڈیا آفس کے لائبریرین مسٹر سٹن سے اُن کی دوستی ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ وہ اُن سے بھی میرا تعارف کرا دیں گے تاکہ کام کرنے میں کوئی دقت نہ ہو۔

عبدالصبوح قاسمی صاحب سوا دس بجے پہنچے۔ تاخیر سے پہنچنے کی معذرت کی۔ میں نے کہا "کوئی بات نہیں۔ چند منٹ ہی کی تو تاخیر ہوئی ہے"۔ بہرحال ہم لوگ ہوسٹل سے باہر نکلے اور نائٹس برج کے ٹیوب اسٹیشن پر پہنچے۔ Westminster کا ٹکٹ لیا۔ لیسٹر اسکوائر تک ہمیں ایک گاڑی لے گئی۔ وہاں سے ہم نے دوسری گاڑی لی۔ اس نے ہمیں چند منٹ میں ویسٹ منسٹر پہنچا دیا۔ اسٹیشن سے باہر نکل کر ہم لوگ پارلیمنٹ اسٹریٹ پر چلنے لگے۔ وہاں سے کنگ چارلس اسٹریٹ KING CHARLES STREET پر مڑے اور فارن آفس Foreign office پہنچے۔ اسی

عمارت میں انڈیا آفس لائبریری ہے۔ اندر داخل ہوئے تو ایک شخص نے ہم سے پوچھا "آپ کس سے ملنا چاہتے ہیں"؟ قاسمی صاحب نے کہا۔ "مسٹر سٹن سے" ــــ اُس نے ایک کتاب پر ہم سے دستخط کرائے، اور ہمیں اندر لے گیا۔ اب ہم ایک دوسرے کمرے میں پہنچے ــ وہاں سے باہر نکل ہی رہے تھے کہ مسٹر سٹن Mr. Sutton مل گئے۔ وہ کسی کام سے اپنے کمرے سے باہر نکلے تھے۔ راستے میں اُن سے ہماری مڈبھیڑ ہوگئی۔ بہت اچھی طرح ملے۔ قاسمی صاحب نے میرا تعارف کرایا ــــ بہت خوش ہوئے۔ کہنے لگے۔ "بہت اچھا ہوا کہ آپ یہاں آگئے اور اب تین سال یہاں رہیں گے۔ ہمیں اُردو کے ماہروں کی ضرورت ہے۔ آپ سے ہمیں بہت مدد ملے گی"۔ میں نے کہا "میں آپ سے استفادہ کروں گا۔ اسی مقصد سے یہاں حاضر ہوا ہوں"۔ پھر کہنے لگے "آپ لوگ مس واٹسن Miss Watson سے ملے ہیں؟ میں نے کہا نہیں؛ کہنے لگے "اُن سے ضرور مل لیجئے۔ وہ اُردو فارسی سکشن کی انچارج ہیں۔ میں ابھی چند منٹ میں فارغ ہو جاؤں گا۔ پھر اطمینان سے باتیں کریں گے"۔

ہم یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ ایک اور خاتون آئیں اور انھوں نے ہمیں مس واٹسن کے کمرے میں پہنچا دیا۔ مس واٹسن ادھیڑ عمر کی خاتون ہیں۔ لیکن بہت خلیق اور ملنسار ہیں۔ بہت اچھی طرح ملیں۔ اُن کے کمرے میں چاروں طرف کتابیں ہی کتابیں تھیں۔ کرسیوں پر بھی کتابوں کا انبار تھا۔ انہوں نے کرسیوں پر سے کتابیں ہٹانی شروع کیں، اور ہم اُن کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ قاسمی صاحب نے میرا تعارف کرایا اور یہ کہا کہ یہ تین سال لندن میں رہیں گے۔ اِن کا تقرر اُردو کے لکچرار کی حیثیت سے لندن یونیورسٹی میں ہوا ہے۔ انڈیا آفس کے کتب خانے سے استفادہ کریں گے ــــ مس واٹسن نے اس پر بہت خوشی کا اظہار کیا۔ اور لائبریری کے مخطوطات کی فہرستیں میرے سامنے

رکھ دیں۔ میں فہرستوں کو دیکھتا رہا اور وہ قاسمی صاحب سے باتیں کرتی رہیں۔ اس میں ایک فہرست تو چھپ چکی ہے۔ دوسری ہاتھ سے لکھی ہوئی ہے۔ میں نے اُن سے دریافت کیا کہ ان کے علاوہ تو آپ کے پاس اُردو کی قلمی کتابیں نہیں ہیں؟ — انہوں نے کہا۔ بس صرف یہی ہیں لیکن اس کے علاوہ بھی بہت کچھ ہے"۔ ہم لوگ اُن کے پاس کوئی آدھ گھنٹہ بیٹھے۔

اس کے بعد انہوں نے فون کر کے معلوم کیا کہ مسٹر سٹن فارغ ہیں یا نہیں۔ جواب ملا۔ فارغ ہیں آجائیے۔ چنانچہ ہم لوگ وہاں سے اُٹھے۔ اور مس واٹسن نے ہمیں مسٹر سٹن کے کمرے تک پہنچا دیا — مسٹر سٹن بہت اچھی طرح ملے۔ دیر تک انڈیا آفس لائبریری اور دوسری لائبریریوں کے بارے میں باتیں کرتے رہے۔ میں نے اُن سے دریافت کیا کہ "انگلستان کی مختلف لائبریریوں میں اُردو کے کتنے مخطوطات ہوں گے"؟ کہنے لگے۔ "ایک ہزار سے کچھ زیادہ ہوں گے"۔ اس کے بعد انہوں نے رالف رسل کے بارے میں پوچھا۔ کہنے لگے "رسل نے انڈیا آفس میں کچھ کام شروع کیا تھا۔ لیکن اب خاموش ہیں"۔ میں نے کہا "آج کل وہ دوسرے کاموں میں لگے ہوئے ہیں۔ میر تقی میر کے کلام کا ترجمہ کر رہے ہیں۔ اور کچھ نصاب کی کتابیں بھی انہوں نے لکھی ہیں" — ہم لوگ مسٹر سٹن کے پاس کوئی آدھ گھنٹہ بیٹھے۔ اس کے بعد ہم نے اجازت لی۔ چلتے وقت مسٹر سٹن کہنے لگے "۔ آپ لوگ پرسوں میرے ساتھ کھانا کھائیے۔ ہم لوگ یونیورسٹی کے قریب Tottenham court Road پر مل جائیں گے اور وہاں کسی ریستوران میں اطمینان سے بیٹھ کر باتیں کریں گے۔ مسٹر رسل کو بھی بُلا لیں گے۔ اچھا وقت گزرے گا"۔

ہم لوگ ساڑھے بارہ بجے کے قریب اُن کے پاس سے رُخصت ہوئے، اور ٹیوب سے رسل اسکوائر پہنچے۔ وہاں سے اسکول گئے۔ میں

نے اپنی ڈاک دیکھی۔ آج کی ڈاک میں اچھن کا خط ملا۔ ایک خط سکریٹری کے دفتر سے بھی ملا جس میں یہ لکھا تھا کہ آج سات ساڑھے سات بجے کے درمیان BAYSWATER 6403 پر RAHMOND کو فون کر لیجئے۔ یہ خط لے کر ہم لوگ اپنے کمرے کی طرف چلے۔ کمرے کے باہر نعیم ملک ہم لوگوں کا انتظار کر رہے تھے۔ انہیں ساتھ لے کر ہم لوگ قسمت ریستوران میں گئے اور وہاں کھانا کھایا۔ وہاں سے ڈھائی بجے اُٹھے۔ قاسمی صاحب کو کچھ سامان خریدنا تھا۔ ساڑھے تین بجے نعیم کو کہیں جانا تھا۔ وہ یہ کہہ کر رخصت ہوئے کہ کل رات کا کھانا میرے ساتھ کھایئے۔ میں اپنے ہاتھ سے پکاؤں گا" — ہم نے کہا بڑی خوشی کی بات ہے — ہم سے رخصت ہو کر قاسمی صاحب تو کتابوں کی دوکانوں میں چلے گئے۔ نعیم نے مجھے ۹ نمبر بس میں بٹھا دیا اور میں چند منٹ میں پاکستان ہوسٹل پہنچ گیا۔

بہت تھک گیا تھا۔ اس لئے چند منٹ لیٹ گیا۔ پھر دو تین خط لکھے۔ سات بجے کے قریب تیار ہو کر نیچے اُترا۔ سیڑھیوں پر عثمان بیری مل گئے۔ کہنے لگے "نیچے چلئے۔ کھانا ہمارے ساتھ کھایئے۔ نذیر صاحب نیچے بیٹھے ہیں۔ میں نیچے جا کر اُن کے پاس بیٹھ گیا۔ میں نے اُن سے کھانے کی معذرت کی۔ میں نے کہا آج میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ دن کا کھانا بھی دیر میں کھایا ہے۔ اس لئے آپ کے ساتھ بیٹھوں گا لیکن کھانا نہیں کھاؤں گا۔" انہوں نے کہا اچھا صرف سوئیاں کھا لیجئے۔ چنانچہ تھوڑی سی سوئیاں کھائیں درمیان میں اُٹھ کر سات ساڑھے سات بجے کے درمیان BAYSWATER 6403 پر RAHMOND کو فون کیا لیکن اُس نے فون بند کر دیا۔ بات نہ ہو سکی۔ خدا جانے کون شخص تھا۔ نو بجے اِن لوگوں سے رخصت ہو کر میں اپنے کمرے میں آ گیا۔ تھوڑی دیر پڑھتا رہا۔ دس بجے کے قریب مجھے نیند آ گئی۔

منگل ۹ اکتوبر ۱۹۶۲ء

صبح کو ساڑھے سات بجے سو کر اُٹھا۔ رات کو بہت اچھی نیند آئی۔ آج طبیعت ٹھیک ہے۔ زکام کا اثر زائل ہو گیا ہے۔ میں ساڑھے آٹھ بجے کے قریب تیار ہو کر نیچے گیا۔ ناشتہ کیا ساڑھے نو بجے ٹیوب میں بیٹھا۔ رسل اسکوائر پہنچا۔ وہاں سے اپنے اسکول کی طرف چلا۔ اسکول جا کر سب سے پہلے ڈاک دیکھی۔ والد صاحب کا خط ملا۔ گھر کے حالات معلوم ہوئے۔ اپنے کمرے میں گیا۔ کمرہ بند تھا۔ پورٹر بھی موجود نہیں تھا۔ رسل کے نام خط لکھ کر کمرے کے دروازے پر لگایا اور وہاں سے برٹش میوزیم کی طرف چل دیا۔

دس بجے کے قریب برٹش میوزیم پہنچا۔ اور پھاٹک کے سامنے ایک بنچ پر بیٹھ کر عبدالصبوح قاسمی صاحب لائبریرین پشاور یونیورسٹی کا انتظار کرنے لگا۔ انہوں نے دس بجے یہاں ملنے کا وعدہ کیا تھا۔ وہ دس بج کر چند منٹ پر آئے، اور مجھے میوزیم کے اندر اورینٹل سکشن میں لے گئے۔ وہاں سب سے پہلے ایک معمر خاتون ملیں۔ قاسمی صاحب نے اُن سے کہا کہ ہم لوگ Mr. Gardner. سے ملنا چاہتے ہیں۔ اُنہوں نے ہمیں ایک کمرے میں بٹھا دیا اور گارڈنر صاحب کو تلاش کرنا شروع کیا۔ چند منٹ میں انہوں نے اطلاع دی کہ گارڈنر صاحب آ رہے ہیں۔ چار پانچ منٹ کے بعد گارڈنر آ گئے۔ قاسمی صاحب نے میرا تعارف کرایا، اور یہ کہا کہ یہ "لندن یونیورسٹی کے اسکول آف اورینٹل اسٹڈیز میں اُردو کے استاد کی حیثیت سے آئے ہیں۔ تین سال یہاں رہیں گے۔ آپ سے ملنے کے مشتاق تھے۔ میں اُنہیں ساتھ لے آیا۔ برٹش میوزیم میں اُردو کے جو مخطوطات ہیں۔ اُن پر کام کرتے رہیں گے — مسٹر گارڈنر Mr. Gardiner بہت اچھی طرح ملے۔ نہایت مہذب اور شائستہ آدمی ہیں۔ تھوڑی دیر اپنے کمرے میں باتیں کرتے رہے۔ پھر کہنے لگے "آئیے آپ کو مخطوطات کا سکشن دکھاتا ہوں۔ الماریوں کے قریب لے گئے۔ ایک ایک الماری

کو کھولا اور قرآن مجید کے کئی قدیم قلمی نسخے ہمیں دکھائے۔ خوش نامہ اور سجن نامہ کا بھی ایک بہت ہی حسین نسخہ دکھایا۔ چند منٹ یہ سلسلہ جاری رہا۔ اُس کے بعد کہنے لگے آیئے، آپ کی مُلاقات ڈاکٹر لنکس Dr. Links. سے کرا دوں۔ یہ صاحب اسلامیات اور عربی کی کتابوں کے انچارج ہیں۔ ہم لوگ ڈاکٹر لنکس Dr. Links. کے کمرے میں پہنچے۔ یہ صاحب عربی کی کتابوں میں دبے ہوئے بیٹھے تھے۔ انسان سے زیادہ فرشتہ معلوم ہوتے تھے۔ دبلے پتلے آدمی، سرخ سفید رنگ، چہرے پر چھوٹی سی داڑھی۔ معصومیت اور سادگی اُن کے ایک ایک انداز سے پھوٹی پڑتی تھی۔ گارڈنر ہمیں اُن کے پاس چھوڑ کر رخصت ہو گئے، اور ہم لوگ باتیں کرتے رہے۔ Dr. Links. نے بتایا کہ وہ چودہ سال انگریزی کے استاد کی حیثیت سے قاہرہ یونیورسٹی میں کام کر چکے ہیں۔ عربی سے انہیں بہت دلچسپی ہے۔ مجھ سے پوچھا کہ آپ عربی جانتے ہیں۔ میں نے کہا بدقسمتی سے میں عربی نہیں جانتا۔ مجھے فارسی اور اُردو سے دلچسپی ہے"۔
چند منٹ کے بعد ڈاکٹر لنکس Dr. Links. نے کہا۔ چلیے آپ کو قلمی کتابیں دکھاؤں۔ چنانچہ وہ ہمیں مختلف کمروں میں لے گئے، اور قلمی کتابیں دکھائیں۔ اس کے بعد انہوں نے ہمیں ریڈنگ روم میں چھوڑ دیا اور معذرت کر کے اپنے کمرے میں چلے گئے۔ میں ریڈنگ روم میں اُردو کی فہرستوں کو دیکھتا رہا۔ یہاں اطہر عباس رضوی صاحب سے مُلاقات ہوئی۔ کہنے لگے "میں نے آپ کو کہیں دیکھا ہے"۔ میں نے کہا لکھنؤ میں دیکھا ہوگا"۔ کہنے لگے "جی ہاں۔ میرا تعلق بھی لکھنؤ سے ہے۔ میں یوپی گورنمنٹ میں ایجوکیشن کا انڈر سکریٹری ہوں۔ اس سال مجھے آگرہ یونیورسٹی سے ڈی لٹ کی ڈگری ملی ہے۔ اب میں وظیفہ حاصل کر کے ایک سال کے لئے یہاں اٹھارویں اور انیسویں صدی کا ذہنی اور فکری تحریکوں پر کام کرنے کے لئے آیا ہوں"۔ میں نے پوچھا قیام کہاں ہے؟ کہنے لگے یونیورسٹی کے قریب ایک ہوٹل میں ٹھہرا ہوں"۔ میں نے اُن سے کہا آپ

سے ملاقات ہوتی رہے گی۔ میں کسی وقت حاضر ہوں گا"۔ وہ تو اپنے کام میں مصروف ہو گئے۔ میں نے قاسمی صاحب سے کہا کہ اب چلنا چاہیئے۔ چنانچہ ہم لوگ برٹش میوزیم کے باہر نکلے اور کتابوں کی دو دکانوں میں گھومتے رہے۔

ایک بجے کے قریب میں قاسمی صاحب سے رخصت ہوا۔ مجھے بی۔بی۔سی پہنچنا تھا۔ نعیم ملک نے وہاں ملنے کا وعدہ کیا تھا ــــ میں پاکستان سکشن میں پہنچا۔ عباسی سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے کہا "نعیم صاحب کا فون آیا ہے۔ آج وہ نہیں آسکیں گے۔ انہوں نے کہا ہے کہ شام کو اُن کے گھر پر ملاقات ہوگی۔ عباسی آج پریشان سے تھے۔ آنکھوں میں آنسو بھر بھر لاتے تھے۔ لاہور سے اُن کی بیوی کا خط آیا تھا۔ اُس میں یہ لکھا کہ گھر میں اُن کے ساتھ اچھا سلوک نہیں ہو رہا ہے ــ میں نے انہیں سمجھایا کہ پریشان نہ ہو۔ گھروں میں تو ایسی باتیں ہو ہی جاتی ہیں ــ جلد از جلد بیوی کو بلانے کی کوشش کرو" ــــ چند منٹ وہاں بیٹھ کر پاکستان ہوسٹل آگیا۔ تھوڑی دیر آرام کیا۔ والد صاحب اور فہمیدہ کو خط لکھے، اور ساڑھے پانچ بجے کے قریب نعیم کے یہاں جانے کی غرض سے باہر نکلا۔ سڑکوں پر ٹریفک اتنا زیادہ تھا۔ نہ جانے کیسے کیسے ہائیڈ پارک کارنر ۲ نمبر بس اسٹاپ تک پہنچا۔ یہ بس Hampstead ہیمپسٹیڈ جاتی ہے۔ نعیم وہاں ۲۹۔ کیدر پور ایونیو 29-Kidderpure Avenue میں رہتے ہیں ــــ خدا خدا کر کے بس میں سوار ہوا اور سات بجے کے بعد نعیم کے یہاں پہنچا۔ اُن کی بیوی میرین ابھی تک دفتر سے نہیں آئی تھیں۔ ساڑھے سات بجے کے قریب آئیں۔ آج انہیں اسٹیشن جانا پڑا۔ اُن کے گھر سے کچھ مہمان آئے ہوئے تھے۔ اِن مہمانوں کو ہوٹل میں ٹھہرا کر وہ گھر آئیں۔ نعیم اس وقت چاول اور مرغ وغیرہ تیار کر چکے تھے۔ میرین نے آکر سلاد وغیرہ بنائی۔ ہم لوگوں نے آٹھ بجے کھانا کھایا۔ پھر باتیں کرتے رہے۔ ساڑھے نو بجے وہاں سے رخصت ہوئے۔ اور ہوسٹل آگئے

قاسمی صاحب کو ڈاکٹر قزلباش سے ملنا تھا۔ اس لئے وہ بھی ساتھ ہوتے۔ وہ ڈاکٹر قزلباش کے کمرے میں چلے گئے۔ میں اپنے کمرے میں آگیا۔ کچھ دیر لکھتا پڑھتا رہا۔ ساڑھے دس بجے کے قریب مجھے نیند آگئی۔

بُدھ ۱۰ اکتوبر ۱۹۶۲ء

صبح کو سات بجے اُٹھا۔ نو بجے نیچے جاکر ناشتہ کیا۔ دس بجے کے قریب ٹیوب ٹرین سے اسکول پہنچا۔ ڈاک دیکھی۔ شکن اور فہمیدہ کے خط ملے۔ خط پڑھتا ہوا اپنے کمرے میں آگیا۔ تنہا بیٹھا رہا۔ ساڑھے دس بجے رسل آگئے۔ اُن سے باتیں ہوتی رہیں۔ گیارہ بجے میرا لکچر تھا۔ میرے امریکی شاگرد چارلس ٹامس آگئے۔ انہیں پریم چند پڑھایا۔ ایک پیراگراف سے آگے نہ بڑھ سکے۔۔۔ بارہ بجے انہیں چھوڑا۔ تھوڑی دیر بیٹھا رہا۔ پھر یہ سوچا کہ چند منٹ کے لئے اسکول کی اصل عمارت میں چلوں۔ ایک دفعہ ڈاک اور دیکھ لوں، اور اسکول کے ڈائریکٹر کی سکریٹری مس شین Miss. Shane کو یہ بتادوں کہ میں ۱۲ اکتوبر کو ڈائرکٹر کی کافی پارٹی میں شریک ہوں گا۔ وہاں سے واپس آیا تو عبدالصبوح قاسمی صاحب آگئے۔ چند منٹ بیٹھے۔ اس کے بعد ہم لوگ شارلٹ اسٹریٹ کی تلاش میں Tottenhem court Road کی طرف چل دیئے جہاں Bortirelli Restaurant میں انڈیا آفس کے لائبریرین مسٹر سٹن Mr. Sutton نے ہمیں دن کے کھانے پر بلایا تھا۔ کئی چکر لگائے لیکن یہ سڑک نہ ملی۔ اس لئے پولیس اسٹیشن میں جاکر دریافت کیا۔ ایک پولیس افسر نے صحیح پتہ دیا اور ہم چند منٹ میں اس سڑک پر پہنچ گئے۔ ریستوران سامنے تھا۔ ہم لوگ اندر گئے۔ ایک بج چکا تھا۔ شکر کیا کہ وقت پر پہنچ گئے۔ نیچے مسٹر سٹن کو تلاش کیا لیکن وہ کہیں نظر نہیں آئے۔ اس لئے قاسمی صاحب نے اوپر جاکر دیکھا۔ وہاں اسکول آف اورینٹل اسٹڈیز کے لائبریرین مسٹر پیرسن Mr. Pearson بیٹھے ہوئے مسٹر سٹن Mr. Sutton کا انتظار کر

رہے تھے۔ہم لوگ بھی اُن کے پاس بیٹھ گئے اور باتیں کرنے لگے۔ اتنے میں سٹن بھی آ گئے۔ ڈھائی بجے تک ہم لوگ کھانا کھاتے اور باتیں کرتے رہے۔ اس کے بعد رُخصت ہوئے۔

تین بجے مجھے آلڈوچ Aldwych پہنچنا تھا۔نعیم کو ساتھ لے کر نیشنل انشورنس منسٹری کے دفتر میں جانا تھا۔ جیسے ہی میں کنگس وے Kingsway کے قریب پہنچا۔نعیم ایک کافی ہاؤس سے نکلتے ہوئے نظر آئے۔ انھیں لے کر منسٹری کے دفتر میں گیا۔ وہاں کاغذات جمع کیے۔ وہاں سے ایک کارڈ ملا۔ وہ لے کر ہم لوگ Holborn کے ٹیوب اسٹیشن پر پہنچے اور گاڑی میں سوار ہوئے۔نعیم تو راستے میں Piccadilly پر اُتر گئے۔ میں Knights Bridge آیا۔ راستے میں ایکسپریس ڈیری سے دودھ کی بوتل خریدی، اپنے کمرے میں پہنچا اور فہمیدہ کو خط لکھنے بیٹھ گیا۔

سات بجے کے بعد نیچے اترا۔عثمان بیری اور نذیر حسین کینٹین میں بیٹھے کھانا کھا رہے تھے میں بھی اپنا کھانا لے کر اُن کے ساتھ بیٹھ گیا۔ کھانا کھایا۔ چائے پی۔ اُس کے بعد خط ڈالنے کے لئے ہوسٹل سے باہر گیا۔ خط پوسٹ کیا، اور اپنے کمرے میں واپس آ گیا۔ ڈائری کا ایک صفحہ لکھا، اور سو گیا۔

جمعرات ۱۱ر اکتوبر ۱۹۶۲ء

پانچ بجے کے قریب آنکھ کھلی۔ بستر میں لیٹا رہا۔ ساڑھے سات بجے اٹھا۔ ڈائری کے چند صفحے لکھے۔ پھر تیار ہو کر نیچے ناشتہ کرنے گیا۔ ناشتے سے فارغ ہو کر اوپر اپنے کمرے میں آیا۔ دس بجے ٹیوب ٹرین میں بیٹھ کر اسکول پہنچا ڈاک دیکھی۔ آج فہمیدہ کے دو خط ملے۔ اپنے اسکول کے کمرے میں جا کر پڑھے۔ طبیعت کو اطمینان ہوا۔ گیارہ بجے سے کچھ پہلے رسل آ گئے۔ اُن سے باتیں ہوتی رہیں۔ سوا گیارہ بجے میرے شاگرد Charles Thomas آئے۔ انہیں فسانۂ مبتلا پڑھانا شروع کیا اور پورے دو گھنٹے تک پڑھاتا

رہا۔ اتنی دیر تک پڑھانے میں تھکن تو ہوئی لیکن لطف بھی بہت آیا۔
کلاس ختم ہی کی تھی کہ رسل آ گئے اور کہا چلئے Birkbeck College
میں کھانا کھاتے ہیں اور میں اُن کے ساتھ کھانا کھانے کے لئے
چلا گیا۔ آج وہاں مچھلی نہیں ملی۔ میں نے سلاد کی ایک پلیٹ لی۔ ایک انڈا،
ایک کیلا اور توس کھانا مناسب سمجھا۔ وہاں سے اُٹھ کر ہم لوگ اسکول کے
سینئر کامن روم میں آئے اور وہاں کافی کی ایک ایک پیالی لی۔ وہاں سے چلے
تو رسل نے کہا "ذرا مسٹر گارڈنر MRS. GARDINER سے ملتے چلئے۔ یہ ہمارے
ڈیپارٹمنٹ کی سکریٹری ہیں۔ آپ سے ملنا چاہتی ہیں۔ ہم لوگ اُن کے
پاس پہنچے۔ وہ فون کر رہی تھیں۔ کہنے لگیں "بیٹھئے"۔ رسل کا کلاس تھا۔ وہ
تو چلے گئے۔ میں بیٹھ گیا۔ MRS. GARDINER نے فون سے فارغ ہو کر
مجھ سے میرے نام کی صحیح Spelling دریافت کی — یہ بھی پوچھا
کہ آج کل آپ کہاں ٹھہرے ہوئے ہیں"۔ میں نے کہا "ابھی تک پاکستان ہاؤس
میں ہوں۔ میرا پتہ ہے ۱۶۔ چیشم پلیس 16, Chesham Place
Lownd's S.W.I انہوں نے شکریہ ادا کیا اور کہنے لگیں۔ "میں آپ
کو رجسٹر تیار کر کے بھیج دوں گی۔ میں نے کہا آپ کی نوازش ہوگی"۔
Mrs. Gardiner سے رخصت ہو کر میں اپنے کمرے میں آیا۔
رسل پڑھا رہے تھے۔ میں نے اپنا تھیلا لیا اور Tottenhem court
Road کی طرف چل دیا۔ وہاں سے روشنائی کی ایک شیشی
خریدی۔ پھر ۷۳ نمبر بس میں بیٹھا۔ ہائیڈ پارک کارنر پر اُترا اور وہاں سے پیدل
ہوسٹل کی طرف چلا۔ راستے میں سوچا ذرا خالق صاحب سے ملتا چلوں۔ اُن
کی سکریٹری صاحبہ غائب تھیں۔ خالق صاحب کے کمرے میں حسب معمول کئی
آدمی بیٹھے تھے اور باتیں ہو رہی تھیں۔ اس لئے میں نے ملنا مناسب
نہیں سمجھا۔ اور وہاں سے اُٹھ کر اپنے کمرے میں آ گیا۔

چند منٹ بیٹھا رہا۔ پھر فہمیدہ اور چندہ کو خط لکھے اور سات بجے نیچے اُترا۔ سوا سات بجے کینٹین میں کھانا کھایا۔ کھانا کھا کر چائے پی رہا تھا کہ عثمان بیری آ گئے۔ آج اُن کے ساتھ نذیر حسین نہیں تھے۔ کہنے لگے "آج بھائی جان کہیں نکل گئے ہیں۔ اُن کی وجہ سے پریشان ہوں۔ آٹھ بجے تک اُن کا انتظار کیا۔ پھر یہ طے پایا کہ ذرا باہر نکل کر گھوما جائے۔ ہم لوگ البرٹ گیٹ تک گئے۔ وہاں میں نے خط پوسٹ کئے۔ اور واپس آ گئے۔ نو بجے بیری نے کھانا کھایا۔ میں بیٹھا رہا۔ سوا نو بجے کے قریب ہم لوگ رخصت ہوئے۔ وہ تو ہوٹل چلے گئے۔ میں اپنے کمرے میں آ گیا۔ تھوڑی دیر لکھتا پڑھتا رہا۔ ساڑھے دس بجے کے قریب مجھے نیند آ گئی اور میں سو گیا۔

جمعہ ۱۲ اکتوبر ۱۹۶۲ء

صبح سات بجے آنکھ کھلی۔ تھوڑی دیر بستر میں لیٹا رہا۔ پھر اٹھ کر تیار ہوا۔ ۹ بجے کے قریب نیچے پہنچا۔ سوچا ناشتے سے قبل دفتر میں جا کر پیسے دے دوں۔ میرے اوپر کئی روز کا کرایہ باقی تھا اور ہوسٹل کے وارڈن کی طرف سے نوٹس ملا تھا کہ کرایہ ادا کیجئے۔ دفتر میں پہنچا تو کرنل صاحب موجود تھے۔ میں نے کہا مجھ سے پیسے لے لیجئے۔ چیک دینے میں مجھے آسانی ہوگی۔ کہنے لگے مجھے تو چیک میں کوئی اعتراض نہیں لیکن ہائی کمیشن والے اعتراض کرتے ہیں۔ اس لئے ہم لوگ مجبوراً کیش ہی وصول کرتے ہیں۔ میں نے کہا، اچھا میں کیش ہی دے دوں گا۔ ہم باتیں کر ہی رہے تھے کہ ہاؤس کیپر (جو ایک بوڑھی انگریز عورت ہے) آ گئی۔ اُس نے مجھ سے ساڑھے پانچ پونڈ وصول کئے اور رسید بنا کر دے دی۔ اب میری جیب میں صرف ایک پونڈ کا نوٹ رہ گیا۔ اس لئے تھوڑی دیر تو خاصی پریشانی رہی۔ یہ سوچتا رہا کہ اگر ضرورت پڑ گئی تو کیا کروں گا پھر خیال آیا ناشتہ تو کرو۔ جو کچھ ہوگا دیکھا جائے گا۔

ناشتہ کر کے میں فوراً ہی اسکول کی طرف چل دیا۔ ٹیوب ٹرین نے مجھے چند

منٹ میں وہاں پہنچا دیا۔ سب سے پہلے ڈاک دیکھی۔ آج گھر سے کوئی خط نہیں آیا۔ میں چُپ چاپ جا کر اپنے کمرے میں بیٹھ گیا۔ اور چند منٹ یوں ہی بیٹھا رہا۔ پھر رُوح نظر ڈالی اور نظیر کی نظم بنجارہ نامہ پڑھنا شروع کی۔ آج اسی نظم پر مجھے لکچر دینا تھا۔ کلاس تو گیارہ بجے شروع ہونے والی تھی لیکن چونکہ اسکول کے ڈائرکٹر پروفیسر فلپس نے Professor Philips مجھے گیارہ بجے کافی کی دعوت دی تھی، اس لئے میں نے طالب علموں سے یہ کہہ دیا تھا کہ میں ڈائرکٹر کے ساتھ مصروف ہوں گیارہ بجے کے بجائے بارہ بجے آئیں۔

گیارہ بجنے میں چند منٹ باقی تھے کہ میں اپنے کمرے سے اُٹھا اور ٹھیک گیارہ بجے اسکول کے ڈائرکٹر پروفیسر فلپس کے کمرے میں پہنچ گیا۔ اُن کی سکریٹری مس شین Miss Shane اُن کے کمرے کے سامنے کھڑی تھیں۔ اپنے مخصوص انداز میں کہنے لگیں "آپ سیدھے کمرے کے اندر چلے جائیے — ڈائرکٹر آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ میں کمرے میں داخل ہوا تو دیکھا وہاں دو آدمی اور بیٹھے ہیں۔ پروفیسر فلپس بڑے تپاک سے ملے۔ اِن لوگوں کا تعارف کرایا۔ کہنے لگے۔ ان سے ملئے یہ ڈاکٹر مدن ہیں۔ لکھنؤ سے آئے ہیں Anthropology میں لکچرار ہیں —— اور یہ مسٹر حسن ہیں۔ یہ قانون کے شعبے ہیں لکچرار ہیں —— چند منٹ میں ایک صاحب اور ہانپتے کانپتے گھبرائے ہوئے سے کمرے میں داخل ہوئے۔ یہ نوجوان آدمی تھے۔ پروفیسر فلپس نے اُن کا تعارف کراتے ہوئے کہا کہ "یہ مسٹر اسمتھ ہیں۔ تاریخ کے شعبے میں لکچرار کی حیثیت سے ان کا تقرر ہوا ہے۔ اتنے میں ایک معمر خاتون کافی لے کر آگئیں، اور ہم لوگ کافی پینے لگے۔

پروفیسر فلپس نے مجھ سے پوچھا کہ "آپ کب آئے؟ میں نے کہا ۳۰ ستمبر کو لندن پہنچا۔ کہنے لگے "آپ پہلی دفعہ انگلستان آئے ہیں؟" میں نے کہا "جی ہاں، یہ میرا پہلا سفر ہے۔ کہنے لگے پھر تو آپ کو بہت عجیب معلوم ہوتا ہوگا۔"

پوچھا کہاں قیام ہے؟ میں نے جواب دیا — "پہلے ویورلی ہوٹل میں ٹھہرا تھا۔ اب کوئی ڈیڑھ ہفتے سے پاکستان ہاؤس میں ہوں۔ کہنے لگے اسی شہر میں رہنے کی بڑی دقتیں ہیں۔ مکان تلاش کیجیئے۔" میں نے کہا "کوشش کر رہا ہوں — دیکھئے کب تک کامیابی ہوتی ہے؟

چند منٹ وہ ذاتی باتیں کرتے رہے۔ پھر اسکول آف اورینٹل اسٹڈیز کے بارے میں کچھ باتیں شروع کر دیں کہنے لگے۔ "اسکول میں اساتذہ اور طلباء دونوں کی تعداد بڑھتی جاتی ہے۔ لیکن جگہ بہت کم ہے۔ ۶۳ء اور ۶۴ء میں نئی عمارتوں کی تعمیر شروع ہوگی۔ اُس وقت بڑی دشواری پیش آئے گی۔ جن کمروں میں آج کل بعض اساتذہ بیٹھتے ہیں اُن پر عمارت بنے گی۔ دوران تعمیر وہ لوگ کہاں بیٹھیں گے اور کس جگہ پڑھائیں گے۔" پھر کچھ دیر انگلستان کی یونیورسٹیوں کا ذکر کیا اور یہاں کے نظام تعلیم پر روشنی ڈالی۔ کہنے لگے "یہاں کے نظام تعلیم میں گڑبڑ بہت ہے۔ لائبریریوں کا انتظام ٹھیک نہیں ہے۔ طالب علموں کو بڑی دشواری ہوتی ہے۔ امریکہ میں اس سلسلے میں کچھ نئے تجربے ہو رہے ہیں۔ ہارورڈ یونیورسٹی میں ان لوگوں نے ہر موضوع کی کتابیں الگ الگ جمع کی ہیں۔ مثلاً ایک بہت بڑا ہال صرف شاعری کی کتابوں کے لئے ہے، اور جس طالب علم کو شاعری سے دلچسپی ہے، وہ اس کمرے میں جا کر شاعری کی ہر کتاب کو نہایت آسانی سے حاصل کر سکتا ہے — ایک کمرہ انہوں نے ایسا بنایا ہے جس میں شاعروں کی آوازیں ریکارڈ کر کے جمع کی گئی ہیں۔ وہاں جا کر وہ جس شاعر کی نظم سُننا چاہے سُن سکتا ہے — اس سے طالب علموں کو بہت فائدے ہوتے ہیں۔ ہمارے یہاں کی لائبریریاں اونچے درجے کی تحقیق کے لئے تو اچھی ہیں لیکن طالب علموں کے لئے زیادہ مفید ثابت نہیں ہوتیں۔ ٹیوٹوریل اور سیمینار کا طریقہ بھی جیسا ہونا چاہیئے ویسا نہیں ہے۔ میں چاہتا ہوں اِن موضوعات پر تبادلہ خیال ہو۔ اس سال میں نے دو پروفیسروں کو دعوت دی ہے کہ وہ اِن موضوعات پر اپنے

خیالات کا اظہار کریں ۔ اس موقع پر تبادلۂ خیال ہوگا ۔ اور اس سے بعض مفید نتائج برآمد ہوں گے" آخر میں کہنے لگے "میں باتیں بہت کرتا ہوں ۔ آپ لوگ مجھے معاف کیجئے گا ۔ آپ لوگوں کے جو مسائل ہوں اُن سے مجھے آگاہ کیجئے تاکہ اُن کو حل کیا جائے ۔ ابھی آپ نئے نئے آئے ہیں ۔ آپ کو جو بھی دشواری پیش آئے اُس کو بغیر کسی تکلف کے مجھ تک پہنچایئے ۔ بارہ بجے تک وہ باتیں کرتے رہے ۔ اس کے بعد کہنے لگے "میں نے آپ کا بہت وقت لیا ۔ اچھا ، ہم لوگ اکثر ملتے رہیں گے"۔

میں وہاں سے رُخصت ہوکر اپنے کمرے میں آیا ۔ میرے طالب علم Charles Thomas اور Mrs. Mayat دروازے پر میرا انتظار کر رہے تھے ۔ میں نے اُن سے معذرت کی ۔ کمرہ کھولا ، اور انہیں پڑھانا شروع کیا ۔ نظیر اکبر آبادی کی 'بنجارہ نامہ' پڑھائی ۔ ایک بجے اُٹھ کر میں سیدھا Bloomsbay Park Branch Investment's Bank میں پہنچا ۔ سوچا چیک کیش کرا لوں ۔ میرا حساب تو مورگیٹ کی برانچ میں ہے لیکن اس برانچ میں بھی چیک کیش ہو سکتے ہیں ۔ میں نے اطلاعات کے کاؤنٹر پر دریافت کیا کہ کیا میں یہاں چیک کیش کرا سکتا ہوں ۔ ایک شخص کاؤنٹر پر آیا ۔ اُس نے کاغذات دیکھ کر بتایا کہ ابھی مورگیٹ والوں نے ہمیں اطلاع نہیں دی ہے"۔ میں نے کہا ، بہت اچھا ، میں مورگیٹ جاؤں گا"۔ یہ کہہ کر میں چلنے ہی والا تھا کہ اُس نے کہا ۔ "آپ کو کتنی رقم چاہیئے ؟" میں نے کہا "بیس پونڈ"۔ اُس نے کہا ، ابھی مل جائیں گے آپ چیک لکھ دیجئے ۔ اس نے مجھ سے چیک لکھوایا اور مورگیٹ فون کیا ۔ دو تین منٹ میں اُس نے مجھے نوٹ لا کر دے دیئے ۔ میں اُس کے اخلاق کو دیکھ کر حیران رہ گیا ۔ بنک سے نکل کر میں بی بی سی پہنچا ۔ میں عباس احمد عباسی ، خالد حسن قادری ، اطہر علی اور قاسمی سے ملاقات ہوئی ۔ چائے پی کر چار بجے وہاں سے چلا اور ۹ نمبر بس میں بیٹھ کر پاکستان ہوسٹل آیا ۔ چند منٹ لیٹا رہا ۔ پھر ایک ، دو خط لکھے ۔

اتنے میں شام ہو گئی۔ نیچے اُترا اور نائٹس برج Knights Bridge کا ایک چکر لگایا۔ سات بجے واپس آیا۔ اور کنٹین میں کھانا کھایا۔ ساڑھے آٹھ بجے کے قریب میں اپنے کمرے میں آ گیا۔ تھوڑی دیر پڑھتا رہا۔ پڑھتے پڑھتے ساڑھے نو بجے کے قریب مجھے نیند آ گئی۔

ہفتہ ۱۳ اکتوبر ۱۹۶۲ء

صبح ساڑھے سات بجے سو کر اُٹھا۔ ۹ بجے ناشتہ کرنے نیچے گیا۔ پھر اوپر آکر دو تین خط لکھے۔ شکن کے نوٹس کا پارسل کئی دن سے بنا ہوا رکھا تھا۔ سوچا آج اس کو بھی بھیج دوں گا۔ چنانچہ وہ پارسل بغل میں دبایا، پوسٹ کرنے والے خط جیب میں رکھے اور Knights Bridge کے ڈاک خانے کی طرف چلا۔ چند منٹ میں پارسل ہو گیا۔ چار شلنگ چھ پنس کے ٹکٹ لگے۔ میں نے اس کو ایک پونڈ کا نوٹ نکال کر دیا۔ اُس نے باقی پیسے واپس کر دیئے۔ ڈاک خانے سے نکل کر، میں نے سوچا ذرا سڑکوں کی سیر کرنی چاہیئے۔ چنانچہ Kensington جانے والی سڑک پر چل دیا، اور دور تک چلا گیا۔ گیارہ بجے کے قریب واپس لوٹا۔ سلون اسٹریٹ کی طرف سے Port Sreet میں داخل ہوا۔ ایکسپریس ڈیری سے دودھ کی بوتلیں، ڈبل روٹیاں اور مکھن کا ایک پیکٹ خریدا۔ پانچ شلنگ دو پنس صرف ہوئے۔ ایک لفافے میں ان چیزوں کو لے کر اپنے کمرے میں آیا۔ مکھن لگا کر دو تین توس کھائے۔ ایک بوتل دودھ پیا، اور لکھنے کے لئے بیٹھ گیا۔ ڈائری کے چند صفحے لکھے۔ اور پھر کپڑے پہنے پہنے بستر میں لیٹ گیا۔

سہ پہر تک اسی طرح لیٹا رہا۔ ۴ بجے کے قریب طبیعت بہت گھبرائی۔ تنہائی نے مہیب شکلیں بنا کر ڈرانا شروع کیا اس لئے سوچا کہ تھوڑی دیر کے لئے باہر نکلنا چاہیئے۔ اس طرح کچھ طبیعت بہل جائے گی۔ کمرے سے نکلا ہائیڈ پارک کارنر کی طرف چل دیا وہاں سے دائیں جانب مڑا، یہ سڑک رنگ روڈ کہلاتی

ہے۔ اس کو پار کیا اور ایک دوسری لمبی اور کشادہ سڑک پر پہنچا۔ اُس میں آگے بڑھتا گیا۔ وہ سڑک ایک ایسی جگہ جا کر ختم ہوئی جہاں چوراہے پر ایک بہت خوبصورت سا مجسمہ بنا ہوا تھا۔ اُس کے سامنے ایک محل تھا۔ جس کے اندر کئی سپاہی سرخ جیکٹ اور سیاہ پتلونیں پہنے، بالوں کو اونچی اونچی سیاہ ٹوپیاں پہنے، ہاتھوں میں رائفل لئے پہرہ دے رہے تھے۔ باہر سڑک پر لوگوں کا ہجوم تھا۔ وہ محل کے سامنے کھڑے تھے۔ کوئی تصویریں کھینچ رہا تھا، کوئی آپس میں ہنسی مذاق کر رہا تھا۔ تھوڑی دیر میں نے اس منظر کو دیکھا۔ لیکن یہ نہ معلوم ہو سکا کہ یہ کون سی جگہ ہے۔ محل پر کچھ لکھا ہوا نہیں تھا ــ اس منظر کو دیکھ کر میں اپنے کمرے میں واپس آیا۔ لندن کا نقشہ نکالا اس خیال سے کہ معلوم کروں کہ یہ کون سی جگہ تھی جس کو میں دیکھ کر آ رہا ہوں۔ نقشے سے معلوم ہوا کہ یہ بکنگھم پیلیس ہے جہاں انگلستان کی ملکہ رہتی ہیں۔

اب چھ بج چکے تھے۔ طبیعت بہت گھبرائی۔ جی چاہتا تھا کسی سے باتیں کروں۔ تنہائی کا احساس صد درجہ شدید ہو گیا تھا۔ لیکن بات کرنے کے لئے آدمی نہیں ملتا تھا ــ اس لئے باہر نکل کر پھر سڑک پر گھومنے لگا ــ سات بجے واپس آ کر سوچا ذرا ملک نعیم ہی کو فون کروں۔ کم از کم فون ہی پر بات ہو جائے گی۔ چنانچہ فون کیا۔ اتفاق سے وہ فون پر مل گئے۔ میں نے کہا حضرت! مانچسٹر Manchester کیوں چلے گئے تھے؟ کہنے لگے، وہاں میرے ایک عزیز ہیں۔ اُن کی بیماری کی خبر ملی۔ میں نے سوچا ذرا اُن کو دیکھ آؤں۔ کل واپس آیا۔ میں نے کہا وہاں آپ کا پیغام یونیورسٹی میں مل گیا تھا۔ پوچھنے لگے "آپ کیا کر رہے ہیں؟"۔ میں نے کہا "در و دیوار سے باتیں کر رہا ہوں۔ تنہائی نے دیوانہ بنا دیا ہے۔ کہنے لگے "انشاء اللہ صبح ملاقات ہوگی۔ میں میرین کو ساتھ لے کر قاسمی صاحب سے ملنے جاؤں گا۔ آپ بھی وہاں آ جائیے۔ وہ 154. Bayswater Road پر ویسٹ لینڈ ہوٹل Westland Hotel میں ٹھہرے ہوئے

ہیں۔ آپ ۱۶ نمبر بس لے کر ماربل آرچ Marble Arch پہنچ جائیے۔ وہاں سے دوسری بس لے لیجئے وہ آپ کو لنکاسٹر گیٹ Lancaster Gate اتار دے گی۔ میں نے کہا "اچھا کوشش کروں گا" —— کہنے لگے۔ "پرسوں بھی ہم لوگ ایک بجے بی بی سی کے ریسٹوران میں ملیں گے۔ میں آپ کا انتظار کروں گا"۔ میں نے کہا اچھا انشاءاللہ کل اور پرسوں دونوں دن ملاقات ہوگی"۔

اب ساڑھے سات بج چکے تھے۔ اس لئے میں نے سوچا کھانا کھا لیا جائے کینٹین میں گیا۔ گوبھی گوشت کے ساتھ روٹی کھائی۔ ساڑھے آٹھ بجے تک وہاں بیٹھا رہا۔ خیال آیا کہ عثمان بیری اور نذیر حسین اس وقت آجاتے تو کیسا اچھا ہوتا۔ خوب باتیں ہوتیں۔ تنہائی کا طلسم ٹوٹ جاتا۔ لیکن وہ نہیں آئے۔ نو بجے میں نے عثمان بیری کے نام ایک پرچہ لکھ کر ان کے خانے میں رکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ آپ سے ملنے کو جی چاہتا ہے اگر آپ آئیں تو میرے کمرے میں آجائیے۔ میں اوپر اپنے کمرے میں آگیا۔ ساڑھے نو بجے کے قریب نیند آنے لگی۔ بجلی بند کر کے لیٹا ہی تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی۔ دروازہ کھولا تو دیکھا نذیر حسین کھڑے ہانپ رہے ہیں —— میں نے کہا "آئیے، خوب آئیے۔ میں تو آج آپ لوگوں سے ملنے کے لئے بے چین تھا — کہنے لگے "بیری تو باہر گئے ہوئے ہیں۔ میں ابھی آیا تو اُن کے نام آپ کا پرچہ ملا۔ سوچا میں آپ سے ملتا چلوں"۔ میں نے کہا "آپ نے بہت اچھا کیا — اسی وقت میری دلی مُراد بر آئی۔ کچھ اور مانگتا تو وہ بھی مل جاتا" ——

وہ گیارہ بجے تک بیٹھے رہے اور اِدھر اُدھر کی باتیں کرتے رہے۔ سوا گیارہ بجے میں نے انہیں رخصت کیا، اور چُپ چاپ لیٹ کر سوگیا۔

اتوار ۱۴ اکتوبر ۱۹۶۲ء

صبح کو سات بجے آنکھ کھلی۔ کچھ دیر یوں ہی بستر میں لیٹا رہا — آٹھ بجے کے قریب اٹھا۔ ضروریات سے فارغ ہوا۔ پونے نو بجے نیچے کینٹین میں جا کر ناشتہ

گیا اور ٹھیک نو بجے Westland Hotel جانے کے لئے باہر نکلا۔
دس بجے مجھ کو وہاں پہنچنا تھا۔ اس لئے میں نے یہ سوچا ابھی ایک گھنٹہ باقی ہے۔
بجائے بس میں سوار ہونے کے کیوں نہ ہائیڈ پارک کے اندر سے نکل کر بیس واٹر
روڈ Bayswater Road پر پہنچوں۔ چنانچہ لندن کا نقشہ اپنے
ساتھ لیا اور البرٹ گیٹ کے راستے سے ہائیڈ پارک میں داخل ہوا۔ ہائیڈ
پارک کے اندر جا کر نقشہ کھولا اور یہ دیکھنے کی کوشش کی کہ مجھے کس طرف کو جانا
ہے۔ البرٹ گیٹ کے قریب سے ایک سڑک تو سیدھی ماربل آرچ
Marble Arch کو جاتی ہے۔ دوسری سڑک پر وکٹوریا گیٹ لکھا ہوا
ہے اور تیر کا نشان بنا ہوا ہے۔ میں نے مناسب سمجھا کہ بجائے ماربل آرچ
جانے کے وکٹوریا گیٹ والی سڑک پر چلنا چاہیئے۔ کیونکہ وہاں سے
Lancaster Gate قریب ہے۔ چنانچہ میں اُس سڑک پر چل دیا۔ اس
سڑک کے آس پاس حد نظر تک سبزہ ہی سبزہ تھا۔ دھوپ بھی نکل آئی تھی۔
موسم نہایت ہی خوشگوار تھا۔ اس سے لُطف اندوز ہوتا ہوا میں چند منٹ
میں وکٹوریا گیٹ پہنچ گیا۔ وکٹوریا گیٹ کے سامنے جو سڑک ہے وہ
Bayswater Road کہلاتی ہے۔ میں اس سڑک پر بائیں جانب
مُڑ گیا، اور ۱۵۴ نمبر کو تلاش کرنے لگا۔ Westland Hotel کا نمبر
تھا۔ اس سڑک پر خاصی دور چلنے کے بعد ایک عمارت نظر آئی جس پر
Westland Hotel لکھا ہوا تھا۔

میں اُس کے اندر داخل ہوا تو سامنے مولوی عبدالصبوح قاسمی صاحب
نظر آئے۔ سامنے ایک صوفے پر نعیم ملک اور میرین بیٹھے ہوئے تھے۔ قاسمی
صاحب ہم لوگوں کو اوپر اپنے کمرے میں لے گئے۔ باتیں ہونے لگیں۔ کافی
کا دور چلنے لگا اور ہم لوگ کوئی ایک گھنٹے پاکستان کے بارے میں باتیں کرتے
رہے۔ خاص طور پر پاکستان کے موجودہ حالات، وہاں کے پُرفضا مقامات

اور دلچسپ رسومات پر باتیں ہوتی رہیں۔ باتیں انگریزی میں ہوئیں کیونکہ ایک انگریز خاتون بھی موجود تھیں۔ گیارہ بجے ہم لوگ وہاں سے رخصت ہوئے۔ نعیم اور میرین تو گھر جانے کے لئے بس کا انتظار کرنے لگے، اور میں پیدل ہائیڈ پارک کی طرف چل دیا۔

ہائیڈ پارک کے اندر داخل ہوا تو بہت خوشگوار منظر تھا۔ دھوپ بہت اچھی معلوم ہو رہی تھی۔ بے شمار لوگ اپنے اپنے گھروں سے باہر نکل آئے تھے اور ہائیڈ پارک کی سیر کر رہے تھے۔ جوڑے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے محو خرام تھے۔ کچھ لوگ اپنے بچوں کو گاڑیوں میں لئے ہوئے گھوم رہے تھے۔ کچھ لوگ کبوتروں کو ڈبل روٹی توڑ توڑ کر کھلا رہے تھے — کچھ کشتی چلانے میں مصروف تھے۔ کچھ مچھلی کے شکار میں مگن تھے — کچھ گھوڑے دوڑا رہے تھے۔ کچھ ان مناظر کو دیکھ رہے تھے۔ ایک بوڑھا انگریز اپنی بوڑھی بیوی کی تصویریں مختلف زاویوں سے کھینچ رہا تھا اور وہ بڑے شوق سے اپنی تصویریں کھنچوا رہی تھی۔ میں دیر تک ان مناظر کو دیکھتا رہا — پھر دھوپ میں ایک بنچ پر بیٹھ گیا، اور کوئی ایک بجے تک بیٹھا رہا — اب مجھے بھوک لگنے لگی تھی۔ اس لئے وہاں سے پاکستان ہاؤس کی طرف آیا۔ کھانا کھایا اور اپنے کمرے میں آگیا۔ تھوڑی دیر آرام کیا پھر ملک اسلم صاحب کو خط لکھا اور اس کو پوسٹ کرنے کے لئے باہر نکلا۔ اُس کے بعد یوں ہی سڑکوں پر گھومتا رہا۔ شام کو واپس آیا۔ کھانا کھایا۔ کمرے میں آکر لکھنے پڑھنے کا کچھ کام کیا اور دس بجے کے قریب سو گیا۔

پیر ۱۵ اکتوبر ۱۹۶۲ء

صبح بڑا بھیانک خواب دیکھا۔ ظہیر صاحب بہت پریشان نظر آئے۔ آنکھ کھل گئی۔ گھڑی دیکھی تو پانچ بجے تھے۔ طبیعت بہت گھبرائی۔ وظیفہ پڑھنا شروع کیا۔ طبیعت کچھ ٹھیک ہوئی۔ پھر سو گیا۔ ساڑھے سات بجے آنکھ کھلی۔ ساڑھے آٹھ بجے اُٹھ کر ناشتہ کرنے نیچے گیا۔

ناشتہ کر ہی رہا تھا کہ عبدالماجد بٹ آ گئے۔ یہ صاحب لاہور کے رہنے والے ہیں اور پاکستان ہائی کمیشن میں کام کرتے ہیں ۔۔ انہوں نے کل رات کو وعدہ کیا تھا کہ صبح مجھے ڈاکٹر کے پاس لے جائیں گے اور نام رجسٹر کرا دیں گے۔ اور ساتھ لانڈری میں قمیص بھی دُھلنے کے لئے دے دیں گے ۔۔ کہنے لگے "چلیئے"۔ میں ناشتہ کر کے اُن کے ساتھ ہو لیا۔ پہلے ہم لوگ سن لائٹ لانڈری میں گئے ۔ وہاں ایک فارم بھرا۔ نام اور پتہ درج کیا۔ قمیص ایک لفافے میں رکھی اور وہ فارم لفافے کے ساتھ باندھ کر ایک بوڑھی عورت کو دے دیا ہے ۔ کہتے ہیں ایک ہفتے کے بعد آپ کی قمیص دُھلی دھلائی مل جائیں گی۔ ایک قمیص کے دو شلنگ دینے پڑیں گے ۔۔ وہاں سے رُخصت ہو کر بٹ صاحب مجھے ڈاکٹر کے پاس لے گئے۔ یہ ڈاکٹر پاکستان ہاؤس کے قریب ہی رہتے ہیں ۔۔ ان کا نام Dr. Gunue مجھے دیکھتے ہی اندر بُلا لیا۔ کہنے لگے "کہئے میں آپ کی کیا مدد کروں؟"۔ میں نے کہا "میں پاکستان سے آیا ہوں۔ پاکستان ہاؤس میں ٹھہرا ہوں۔ لندن یونیورسٹی میں اُردو پڑھاتا ہوں۔ میرا نام اپنے یہاں درج کر لیجئے"۔ کہنے لگے۔ "آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔ پھر ایک کارڈ نکالا۔ اُس میں میرا نام، تاریخ پیدائش وغیرہ درج کی اور کہنے لگے "اس پر دستخط کر دیجئے۔ میں نے دستخط کر دیئے ۔۔ پھر پوچھا۔ آپ کو اس وقت تو میری مدد کی ضرورت نہیں ہے"۔ میں نے جواب دیا۔ "جی نہیں ۔۔ کہنے لگے "جب بھی ضرورت ہو آجائیے اور جب آپ کو مکان مل جائے اور آپ یہاں سے جانے لگیں تو مجھے اطلاع دے دیجئے" ۔۔ اس کے بعد میں شکریہ ادا کر کے ہوسٹل چلا آیا ۔۔ ہوسٹل کے سامنے کرنل سردار افضل خاں صاحب مل گئے پوچھنے لگے۔ "ڈاکٹر کا معاملہ طے ہو گیا"؟ میں نے کہا۔ جی ہاں، سب کام ہو گیا۔ وہیں سے واپس آ رہا ہوں"۔

ہوسٹل میں آ کر میں نے یہ سوچا کہ آج اسکول جانے سے قبل ذرا خالق صاحب ایجوکیشنل اتاشی سے ملتا چلوں۔ اُن کی سیکرٹری صاحبہ بڑے ناز و انداز سے بیٹھی

ہوئی تھیں۔ شیشے میں سے اُن کا جمال ، جہاں افروز نظر آ رہا تھا۔ باہر سے اُن کا دیدار کیا کیونکہ انہوں نے دروازے پر No Admission لکھ دیا ہے ــــ خالق صاحب کے کمرے میں سناٹا تھا۔ اُن کی آواز نہیں آ رہی تھی، اس لئے میں نے سوچا یہاں وقت ضائع کرنے سے کیا فائدہ۔ اسکول چل کے ڈاک دیکھنا چاہیئے ــــ چنانچہ ٹیوب میں بیٹھا اور اسکول پہنچا۔ ڈاک دیکھی لیکن اُس میں گھر سے آیا ہوا کوئی خط نہیں تھا۔ طبیعت پریشان ہوئی۔ کمرے میں آیا۔ رسل پڑھا رہے تھے۔ اُن سے چند منٹ بات کی۔ پھر رُخصت ہوا۔ اور رسل اسکوائر کے آس پاس گھومتا رہا۔ سینٹ پینکرس St. Pancras. بھی دیکھا، بازار کی بھی سیر کی۔ ہوٹلوں کا بھی جائزہ لیا۔ ساڑھے بارہ بجے پھر اسکول آیا۔ ڈاک دیکھی لیکن کوئی خط نہیں تھا ــــ وہاں سے سیدھا بُش ہاؤس گیا۔ نعیم ملک نے بی۔ بی۔ سی کے ریستوران میں ایک بجے ملنے کا وعدہ کیا تھا۔ وہاں پہنچا لیکن نعیم نظر نہیں آئے۔ اس لئے اوپر پاکستان سیکشن میں چلا گیا۔ قادری بیٹھے ہوئے تھے۔ اُن سے ملاقات ہوئی۔ چند منٹ اُن سے باتیں کیں۔ پھر اُن کے ساتھ نیچے آیا ابھی بیٹھا ہی تھا کہ نعیم ملک آ گئے۔ چائے پی۔ اور دو بجے کے قریب ہم لوگ وہاں سے چلے۔ کچھ دیر بازار کی سیر کی۔ پھر Lyon's میں چائے پی۔ چار بجے میں اُن سے رخصت ہو کر ہوسٹل آ گیا اور فہمیدہ کو خط لکھنا شروع کیا ــ آدھے کے قریب خط لکھ چکا تھا کہ ڈاکٹر شاد آ گئے۔ آج میں انہیں یاد ہی کر رہا تھا ــ وہ کوئی ایک گھنٹہ بیٹھے رہے باتیں ہوتیں رہیں ــــ وہ چھ ساڑھے چھ بجے رُخصت ہوئے۔ اُن کے جانے کے بعد میں نے خط مکمل کیا، اور اس کو پوسٹ کر کے واپس آیا۔ کھانا کھایا اور اپنے کمرے میں آ گیا ــــ کچھ دیر لکھتا پڑھتا رہا۔ ساڑھے دس بجے مجھے نیند آ گئی۔

منگل ۱۶ اکتوبر ۱۹۶۲ء

صبح ساڑھے سات بجے اُٹھا۔ جلدی جلدی تیار ہو کر ناشتہ کیا۔ آج

مجھے نو بجے سے قبل ہی باہر نکلنا تھا۔ نعیم ملک سے یہ طے ہوا تھا کہ وہ مجھے ماربل آرچ کے ٹیوب اسٹیشن پر ٹھیک دس بجے ملیں گے۔ اور وہاں سے مکان کی تلاش میں ایک ایجنٹ Raymond Kerry کے دفتر چلیں گے۔

چنانچہ میں ناشتہ کرکے ماربل آرچ کی طرف چل دیا۔ بس سے جانے کے بجائے میں نے یہ سوچا کہ کیوں نہ البرٹ گیٹ سے ہائیڈ پارک میں داخل ہوں اور اُس کو پار کرکے دوسری طرف ماربل آرچ پر نکلوں۔

سوا نو بجے میں البرٹ گیٹ کے اندر داخل ہوا اور اس بورڈ کو تلاش کرنا شروع کیا جس پر ماربل آرچ لکھا ہوا ہے اور تیر کا نشان بنا ہوا ہے۔ اُس سڑک پر ہو لیا لیکن آگے چل کر یہ سڑک دو تین سڑکوں میں تقسیم ہو گئی، اور میں اندازہ نہ لگا سکا کہ ماربل آرچ جانے کے لیئے کون سی سڑک پر چلوں۔ کئی سڑکیں بدلیں۔ دقت اس وجہ سے بھی ہوئی کہ حد نظر تک کہرہ ہی کہرہ تھا۔ سامنے کی چیز نظر ہی نہیں آتی تھی۔ مجھے کچھ معلوم نہیں تھا کہ میں کس طرف کو جا رہا ہوں۔ خیر چلتے چلتے ہائیڈ پارک کے باہر نکلا لیکن وہ سڑک تھی جو پارک لین کہلاتی ہے اور ہائیڈ پارک کارنر کے قریب ہے۔ اب میں اس سڑک پر بائیں جانب مڑ گیا۔ یہ وہی سڑک ہے جو آگے جا کر بیس واٹر روڈ Bayswater Road ہو جاتی ہے — تھوڑی دور چل کر اسی سڑک سے ایک سڑک دائیں جانب مُڑتی ہے۔ میں نے سوچا کہیں یہ سڑک ماربل آرچ کی طرف نہ جاتی ہو۔ چنانچہ ٹھہر گیا۔ اپنے تھیلے میں سے لندن کا نقشہ نکالا۔ اُس کو دیکھ کر تھوڑی دیر سوچتا رہا — ایک صاحب پیچھے سے آ رہے تھے۔ میرے انداز کو دیکھ کر سمجھ گئے کہ میں کسی الجھن میں گرفتار ہوں۔ پوچھنے لگے "آپ کہاں جانا چاہتے ہیں۔ میں نے کہا مجھے ماربل آرچ جانا ہے — کہنے لگے اس سڑک پر سیدھے چلیئے۔ ماربل آرچ پہنچ جائیں گے"۔ میں چلنے لگا۔ تھوڑی دیر چلنے کے بعد سامنے ایک بورڈ نظر آیا جس پر لکھا تھا Marble Arch Station. —To ہیں

اس راستے پر اندر کی طرف چل دیا۔ چند منٹ میں بکنگ آفس کے قریب پہنچ گیا۔۔۔ اس وقت دس بجنے میں پانچ منٹ باقی تھے۔ دس بجے نعیم ملک یہاں پہنچنے والے تھے۔ میں اُن کا انتظار کرنے لگا۔ یہ ٹیوب اسٹیشن بھی خوب جگہ ہے۔ بے شمار لوگ آجا رہے ہیں۔ ہر طرف رونق اور چہل پہل رہتی ہے۔ کتابوں، پھلوں اور ترکاریوں کی دکانیں سجی ہوئی ہیں۔ کسی کو ضرورت ہوتی ہے تو کچھ خرید بھی لیتا ہے۔ لیکن کوئی شخص خواہ مخواہ ٹھہرتا نہیں۔ بس یہ معلوم ہوتا ہے کہ بھاگا جا رہا ہے۔

دس بج کر دس منٹ پر نعیم ملک آ گئے۔ کہنے لگے "مجھے چند منٹ کی دیر ہو گئی۔ ذرا پریشان تھا۔ بینک والوں نے مجھے فون کیا کہ آپ رقم زیادہ نکال چکے ہیں، اور آپ کی رقم پاکستان سے نہیں آئی ہے ۔۔۔ میں نے کہا گھبرایئے نہیں۔ سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔ ضرورت ہوگی تو میں چیک دے دوں گا۔ میرے پاس تو رقم موجود ہی ہے" ۔۔۔ ہم لوگ باتیں کرتے ہوئے مختلف سڑکوں پر سے گزر کر Raymonds Kerry انہیں کے دفتر میں پہنچے۔ اس دفتر میں ہر میز پر لڑکیاں کام کر رہی تھیں۔ سامنے ایک ادھیڑ عمر کی خاتون بیٹھی تھیں جن کا نام Raymonds Kerry. تھا۔ انہوں نے مجھے ایک فارم دے دیا۔ میں نے وہ فارم پُر کر دیا۔ اُس میں نام، پتہ، عمر، خاندان کی تفصیل وغیرہ تھی۔ یہ معاہدہ بھی تھا کہ فلیٹ ملنے کی صورت میں ایک ہفتے کا کرایہ میں کمیشن کے طور پر اس فرم کو ادا کروں گا۔ جب کارڈ پُر کر کے اُنہیں دے دیا تو انہوں نے پوچھا "کہ آپ کس قسم کا فلیٹ چاہتے ہیں؟" میں نے تفصیل بتا دی۔ اب انہوں نے کچھ ریکارڈ نکالے جن میں فلیٹس کی تفصیل تھی۔ کئی فلیٹ بتائے۔ آٹھ، دس اور بارہ گنا اُن کا کرایہ تھا۔ لیکن بہت دور تھے۔ ایک قریب تھا۔ انہوں نے اُس کی مالکہ کو فون کیا، اور یہ بتایا کہ ایک پاکستانی صاحب مع اپنی بیوی اور ایک بچے اُس میں آنا چاہتے ہیں۔ وہ بچے کا نام سن کر بھڑک گئی۔ اُس نے ٹکا سا جواب دے دیا، اور کہا کہ "مجھے منظور نہیں"۔ بچاری Raymonds Kerry بھی

شرمندہ ہوگئی ـــــ اُس کے بعد انہوں نے کہا کہ "آپ کرائڈن Croydon چلے جائیے۔ وہاں ایک بہت اچھا فلیٹ ہے ـــــ اس کے مالک Mr. Sinclair تھے۔ اُن کو انہوں نے فون کرکے دریافت کیا کہ فلیٹ خالی ہے یا نہیں؟ جواب ملا۔ "خالی ہے"۔ "ڈھائی بجے دیکھ سکتے ہیں ـــــ چنانچہ ہم نے یہ طے کیا کہ ہم لوگ ڈھائی بجے Croydon پہنچیں گے۔

اس دفتر سے اُٹھ کر ہم نے سوچا کہیں کافی پینا چاہیئے۔ دو ایک سڑکوں سے گزر کر چند منٹ میں ہم لوگ ایک ریستوراں کے اندر پہنچ گئے۔ وہاں ہم نے کافی پی۔ جب کافی پی کر نکلے تو یہ طے پایا کہ میں اپنے اسکول چلا جاؤں۔ وہاں ڈاک وغیرہ دیکھوں۔ نعیم اپنے اسکول چلے جائیں۔ ایک بجے ہم لوگ Aldwych میں ملیں۔ وہاں کہیں دن کا کھانا کھائیں اور پھر Croydon چلیں ـــــ Tottenham Court Road تک ہم لوگ ساتھ آئے۔ اُس کے بعد میں تو اپنے اسکول کی طرف مڑ گیا، اور نعیم اپنے کسی دوست سے ملنے کے لئے چلے گئے۔ کہنے لگے۔ "اُن سے ملتا ہوا اپنے اسکول جاؤں گا"۔

میں اپنے اسکول پہنچا۔ ڈاک دیکھی لیکن آج بھی گھر سے کوئی خط نہیں آیا۔ طبیعت پریشان ہوئی۔ سیدھا اپنے کمرے میں گیا۔ رسل مل گئے۔ اُن سے تھوڑی دیر باتیں کیں۔ اب ساڑھے بارہ بج چکے تھے۔ اس لئے میں آلڈوچ Aldwych کی طرف روانہ ہوا۔ وقت کم تھا اس لئے پیدل چلنے کے بجائے بس میں بیٹھ گیا۔ اُس نے مجھے Holborn اُتار دیا۔ وہاں سے آلڈوچ Aldwych کی طرف پیدل چلا۔ راستے میں نعیم مل گئے انہوں نے مجھے ساتھ لیا اور ایک ریستوراں میں پہنچے۔ یہاں مُرغ ملتا ہے۔ ہم لوگوں نے مُرغ کھایا۔ کھانے کے بعد میں نے کہا۔ "نعیم صاحب! آپ مجھ سے چیک لے لیجیئے تاکہ آپ نے بنک سے جو Over draw کیا ہے وہ مسئلہ حل ہو جائے۔ میرے پاس اس وقت رقم موجود ہے۔ جب آپ کا خرچ

پاکستان سے آجائے تو مجھے دے دیجئے گا ۔ وہ بڑی مشکل سے اس لئے تیار ہوئے۔ بہر حال میں نے چیک کاٹ دیا اور اس کو ان کے بنک میں جمع کرادیا۔"
اس کے بعد ہم لوگوں نے آلڈوچ ALDWYCH سے ۶۸ نمبر بس لی جو سیدھی کرائڈن Croydon جاتی ہے۔ یہ بس نہ جانے کتنی سڑکوں سے گزرتی ہوئی پورے سوا گھنٹے میں Croydon پہنچی۔ اب ہم نے وہ مکان تلاش کرنا شروع کیا۔ ایک دوکاندار سے دریافت کیا۔ اس نے کہا دائیں جانب سڑک پر چلے جائیے۔ اس سڑک پر کوئی تین چار فرلانگ چلنے کے بعد وہ مکان ملا۔ ہم نے گھنٹی بجائی Mr. Sinclair باہر آئے۔ ہم نے معذرت کی۔ اور کہا کہ بس کی وجہ سے یہاں تاخیر سے پہنچے۔ کہنے لگے کوئی بات نہیں، پھر انہوں نے مکان دکھایا۔ دو دو کمروں کے دو فلیٹ اس مکان میں خالی تھے۔ انہوں نے ان کمروں کو بہت اچھی طرح Furnisn کیا تھا۔ سامنے باغ بھی تھا۔ اس میں پھول بھی کھلے ہوئے تھے۔ باورچی خانہ اور غسل خانہ بہت صاف ستھرا۔ مکان تو مجھے بہت پسند آیا لیکن دور ہونے کی وجہ سے اس کو لینے کی ہمت نہیں پڑی۔ تھوڑی دیر بیٹھ کر آپس میں مشورہ کیا۔ پھر ان سے یہ کہہ کر چلے آئے ہم آپ کو شام کے وقت فون کر کے اپنے فیصلے سے مطلع کر دیں گے ــــ وہاں سے نکل کر ہم لوگ سڑک پر پہنچے۔ بس میں بیٹھے West Croydon Station پر پہنچے۔ وہاں سے وکٹوریا کے لئے ریل کا ٹکٹ لیا۔ پلیٹ فارم پر پہنچے۔ چند منٹ میں ریل آگئی۔ اس میں بیٹھ گئے جس نے ہمیں کوئی پینتیس چالیس منٹ میں وکٹوریا کے اسٹیشن پر پہنچا دیا ـــ اسٹیشن سے باہر نکل کر ہم لوگ پیدل چلے ـــ بس اسٹاپ کے قریب پہنچ کر نعیم تو اپنے گھر جانے کے لئے ۲ نمبر بس میں بیٹھ گئے اور میں پیدل Grosvener Place سے ہوتا ہوا Chesham Place پہنچا۔ سامنے پاکستان ہوسٹل تھا۔ کمرے میں گیا۔ چند منٹ آرام

گیا- ساڑھے پانچ بجے کے قریب دروازے پر دستک ہوئی- عثمان میری کمرے میں داخل ہوئے، میں نے اُن سے دِن کی روداد بیان کی- وہ ساڑھے چھ بجے تک بیٹھے رہے — پھر کہا "نیچے چلئے- کھانا کھالیں- میں نے کہا مجھے تو کھانے کی خواہش نہیں ہے- میں آپ کے ساتھ ذرا دیر بیٹھا رہوں گا- ایک پیالی چائے پی لوں گا — انھوں نے کھانا کھایا- پھر ہم لوگوں نے چائے کی ایک ایک پیالی پی — کھانا کھانے کے بعد وہ تو رُخصت ہوئے- میں اوپر اپنے کمرے میں آگیا- اور کچھ لکھنا پڑھنا شروع کیا- ساڑھے آٹھ بجے کے قریب اُردو مرکز لاہور کے مالک ظہیرالدین صاحب کے داماد عبدالودود آگئے- وہ ایک گھنٹے تک باتیں کرتے رہے- ساڑھے نو بجے اُنہیں رخصت کر کے لیٹ گیا- دس بجے مجھے نیند آگئی-

بدھ ۱۷/ اکتوبر ۱۹۶۲ء

صبح اُٹھا تو پانچ بجے تھے- بستر میں لیٹا رہا- ساڑھے آٹھ بجے اُٹھ کر تیار ہوا- ۹ بجے ناشتہ کرنے گیا- ناشتہ کر کے باہر نکلا- سوچا آج ذرا خالق صاحب اور عالم علی رضوی صاحب سے ملتا چلوں- دونوں نہیں ملے- معلوم ہوا دس بجے کے بعد دفتر پہنچیں گے- میں نے انتظار کرنا مناسب نہیں سمجھا، اور یونیورسٹی کی طرف چل دیا- ٹیوب لے کر دس بجے یونیورسٹی پہنچا- ڈاک دیکھی- آج بھی گھر سے کوئی خط نہیں آیا- چُپ چاپ اپنے کمرے میں جا کر بیٹھ گیا- پونے گیارہ بجے کے قریب رسل آگئے- اُن سے باتیں ہونے لگیں- گیارہ بجے میرا کلاس تھا لیکن بی- اے آنرز کے طالب علم چارلس ٹامس نہیں آئے- سوا گیارہ تک انتظار کیا- پھر رسل کہنے لگے "آیئے چل کر کافی پئیں"- میں اُن کے ساتھ سینئر کامن روم میں کافی پینے چلا گیا- وہاں گپ ہوتی رہی- رسل خواجہ احمد فاروقی کے عجیب عجیب قِصّے بیان کرتے رہے- دلچسپ آدمی ہیں- آج کامن روم میں ایک صاحب مسٹر نائیڈو سے مُلاقات ہوئی- یہ صاحب مدراس یونیورسٹی میں شعبۂ ہندی کے صدر ہیں-

آج کل ایک سال کے لئے لندن آئے ہیں۔ لسانیات پر کچھ کام کر رہے ہیں۔
نا ئیڈو صاحب کو اُردو سے بھی دلچسپی ہے۔

۱۲ بجے کے قریب میں اور رسل کامن روم سے اُٹھے۔طے یہ ہوا کہ پہلے Birkbeck College میں کھانا کھایا جائے چنانچہ وہاں پہنچے۔میں نے سلاد، ٹماٹر، چقندر کی ایک پلیٹ لی۔ ایک انڈہ، توس اور کیلا کھایا۔ ایک بجے کے قریب وہاں سے پھر واپس آئے۔ وہاں پھر کافی پی۔ اور پھر ہم لوگ اپنے کمرے میں آگئے۔اب رسل نے اپنے تھیلے میں سے کچھ کاغذات نکالے۔ان کاغذات پر میر کے کچھ اشعار درج تھے۔ وہ مجھ سے ان اشعار کے بارے میں پوچھتے رہے۔ وہ میر کا مطالعہ تاریخی ترتیب سے کر رہے ہیں، اور انہوں نے بعض ایسے اشعار کا سُراغ لگایا ہے جو میر نے اپنے زمانے کے حالات سے متاثر ہو کر کہے ہیں — دیر تک اس موضوع پر اُن کے ساتھ دلچسپ گفتگو رہی۔ بہت لُطف آیا۔عرصے کے بعد ایک ادبی موضوع پر ایسی اچھی باتیں ہوئیں۔

ہم لوگ یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ ڈاکٹر شاہ آگئے۔ کہنے لگے، ایک مکان خالی ہے۔میرے ایک دوست جو آج کل یہاں میرے ساتھ پڑھ رہے ہیں، ٹفنل پارک میں رہتے ہیں۔ انہوں نے مجھے بتایا ہے — میں نے کہا فوراً حاصل کرنا چاہیئے — آپ کے وہ دوست کہاں ہیں، کہنے لگے "وہ چار بجے فارغ ہوں گے"۔ میں نے کہا ۴ بجے آپ کے اسکول کی طرف آجاؤں گا اور انہیں ساتھ لے کر مکان دیکھنے چلیں گے"۔ وہ رخصت ہو گئے۔لیکن تھوڑی دیر کے بعد پھر آئے۔ اب کے اُن کے ساتھ اُن کے دوست ڈاکٹر ہمدانی بھی تھے کہنے لگے "میں تو چار بجے فارغ نہیں ہوں گا۔کیونکہ مجھے ہسپتال جانا ہے۔اس لئے میں نے یہ سوچا کہ ڈاکٹر ہمدانی سے آپ کی ملاقات کرادوں۔ ہمدانی بہت اچھے، نیک اور شریف آدمی ہیں۔ کہنے لگے میں چار بجے فارغ ہوں

گا-آپ School of Hygene & Tropical Museum
کی طرف آجایئے- وہاں ہم لوگ ساتھ ساتھ ٹفنل پارک چلیں گے- مکان کے
مالک مسٹر چغتائی ہیں- وہ بھی شام کو آجائیں گے- مکان دیکھ لیجئے گا- یہ پروگرام
بناکر وہ دونوں رخصت ہوئے تو میں رسل کے ساتھ پھر باتیں کرتا رہا- پونے
تین بجے کے قریب احمدؔ نعیم ملک آ گئے- میں نے انہیں مکان کے بارے
میں پوری روداد سُنائی- کہنے لگے "میں بھی مکان دیکھنے چلوں گا"- رسل تو تھوڑی
دیر میں چلے گئے، اور ہم دونوں باتیں کرتے رہے- ساڑھے تین بجے تو یہ خیال
ہوا کہیں چل کر چائے یا کافی پی جائے- چنانچہ ہم لوگ قریب کے ایک ریستوراں
میں گئے- کافی کی ایک ایک پیالی پی اور وہاں سے اُٹھ کر چار بجے ڈاکٹر ہمدانی
سے ملنے کے لئے اُن کے اسکول پہنچ گئے تھے- ٹھیک چار بجے وہ اسکول
سے باہر نکلے- اُن کے ساتھ ایک صاحب مسٹر حق تھے جو کراچی سے آئے ہیں
اور پاکستان پلاننگ کمیشن میں ملازم ہیں- ایک سال کراچی میں رہیں گے- ہم چاروں
وہاں سے باتیں کرتے ہوئے چلے- سامنے کے اسٹیشن سے ٹیوب میں بیٹھے،
اور چند منٹ میں Tufnel Park پہنچ گئے — جس مکان کو ہم دیکھنے
گئے تھے وہ Tufnel Park میں Lady Margarette Road.
پر ہے- اُس کا نمبر ۱۰۲ ہے- ہمدانی اور حق اس کے برابر والے مکان ۱۰۰ نمبر
میں رہتے ہیں — ۱۰۲ نمبر میں ہمدانی کے دوست نجم بھی رہتے ہیں- یہ لندن
میں ملازمت بھی کرتے ہیں اور پڑھتے بھی ہیں — اُنہوں نے کہا، "اوپر کا مکان
خالی ہے لیکن اُس میں تالا لگا ہوا ہے- چغتائی صاحب آئیں گے تو کھولیں گے"
مکان بظاہر صاف ستھرا نظر آیا- ماحول بھی بظاہر اچھا تھا- اس لئے میں نے دل
میں یہ فیصلہ کر لیا کہ اس کو ضرور لے لینا چاہیئے- نجم کے یہاں سے اٹھ کر ہم لوگ
ہمدانی کے یہاں آئے- انہوں نے گیس کے Heater پر چائے بنائی-
ہم لوگوں نے چائے پی- بہت لطف آیا- اب چھ بج چکے تھے- میں نے ہمدانی

سے کہا "میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ یہ مکان لے لوں گا۔ میں چغتائی صاحب کے نام پانچ پونڈ کا چیک دے دیتا ہوں۔ آپ یہ چیک انہیں دے دیجئے اور مکان کی چابی لے لیجئے۔ انہوں نے چیک رکھ لیا اور کہنے لگے اب آپ سے جمعہ کو پانچ بجے اسکول میں ملاقات ہوگی۔ اس وقت میں آپ کو تفصیل بتا دوں گا۔"

سوا چھ بجے ہم لوگ وہاں سے رخصت ہوئے۔ اور ۷۲ نمبر بس میں بیٹھ کر گو ور اسٹریٹ Gower Street پہنچے۔ یہاں سے نعیم نے مجھے ۴۷ نمبر بس میں بٹھا دیا، اور میں چند منٹ میں ہائیڈ پارک کارنر پہنچ گیا۔ وہاں سے ہوسٹل آیا چند منٹ کمرے میں آرام کیا۔ پھر نیچے اترا۔ بھوک لگ رہی تھی۔ کھانا کھایا۔ نذیر حسین مل گئے۔ اُن سے ساڑھے آٹھ بجے تک باتیں ہوتی رہیں۔ اُنہیں رخصت کر کے میں ۹ بجے اوپر اپنے کمرے میں آیا۔ دس بجے تک ڈائری لکھتا رہا۔ ساڑھے دس بجے سو گیا۔

جمعرات ۱۸ اکتوبر ۱۹۶۲ء

صبح سات بجے آنکھ کھلی۔ ڈائری کے چند صفحے لکھے۔ ۹ بجے تیار ہو کر نیچے گیا۔ ناشتہ کیا، اور ٹیوب ٹرین میں بیٹھ کر اسکول چل دیا۔ ڈاک دیکھی آج بھی گھر سے کوئی خط نہیں آیا۔ طبیعت پریشان ہوئی۔ لیکن پھر دل کو سمجھایا کہ فہمیدہ تو سوات گئی ہوں گی۔ اُنہوں نے مصروفیت کی وجہ سے نہیں لکھا ہوگا۔ گھر کے دوسرے لوگوں نے تساہلی برتی ہوگی۔ اسی لئے خط نہیں آیا۔ لیکن دل کی عجیب کیفیت رہی۔

اسی عالم میں چپ چاپ بیٹھا ہوا تھا کہ رسل آ گئے۔ اُن سے باتیں ہوتی رہیں۔ ذرا دل بہل گیا۔ میرے بی۔ اے آنرز کے طالب علم چارلس ٹامس آج بھی نہیں آئے۔ رسل نے کہا "چلئے چل کر کافی پیتے ہیں۔" سوا گیارہ بجے ہم لوگ سینئر کامن روم میں کافی پینے گئے، وہاں ہندوستان، پاکستان اور سیلون کے صدر

شعبہ مسٹر کلارک سے ملاقات ہوئی۔ پوچھنے لگے "آپ کو رہنے کی جگہ ملی یا نہیں"؟ میں نے کہا "کوشش کر رہا ہوں"۔ کہنے لگے۔ "لندن میں مکان کا ملنا بڑا مسئلہ ہے"۔ پھر وہ اُردو کے طالب علموں کے بارے میں باتیں کرتے رہے۔ ساڑھے گیارہ بجے ہم لوگ واپس اپنے کمرے میں آئے۔ چند منٹ باتیں ہوتی رہیں۔ اُس کے بعد رسل تو یہ کہہ کر رخصت ہوئے کہ "میں کچھ کام کروں گا"— میں کمرے میں بیٹھا رہا۔ بارہ بجے Mrs. Mayat آگئیں۔ یہ ڈربن (افریقہ) سے آئی ہیں اور لندن میں اُردو پڑھتی ہیں۔ میں انہیں چارلس ٹامس کے ساتھ ہی پڑھاتا ہوں۔ آج میں نے انہیں پریم چند کی کہانی 'غم نہ داری بُز بخر' پڑھائی۔ بہت دلچسپی کے ساتھ پڑھتی رہیں۔

میں نے انہیں ایک بجے تک پڑھایا۔ ایک بجے کے بعد میں پھر ڈاک دیکھنے گیا۔ اب بھی کوئی خط نہیں ملا۔ طبیعت پھر پریشان ہوئی۔ اسکول سے نکلا Gower Street سے ۷۴ نمبر بس لی اور ہائیڈ پارک کارنر پر اُترا۔ وہاں سے پیدل چل کر پاکستان ہائی کمیشن پہنچا۔ خالق صاحب ایجوکیشنل اتیشے، سے مُلاقات کی۔ بہت اچھی طرح ملے۔ میں نے کہا "میں اس مقصد سے حاضر ہوا ہوں کہ آپ اسکول کے ڈائرکٹر سے کہہ کر میری تنخواہ میں اضافہ کرائیے۔ اِن لوگوں نے مجھے تقریباً سولہ سو پونڈ دیئے ہیں۔ رسل کو دو ہزار پونڈ ملتے ہیں۔ عزیز احمد کو اٹھارہ سو پونڈ سے کچھ زیادہ ملتے تھے۔ کہنے لگے۔ "آپ مجھے ایک خط لکھ کر آج ہی بھیج دیجئے۔ میں ڈائرکٹر کو ضرور لکھ دوں گا"۔ پھر انڈیا آفس اور برٹش میوزیم کے مخطوطات کے بارے میں باتیں کرتے رہے۔ میں نے کہا انگلستان میں تقریباً ایک ہزار قلمی کتابیں ہیں۔ اِن میں جو واقعی ہمارے لئے ضروری ہیں، اُن کے مائیکرو فلم تیار کرانے چاہئیں۔ کہنے لگے۔ "آپ اِن مخطوطات کو دیکھ لیجئے، اور اُن کی تفصیل مجھے لکھ بھیجئے۔ میں اِس کا انتظام کرا دوں گا۔ حکومت پاکستان اور پنجاب یونیورسٹی دونوں کو لکھ دوں گا"— اُن سے رخصت ہو کر میں نے یہ سوچا کہ عالم

علی رضوی صاحب سے بھی ملتا چلوں۔ یہ صاحب آج کل پاکستان ہائی کمیشن میں ڈائرکٹر آف آڈٹ ہیں۔ لکھنؤ یونیورسٹی میں وقار عظیم کے کلاس فیلو تھے۔ وقار صاحب نے چلتے وقت لاہور میں کہا تھا کہ "عالم علی رضوی صاحب سے لندن میں ضرور ملنا"۔ اُن کے کمرے میں پہنچا لیکن وہ موجود تھے۔ چند منٹ انتظار کیا۔ لیکن وہ نہیں آئے۔ اُن کی سکرٹری سے یہ معلوم ہوا کہ آج کل اُن کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ اس لئے لنچ کے بعد ذرا دیر کے لئے آتے ہیں۔

ساڑھے تین بجے میں اپنے کمرے میں آگیا۔ چند منٹ لیٹا رہا۔ پھر اٹھ کر خالق صاحب کو خط لکھا۔ اُس کے بعد کچھ پڑھتا لکھتا رہا۔ سات بجے نیچے اُترا۔ کینٹین میں کھانا کھایا، اور پھر دیر تک میز پر اکیلا بیٹھا رہا۔ ساڑھے آٹھ بجے کے قریب ظہیر صاحب (اُردو مرکز) کے صاحب زادے فضل آگئے۔ میں انہیں پہچان نہ سکا۔ انہوں نے فرنچ کٹ داڑھی رکھ لی ہے کچھ موٹے بھی ہو گئے ہیں۔ میں انہیں اپنے کمرے میں لایا۔ وہ سوا نو بجے تک باتیں کرتے رہے۔ اُن کے جانے کے بعد میں کچھ پڑھتا لکھتا رہا۔ ساڑھے دس بجے کے قریب مجھے نیند آگئی۔

جمعہ ۱۹ اکتوبر ۱۹۶۲ء

صبح کو پانچ بجے اُٹھا لیکن بستر میں لیٹا رہا۔ ۹ بجے کے قریب تیار ہو کر نیچے ناشتہ کرنے گیا۔ دس بجے ٹیوب میں بیٹھ کر اسکول روانہ ہوا۔ ڈاک دیکھی۔ آج بھی گھر سے کوئی خط نہیں آیا۔ طرح طرح کے خیالات آتے رہے۔ پریشانی رہی۔ چُپ چاپ اپنے کمرے میں آکر بیٹھ گیا۔ میر، غالب اور اقبال پڑھتا رہا۔ پھر فہمیدہ کو خط لکھنا شروع کیا ابھی چند سطریں ہی لکھی تھیں کہ مسز مایابات آگئیں۔ ۱۱ بجے انہیں نظیر کی نظم 'بنجارہ نامہ' پڑھانا شروع کی۔ ۱۲ بجے تک پڑھاتا رہا۔ ساڑھے بارہ بجے تک اُن سے اُردو میں گفتگو ہوتی

رہی ــ یہ گفتگو بھی پڑھانے میں شامل ہے۔ دورانِ گفتگو یہ معلوم ہوا کہ وہ ڈربن (افریقہ) سے اپنے شوہر کے ساتھ لندن آئی ہیں۔ اُن کا نام زلیخا ہے۔ اُن کے شوہر ڈاکٹر ہیں۔ Gynacologist میں کوئی کورس کرنے کے لئے لندن آئے ہیں۔ یہ سُنی مسلمان ہیں۔ ان کے آباؤ اجداد گجرات (ہندوستان) کے رہنے والے تھے۔ اب کوئی سو سال سے یہ لوگ افریقہ میں آباد ہیں۔ ان کے دو بچے ہیں۔ ایک نو برس کی لڑکی اور ایک لڑکا ــ ان دونوں کو یہ دادی دادا کے پاس چھوڑ آئی ہیں ــ اُردو سے انہیں دلچسپی ہے۔ اُس کو مسلمانوں کی زبان سمجھتی ہیں۔ گھر میں گجراتی بولتی ہیں لیکن انگریزی کا اثر ان پر غالب ہے۔ کبھی ساڑھی باندھتی ہیں اور کبھی اسکرٹ پہنتی ہیں۔

ساڑھے بارہ بجے کے بعد جب وہ مجھ سے باتیں کرکے رخصت ہوئیں تو میں نے توس کھانے" اور کافی پینے کے لئے سینئر کامن روم میں گیا۔ سردی لگ رہی تھی۔ کافی پی کر سکون ہوا۔ واپسی میں پھر ڈاک دیکھی۔ اب بھی کوئی خط نہیں ملا۔ طبیعت پریشان رہی۔ اسکول سے نکل کر میں بی بی سی کے دفتر بش ہاؤس کی طرف چل دیا۔ ۲۸ اکتوبر کو جو مذاکرہ براڈ کاسٹ ہونے والا ہے اس کا CONTRACT واپس کرنا تھا۔ سوچا خود ہی جاکر دے آؤں۔ وہاں جاکر دل بھی بہل جائے گا اور عباسی اور رفادری وغیرہ سے ملاقات بھی ہو جائے گی۔ بش ہاؤس پہنچ کر میں نے کنٹریکٹ رفادری کو دیا۔ چند منٹ باتیں کرتا رہا۔ اخبار بھی دیکھے ــ دو بجے وہاں سے واپس آیا۔ اسکول کے قریب ڈاکٹر ریاض الاسلام مل گئے ــ یہ کسی زمانے میں دلّی میں تھے اور سینٹ اسٹیفنز کالج میں تاریخ پڑھاتے تھے۔ آج کل کراچی یونیورسٹی میں تاریخ کے ریڈر ہیں اور سال بھر کے لئے راک فیلر کے فیلو شپ پر لندن آئے ہوئے ہیں۔ ہندوستان کی اٹھارویں صدی کی تاریخ پر کام کریں گے۔ انہوں نے وعدہ کیا کہ چار بجے وہ میرے کمرے میں آئیں گے۔ میں کمرے میں جاکر چار بجے تک خط لکھتا رہا۔

لیکن وہ نہیں آئے۔ میں نے آج ایک مفصل خط شکن کو لکھا۔ دوسرا والد صاحب، شفن اور فہمیدہ کو ___ ساڑھے چار بجے کے قریب وہاں سے نکلا۔ خط پوسٹ کئے اور تھوڑی دیر ٹوٹنہم کورٹ روڈ پر گھومتا رہا۔ (یہاں ایک عجیب منظر دیکھا) ۔ ایک جوان لڑکی کھڑی رو رہی تھی۔ ایک آدمی اس کو تسلی دے رہا تھا۔

پانچ بجے School of Hygene & Tropical Museum پہنچا ــ ڈاکٹر ہمدانی سے وعدہ تھا کہ وہ آج پھر مجھے مکان دکھانے کے لئے Tuffnel Park لے جائیں گے۔ وہ میرا انتظار ہی کر رہے تھے۔ میں اُن کے ساتھ ٹیوب میں بیٹھ کر اُن کے مکان پر پہنچا۔ مالک مکان چغتائی صاحب وہاں موجود تھے۔ اُن کی بیوی بھی تھیں۔ اُنہوں نے کمرہ کھولا اور ضروری چیزیں دکھائیں ــ اُن سے خاصی دیر تک باتیں ہوتی رہیں۔ طے ہوگیا کہ فی الحال میں یہ کمرہ 102. Lady Margarette Road لے لوں گا ___ پانچ پونڈ کا جو چیک میں نے ہمدانی کو اس سے قبل دیا تھا وہ انہوں نے چغتائی کو دے دیا تھا، اور اُن سے کمرے کی چابیاں لے لی تھیں ــ میں اُن سے رُخصت ہو کر ہمدانی کے کمرے میں آیا۔ ایک پیالی چائے پی اور ۱۳۷ نمبر بس میں بیٹھ کر پاکستان ہوسٹل آیا۔ منہ ہاتھ دھویا۔ کھانا کھایا اختر صاحب سے باتیں ہوتی رہیں۔ یہ صاحب الہ آباد کے رہنے والے ہیں۔ ڈھاکے میں ایمپلائمنٹ ایکسچینج کے منیجر ہیں۔ آج کل آئی۔ ایل۔ او کے فیلو شپ پر لندن آئے ہوئے ہیں۔ نو بجے تک اُن سے باتیں ہوئیں۔ اُس کے بعد میں اپنے کمرے میں آیا۔ گیارہ بجے تک اپنا سامان ٹھیک کرتا رہا۔ ساڑھے گیارہ بجے کے قریب سویا۔

ہفتہ ۲۰ اکتوبر ۱۹۶۲ء

صبح کو چار بجے آنکھ کھُلی۔ تھوڑی دیر بستر میں لیٹا رہا۔ پانچ ساڑھے پانچ

بجے اٹھ کر خوب نہایا اور بستر میں لیٹ گیا لوگوں نے مجھ سے یہی کہا تھا
کہ نہا کر بستر میں لیٹ جایا کیجیئے ۔ یہاں گرم پانی سے نہانا پڑتا ہے ۔ لُطف
نہیں آتا ۔ کیونکہ مجھے ٹھنڈے پانی سے نہانے کی عادت ہے ۔ آٹھ بجے تک
بستر میں بیٹھ کر لکھتا پڑھتا رہا ۔ ساڑھے آٹھ بجے کے قریب شیو کر رہا تھا کہ دروازے
پر دستک ہوئی ۔ حاجی عثمان بیری آگئے ۔ اور کوئی ایک گھنٹے تک باتیں کرتے
رہے ۔ اپنی تصویریں بھی دکھائیں ۔ وہ ساڑھے نو بجے رخصت ہوئے تو میں
نیچے ناشتہ کرنے کے لئے گیا ۔ ناشتے کے بعد عبدالماجد بٹ اور کرنل افضل خاں
سے چند منٹ باتیں کیں اور پھر ڈاک دیکھنے کی غرض سے اسکول کی طرف چل دیا ۔
آج ۱۴ نمبر بس میں سفر کیا ۔ اسکول پہنچا ۔ آج پھر گھر سے کوئی خط نہیں آیا
پریشانی کے عالم میں اِدھر اُدھر سڑکوں پر گھومتا رہا ۔ ساڑھے بارہ بجے یہ
سوچا کہ ہوسٹل واپس چلنا چاہیئے ۔ چنانچہ ۱۴ نمبر میں بیٹھ کر واپس آگیا —
ایک بجے کے قریب کھانا کھایا ۔ اختر صاحب مل گئے ۔ وہ کسی صاحب سے
بحث کر رہے تھے ۔ میں بھی سُنتا رہا ۔ بحث میں شریک نہیں ہوا ۔ تین بجے تک
وہاں بیٹھا رہا ۔ اُٹھنے والا تھا کہ اختر صاحب نے کہا کہ "آج موٹر شو دیکھنے کا ارادہ
ہے ۔ آپ بھی چلیئے ۔" میں تیار ہو گیا ۔ وہ کہنے لگے ۔ پاسپورٹ لے لیجیئے گا ۔
پاسپورٹ سے داخلہ مفت ہو گا ۔

یہ موٹر شو آج کل ارلز کورٹ میں ہو رہا ہے ۔ ساڑھے تین بجے کے قریب
ہم لوگ ٹیوب میں بیٹھ کر نائٹس برج ارل کورٹ پہنچے — ہزارہا آدمیوں کا
مجمع تھا ۔ جیسے ہی ہم لوگ پہنچے ایک شخص نے ہم سے یہ پوچھا کیا آپ سمندر
پار سے تعلق رکھتے ہیں ؟" — ہم نے کہا "ہاں" ۔ اُس نے ہمیں اشارے سے
بتایا کہ سامنے چلے جائیے — وہاں پھاٹک پر لکھا ہوا تھا Overseas
Reception ہم اُس میں داخل ہو گئے — ایک حسین و جمیل لڑکی نے ہم
سے پاسپورٹ مانگا ۔ ہم نے پاسپورٹ دکھایا ۔ دیکھ کر کہنے لگی ۔ "سامنے رجسٹر

میں اپنا نام لکھ دیجیے۔ ہم نے رجسٹر میں نام لکھ دیئے اور اندر داخل ہو گئے ــ سامنے انگلستان اور یورپ کی تقریباً تمام موٹر کمپنیوں کے بورڈ لٹکے ہوئے تھے اور ہر کمپنی کی بنائی ہوئی موٹریں قرینے سے سجی ہوئی تھیں۔ جرمن فرم DK. W کی چھوٹی موٹر مجھے سب سے زیادہ پسند آئی ــ اُس کی قیمت بھی کچھ زیادہ نہیں تھی۔ یعنی انگلستان میں ڈیوٹی وغیرہ لگا کر تقریباً چھ سو پونڈ ــ ایک جرمن لڑکی اس کے بارے میں معلومات فراہم کر رہی تھی۔ ہم نے اُس سے دریافت کیا کہ جرمن میں اس کی قیمت کیا ہے؟ اور یہ کہ اگر پاکستان میں اس کو امپورٹ کیا جائے گا تو کتنا ڈسکاؤنٹ ملے گا۔ اُس نے جرمنی کی قیمت تو بتا دی لیکن DISCOUNT کے بارے میں معذرت کی اور یہ کہا کہ "مجھے اس کا علم نہیں ہے۔ مورس۔ کونسل کوریٹنا۔ فیئٹ۔ سنگر۔ غرض تمام کمپنیوں کی گاڑیاں دیکھیں ــ فوکس ویگن والوں نے اپنی گاڑی کو اُلٹا کر کے رکھا تھا تاکہ یہ معلوم ہو کہ اُس میں لوہا ہی لوہا ہے، اور وہ پانی میں بھی تیر سکتی ہے ــ مرسڈیز بنز بھی دیکھی۔ بہت قیمتی گاڑی ہے ــ اُس کی قیمت پاکستان میں ۲۸ ہزار سے اوپر ہوگی۔ جرمنی میں صرف ۹۰۴ پونڈ ہے ــ ساڑھے پانچ بجے ہم لوگ موٹر شو سے پاکستان ہوسٹل واپس آئے ــ کینٹین میں چائے پی۔ تھک گئے تھے۔ اس لئے یہیں بیٹھے رہے۔ آٹھ بجے کے قریب کھانا کھایا ــ کھانا کھا کر بیٹھے ہی تھے کہ عثمان بیری آ گئے۔ وہ یورپ کے مختلف ملکوں کی باتیں کرتے رہے۔ ساڑھے نو بجے تک اِن باتوں کا سلسلہ جاری رہا۔ مجھے نیند آنے لگی۔ عثمان بیری یہ دیکھ کر کہ مجھے نیند آ رہی ہے، رخصت ہوئے۔ میں اپنے کمرے میں آیا اور دس بجے کے قریب سو گیا۔

اتوار ۲۱ اکتوبر ۱۹۶۲ء

صُبح چار بجے آنکھ کھلی۔ تھوڑی دیر کچھ لکھتا رہا ــ اس کے بعد لیٹ گیا۔ چھ بجے کے قریب پھر آنکھ لگ گئی۔ ساڑھے سات بجے جاگا۔ نو بجے تک پھر

لکھتا رہا۔ نو بجے کے بعد سوچا نیچے چل کر ناشتہ کرنا چاہیئے۔ لیکن پھر خیال آیا کہ اتوار کو تو پاکستان ہوسٹل میں ناشتہ ملتا نہیں۔ چپ چاپ ڈبل روٹی کے دو توس کھائے اور بستر میں بیٹھا رہا۔ گیارہ بجے کے قریب تیار ہو کر نیچے گیا۔ کینٹین کھل چکا تھا۔ ایک پیالی چائے پی، اور اوپر اپنے کمرے میں آ کر خط لکھنے شروع کئے۔ ایک خط اقبال حسین اسسٹنٹ رجسٹرار پنجاب یونیورسٹی کو، دوسرا فہمیدہ کو اور تیسرا انجمن کو لکھا۔ ڈیڑھ بجے نیچے آیا۔ کھانا کھایا، اور خطوں کو پوسٹ کرنے کے لئے باہر نکلا۔ Knights Bridge کے ڈاک خانے میں خط پوسٹ کئے، اور وہاں سے ہائیڈ پارک کی طرف چل دیا۔

آج ہائیڈ پارک میں بڑی رونق تھی۔ خوشگوار موسم نے اس رونق میں کچھ اور بھی اضافہ کر دیا تھا۔ دھوپ نکلی ہوئی تھی۔ آسمان صاف شفاف تھا۔ بے شمار لوگ، اپنے اپنے گھروں سے نکل آئے تھے۔ عورتیں، بچے، نوجوان، بوڑھے سب اس موسم سے لُطف اندوز ہو رہے تھے۔ میں کوئی پانچ بجے تک اس منظر سے لُطف اندوز ہوتا رہا۔ اُس کے بعد وہاں سے نکل کر پکاڈلی کی طرف چلا۔ اب تک میں نے پکاڈلی کو نہیں دیکھا تھا۔ اس لئے آج یہ خیال ہوا کہ اُدھر چلنا چاہیئے۔ گرین پارک Green Park ہوتا ہوا، پکاڈلی میں داخل ہوا۔ گرین پارک کے سامنے بعض مصوروں نے اپنی بنائی ہوئی بے شمار تصویریں لٹکا رکھی ہیں۔ وہ ان تصویروں کو بیچنا چاہتے ہیں۔ بعض تصویریں ان میں اچھی بھی تھیں۔ آرٹسٹ بھی وہاں موجود تھے۔ ان کو دیکھ کر اندازہ ہوا کہ یہاں بھی آرٹسٹوں کا حال اچھا نہیں ہے۔ خیر اس منظر کو دیکھتا ہوا پکاڈلی سرکس پہنچا۔ یہ خوبصورت جگہ ہے۔ آج اتوار کے دن بھی یہاں بڑی رونق تھی۔

ساڑھے چھ بجے پکاڈلی کی سیر کر کے پاکستان ہاؤس واپس آیا۔ چائے کی ایک پیالی پی، اور کینٹین میں بیٹھا رہا۔ اختر حسن آ گئے۔ اُن سے باتیں ہوتی رہیں۔ ہم لوگ باتیں کر ہی رہے تھے کہ ڈاکٹر حق اور ہمدانی آ گئے۔ کہنے لگے آپ ابھی

نئے مکان میں پہنچے نہیں۔ ہم لوگ انتظار کرتے رہے ــ میں نے کہا "بس یوں ہی پڑا رہا۔ کل پہنچ جاؤں گا۔ انہوں نے کھانا کھایا ـــ اسی عرصے ودود اور بیری بھی آگئے۔ اُن سے بھی باتیں ہوتی رہیں

اِن سے رخصت ہو کر میں نو بجے اپنے کمرے میں آیا۔ تھوڑی دیر لکھتا پڑھتا رہا۔ دس بجے کے قریب مجھے نیند آگئی۔

پیر ۲۲ اکتوبر ۱۹۶۲ء

صبح کو تین بجے آنکھ کھل گئی۔ تھوڑی دیر جاگتا رہا۔ پھر سو گیا۔ ساڑھے سات بجے جاگا۔ آٹھ بجے نہایا۔ پھر سامان وغیرہ ٹھیک کیا کیونکہ آج مجھے ہوسٹل سے نئے مکان میں منتقل ہونا تھا ــ نو بجے ناشتہ کرنے کے لئے نیچے کینٹین میں گیا۔ ناشتے کے بعد لانڈری گیا۔ وہاں سے کپڑے لئے۔ دس بجے ۱۴ نمبر بس میں بیٹھ کر اسکول پہنچا۔ ڈاک دیکھی۔ فہمیدہ کا خط سوات سے آیا۔ اطمینان ہوا۔ سینئر کامن روم میں گیا۔ کافی پی اور خط لکھتا رہا۔ رسل بھی وہاں آگئے۔ اُن سے باتیں ہوتی رہیں۔ ایک بجے کمرے میں گیا۔ نعیم نے وہاں آنے کا وعدہ کیا تھا ــ نعیم کو لے کر پاکستان ہوسٹل میں گیا اور کھانا کھایا۔

نعیم آج کچھ پریشان سے تھے۔ اُن کے پاس لاہور سے تار آیا تھا کہ پی آئی اے کے دفتر والوں سے ملو۔ انہوں نے پی آئی اے کے دفتر کو فون کیا۔ انہوں نے کہا "دفتر آجایئے"۔ آپ کے ٹکٹ یہاں رکھے ہیں۔ آپ کو لاہور جانا ہے"۔ اس پر وہ کچھ اور بھی پریشان ہوئے ــ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ انہیں لاہور کیوں بُلایا گیا ہے۔

بہرحال ہم نے ٹیکسی کی اور جلدی جلدی اپنے نئے مکان 102. Lady Margaret Road Tufnel Park. N. 119. میں پہنچے۔ میرے مکان دار چغتائی صاحب کی بیوی موجود تھیں۔ وہ ایک انگریز خاتون کو کمرہ درست کرانے کے لئے لائی تھیں، اس کے لئے انہوں نے چائے کا انتظام کیا تھا۔

اُنہوں نے ہمیں چائے پلائی اور کچھ دیر اِدھر اُدھر کی باتیں کرتی رہیں۔ چند منٹ کے بعد ہم لوگ اُن سے اجازت لے کر پی آئی اے کے دفتر گئے۔ وہاں سے نعیم نے اپنے ٹکٹ لئے اور اُن پر عجیب کیفیت طاری ہوئی۔ ظاہر ہے کہ پریشانی کی بات تھی۔

اب میں نے انہیں رخصت کر دیا تاکہ وہ گھر جا کر لاہور جانے کے لئے سامان درست کریں۔ اور میں وہاں سے شیفٹسبری ایونیو ہوتا ہوا۔ ٹوٹنہم کورٹ روڈ آیا۔ گوج اسٹریٹ سے ٹیوب میں بیٹھا اور چند منٹ میں اپنے نئے مکان میں پہنچ گیا۔ میں جیسے ہی داخل ہوا تو ڈاکٹر شاہ ملے۔ وہ مجھ سے ملنے آئے تھے۔ میں اُن کو اوپر لے گیا اور بٹھایا۔ تھوڑی دیر کے بعد اُن کے ساتھ بازار گیا۔ کچھ چیزیں خریدیں۔ پھر جا کر اُن کا مکان دکھایا۔ ٹفنل پارک کے قریب ہی رہتے ہیں۔ وہاں انہوں نے آلو گوبھی اور ڈبل روٹی کھلائی۔ میں بھوکا تھا۔ اس لئے خوب کھائی ــ چائے پی۔ وہ مجھے مکان تک پہنچانے آئے اور دس بجے تک باتیں کرتے رہے۔

اُن کے جانے کے بعد میں بستر میں لیٹا۔ لیکن سردی بہت لگی۔ خاص طور پر پیروں میں۔ موزے پہنے لیکن آرام نہیں ملا۔ دیر تک نیند نہیں آئی۔ ساڑھے بارہ بجے کے بعد سویا۔

منگل ۲۳ راکتوبر ۱۹۶۲ء

آنکھ کھلی تو پونے سات بجے تھے۔ کچھ عجیب سی پریشانی اور گھبراہٹ رہی۔ شاید اس وجہ سے کہ میں ایک نئی جگہ سو کر اُٹھا تھا۔ کمرے میں اِدھر اُدھر ٹہلتا رہا۔ غسل خانے میں گیا۔ باورچی خانے کو دیکھا۔ کمرے کی الماریاں کھولیں۔ سامان کو اِدھر اُدھر کرتا رہا۔ پونے نو بجے کے قریب ڈاکٹر حق کی طرف چلنا چاہیئے۔ چنانچہ گیا، دروازہ کھٹکھٹایا۔ وہ لوگ تیار ہو رہے تھے۔ چائے بن رہی تھی۔ تھوڑی دیر میں چائے تیار ہو گئی۔ میں نے بھی ایک پیالی چائے پی۔

گرم گرم چائے نے بہت لُطف دیا۔ باتیں بھی ہوتی رہیں۔ وہ لوگ سوا نو بجے رخصت ہوئے۔ میں اپنے کمرے میں آگیا۔ تیار ہو کر دس بجے اسکول روانہ ہوا۔ سب سے پہلے ڈاک دیکھی۔ چندہ کا خط ملا۔ اس کو لے کر سینئر کامن روم میں آیا اور خط پڑھنے لگا۔ خط ختم ہی کیا تھا کہ نعیم اور میرین نظر آئے۔ میں اُن کو دیکھ کر اٹھا اور اٹھ کر اُن کے ساتھ باہر کی طرف چل دیا۔ باہر نکل کر میں نے کہا کہ "چلئے کہیں کافی پی جائے"۔ چنانچہ ہم یونیورسٹی کے قریب کے کافی ہاؤس میں چلے گئے۔ وہاں کافی پی۔ جب باہر آئے تو نعیم نے کہا مجھے "دس پونڈ کا چیک اور دے دیجئے"۔ اس سے قبل بھی وہ مجھ سے ۲۵ پونڈ لے چکے تھے۔ غالباً یہ رقم وہ اپنی بیوی میرین کو دے کر لاہور جانا چاہتے تھے۔ میں نے انہیں چیک دے دیا۔

اِن لوگوں سے رُخصت ہو کر میں پھر سیدھا کامن روم میں آیا۔ نچھن، بھنا اور فہمیدہ کو خط لکھے۔ خط لکھ ہی رہا تھا کہ رسل آگئے۔ انہوں نے یہ سوچ کر کہ میں کام کر رہا ہوں، Dr. Asher کے ساتھ بیٹھنا مناسب سمجھا۔ یہ صاحب اسکول آف اورینٹل اسٹڈیز میں تامل پڑھاتے ہیں۔ جب میں خط لکھ چکا تو رسل اٹھ کر میرے پاس آئے۔ اُن کے ساتھ Dr. Asher بھی تھے۔ اُن سے تعارف ہوا۔ معلوم یہ ہوا کہ یہ ہندوستان میں رہ چکے ہیں، اور انہیں تامل زبان اچھی طرح آتی ہے۔ انگریز ہیں لیکن تامل بول سکتے ہیں۔ ہم لوگ باتیں کرتے ہوئے اپنے کمرے میں آئے۔ رسل کا کلاس دو بجے تھا۔ ابھی دو بجنے میں چند منٹ باقی تھے۔ اس لئے میں رسل سے باتیں کرتا رہا۔ میں آج اُن سے چند ضروری باتیں دریافت کرنا چاہتا تھا، اور گھر سے نوٹ کر کے چلا تھا۔

میں نے سب سے پہلے تو اُن سے یہ دریافت کیا کہ واقعی لندن میں سردی ناقابل برداشت ہوتی ہے؟ کہنے لگے، ناقابل برداشت نہیں ہوتی۔ دسمبر، جنوری اور فروری واقعی سخت سردی کے مہینے ہیں لیکن زیادہ تکلیف نہیں ہوتی۔

کبھی کبھی سردی میں شدت ہو جاتی ہے"۔ میں نے پوچھا کیا مکانوں کو "سنٹرل ہیٹنگ ہونا ضروری ہے"، کہنے لگے "بالکل ضروری نہیں۔ انگلستان میں بیشتر مکان سنٹرل ہیٹڈ Centrally Heated نہیں ہیں۔ جب سردی زیادہ ہوتی ہے تو لوگ Heater. استعمال کرتے ہیں۔ بجلی کا HEATER مہنگا پڑتا ہے۔ سب سے سستا گیس کا HEATER ہے"۔ میں نے کہا "سنا ہے گیس خطرناک چیز ہے"، کہنے لگے "اگر کھلی رہ جائے اور نہ جلے تب خطرناک ہوتی ہے۔ اس میں سے بو نکلتی ہے۔ اس کو بند رکھنا چاہیئے یا جلانا چاہیئے۔ اس کے علاوہ Oil Heater بھی جلتے ہیں۔ وہ بھی سستے ہوتے ہیں"۔

پھر میں نے پوچھا "بغیر لحاف کے صرف کمبل میں سردی تو نہیں لگتی۔ کہنے لگے یہاں لحاف کا کوئی تصور نہیں۔ عام طور پر لوگ کمبل ہی استعمال کرتے ہیں۔ میں خود کمبل استعمال کرتا ہوں۔ بعض بہت اچھے کمبل ہوتے ہیں۔ آپ Celluar Blanket خرید لیجیئے۔ وہ بہت گرم اور خوبصورت ہیں۔ کمبل کے علاوہ ایک چیز یہاں Eiter down ہوتی ہے۔ اس کو چھوٹا سا لحاف کہہ لیجیئے۔ یہ کمبل کے اوپر رکھ لیا جاتا ہے۔ اس میں پر وغیرہ بھرے ہوتے ہیں۔ یہ بستر کو گرم رکھتا ہے۔ لیکن مہنگا بہت ہوتا ہے۔ آخر میں ہنس کر کہنے لگے۔ "آپ اپنی بیوی کو لکھئے کہ وہ لحاف لیتی آئیں"۔ آپ کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ اب دو بجنے میں صرف دس منٹ رہ گئے تھے۔ ایک طالب علم بھی آگیا۔ اس لئے میں اٹھا اور چلتے چلتے میں نے ایک سوال اور پوچھا۔ وہ یہ کہ خوراک میں کن چیزوں کا استعمال کرنا چاہیئے۔ کہنے لگے "گوشت، انڈا اور مچھلی خوب کھائیے"۔

اب دو بج رہے تھے۔ اس لئے میں رخصت ہوا، اور پھر سنیئر کامن روم میں آکر بیٹھ گیا۔ یہاں ڈاکٹر نائیڈو مل گئے۔ یہ صاحب مدراس یونیورسٹی میں ہندی کے صدر شعبہ ہیں۔ آج کل ایک سال کے لئے لندن آئے ہوئے ہیں

اور لسانیات پر کام کر رہے ہیں ۔ وہ اپنے کام کی تفصیل بتاتے رہے ۔ میں اُن کے ساتھ چار بجے تک بیٹھا ۔ چائے پی اور توس کھائے ــــ چار بجے اُٹھ کر بی بی سی گیا ۔ آج وہاں سب لوگ غائب تھے ۔ تھوڑی دیر انتظار کیا ۔ چند منٹ میں سید تقی احمدؔ آ گئے ۔ اُن سے باتیں ہوتی رہیں ۔ وہ لندن کے بارے میں بتاتے رہے کہ یہاں کی زندگی کتنی سخت ہے اور لوگوں کا کیا عالم ہے ۔ لیکن یہاں لوگ بڑے ایماندار ہیں ۔ اب کچھ فرق ضرور آ گیا ہے ۔ لیکن چند سال اُدھر کی بات ہے راز مُرادآبادی کے دو پونڈ کے نوٹ کہیں گر گئے ۔ انہوں نے پولیس کو فون کیا ۔ پولیس والوں نے جواب دیا کہ نوٹ ہمارے پاس موجود ہیں ۔ تفصیل بتایئے اور آ کر لے جایئے ۔" وہ گئے ۔ اور پولیس والوں سے کہا کہ یا تو ہوبرن ٹیوب اسٹیشن پر گرے ہوں گے یا کہیں اُس کے آس پاس کیونکہ وہاں ٹکٹ لینے کی غرض سے میں نے جیب میں ہاتھ ڈالا تھا ' ــــ پولیس والوں نے کہا ہے ۔ "ٹھیک ہے ۔ یہ نوٹ ہوبرن ٹیوب اسٹیشن پر کسی کو ملے ، اُس نے بکنگ کلرک کو دیئے ۔ بکنگ کلرک نے پولیس کے پاس جمع کرا دیئے ۔ اور یہ کہہ کر انہیں نوٹ واپس کر دیئے ۔ میں نے کہا "حیرت کی بات ہے" ــــ کہنے لگے "اب بھی ایسے واقعات ظہور میں آئیں تو کوئی تعجب کی بات نہیں " ۔ تقی صاحب کی باتیں دلچسپ تھیں ۔ میں پانچ بجے تک اُن کے پاس بیٹھا ۔ اُس کے بعد رخصت ہوا ۔

پانچ بج چکے تھے اور بسوں میں رش ہونے لگا تھا ۔ اس لئے مجھے پاکستان ہاؤس جانے کے لئے ۹ نمبر بس نہیں ملی ۔ میں Holborn کے ٹیوب اسٹیشن پر گیا ۔ وہاں یہ سوچا کہ آج مشین سے ٹکٹ لینا چاہیئے ۔ چنانچہ نائٹس برج جانے کے لئے ایک مشین میں چھ پنس ڈالے ۔ لیکن ٹکٹ نہیں نکلا ۔ پھر دیکھا تو معلوم ہوا نو پنس ڈالنے چاہئیں ۔ چنانچہ ۳ پنس اور ڈال دیئے ــــ لیکن اس عرصے میں دو ایک آدمی اور آئے انہوں نے بھی پیسے ڈال دیئے ۔

نتیجہ یہ ہوا کہ میرے پیسے ضائع ہوئے۔ ایک شخص سے پوچھا کہ کیا پیسے نکل سکتے ہیں، کہنے لگا۔ "اب تو مشکل ہے" چنانچہ میں نے کاؤنٹر سے ۹ پینس کا ٹکٹ لیا۔ ٹیوب ٹرین میں بیٹھا اور نائٹس برج اترا۔ پاکستان ہاؤس پہنچا۔ چھ بج چکے تھے۔ کھانا ابھی تیار نہیں ہوا تھا۔ مجھے بہت بھوک لگ رہی تھی۔ اس لئے میں بے چینی سے کھانے کا انتظار کرنے لگا۔ سامنے ٹیلی ویژن پر صدر کینیڈی تقریر کر رہے تھے۔ اُن کی تقریر کا ماحصل یہ تھا کہ اگر روس کیوبا کو اسلحہ دیتا رہا تو Nuclar war ہو جائے گی۔ سب لوگ یہ سُن کر سہم گئے۔ میں بھی بہت خوف زدہ ہوا

اتنے میں کھانا آگیا۔ میں نے مُرغ کے سالن کے ساتھ روٹی کھائی تو ذرا جان میں جان آئی۔ کھانا کھا کر سات بجے کے قریب پاکستان ہاؤس سے باہر نکلا۔ ۱۴ نمبر بس میں بیٹھ کر ٹوٹنہم کورٹ روڈ آیا۔ وہاں سے ٹیوب میں بیٹھ کر Tufnel Park. اُترا۔ ساڑھے سات بجے گھر پہنچا۔ سوچا پہلے ڈاکٹر حق وغیرہ سے ملنا چلوں۔ اُن کے کمرے میں پہنچا۔ وہ لوگ اپنا کھانا تیار کر رہے تھے۔ تھوڑی دیر گپ رہی۔ ساڑھے آٹھ بجے میں اپنے کمرے میں آیا۔ کچھ دیر لکھتا پڑھتا رہا۔ دس بجے سو گیا۔

بُدھ ۲۴ اکتوبر ۱۹۶۲ء

صبح کو پانچ بجے آنکھ کُھلی۔ سات بجے تک بستر میں پڑا رہا۔ پھر اٹھ کر کمرے میں ٹہلنے لگا۔ کھڑکی کے دروازے کھولے تاکہ تازہ ہوا آئے۔ اب صبح کی سیر تو ختم ہی ہو گئی ہے۔ اس لئے کمرے میں بیٹھ کر تازہ ہوا کھاتا ہوں۔ آٹھ بجے کے قریب کچھ لکھنے پڑھنے بیٹھ گیا۔ جب پونے نو بجے تو سوچا ڈاکٹر حق وغیرہ کی طرف چلنا چاہیئے تاکہ چائے پی جائے۔ انہوں نے اپنے مکان کا دروازہ کھول رکھا تھا اُن کے یہاں پہنچا تو وہ لوگ تیار ہو رہے تھے۔ میں نے چائے کا پانی رکھا۔ چائے تیار کی۔ توس اپنے ساتھ لیتا گیا تھا۔ وہ کھائے اور اُن کے ساتھ مل کر چائے پی۔ سوا نو بجے اپنے کمرے میں واپس آیا اور یونیورسٹی جانے کی تیاری

کرنے لگا۔ دس بجے تیار ہو کر نکلا اور ۱۳۴ نمبر بس میں بیٹھ کر یونیورسٹی پہنچا۔ ڈاک دیکھی۔ آج کئی خط ملے۔ دو خط فہمیدہ کے۔ ایک منن کا، ایک ایچھن کا طبیعت خوش ہوئی۔ کمرے میں بیٹھ کر خط پڑھے۔ اور فہمیدہ کے خط کا جواب لکھنا شروع کیا۔ ابھی چند سطریں ہی لکھی تھیں کہ میرے بی۔ اے آنرز کے طالب علم چارلس ٹامس آ گئے۔ خط پڑھ کر انہیں پڑھانا شروع کیا۔ ایک گھنٹے تک وہ پریم چند کی کہانی مجھ سے پڑھتے رہے۔ ۱۲ بجے رخصت ہوئے تو میں نے خط مکمل کیا۔ اور وہاں سے باہر نکلا۔ پہلے خط پوسٹ کیا، اور پھر ۱۴ نمبر بس میں بیٹھ کر پاکستان ہاؤس پہنچا۔ کھانا کھایا۔ اختر حسن مل گئے۔ اُن سے تین بجے تک ادھر اُدھر کی باتیں ہوتی رہیں۔ تین بجے کے بعد وہاں سے رخصت ہوا اور ۱۴ نمبر میں بیٹھ کر museum School of Hygene & Tropical آیا۔

آج ڈاکٹر حق وغیرہ نے وعدہ کیا تھا کہ وہ مجھے وولورتھ اسٹور میں لے چلیں گے، اور میں وہاں سے کچھ ضروری سامان خریدوں گا۔ ساڑھے تین بج گئے تو وہ لوگ اسکول سے باہر نکلے، اور مجھے لے کر وولورتھ سٹور Woodworth Street میں گئے۔ یہ اسٹور Tottenham Court Road پر ہے۔ یہاں ہر چیز مل سکتی ہے۔ برتن، کپڑے، صابن، لکھنے پڑھنے کیلیں، پیچ، صابن، تیل، عطر، کھانے کی چیزیں ——— غرض شاید ہی کوئی چیز ہو جو اس اسٹور میں نہ ملتی ہو۔ یہاں تک کہ پیاز، آلو، اور دوسری ترکاریاں تک یہاں نظر آتی ہیں۔ میں نے فرائی پین، چمچے، چائے دانی، چائے کی پیالیاں وغیرہ خریدیں۔ دو پونڈ کے قریب خرچ ہوئے۔

وہاں سے ہم لوگ پانچ بجے کے قریب باہر نکلے، اور ہم ۱۳۴ نمبر بس میں بیٹھ کر ٹفنل پارک پہنچے میں نے وہاں سے انڈے لئے دودھ کی بوتلیں خریدیں اور کمرے میں آ گیا۔ کچھ دیر حق وغیرہ کے ساتھ بیٹھا۔ چائے پی اور گھر سے آتے

ہوئے خط پڑھنے لگا۔ تنہائی میں گھر سے آئے ہوئے خطوں کا پڑھنا بھی
بہت لطف دیتا ہے۔ دیر تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ دس بجے بستر میں لیٹا۔
ڈائری لکھی۔ ساڑھے دس اور گیارہ کے درمیان سو گیا۔

جمعرات ۲۵/اکتوبر ۱۹۶۲ء
صبح آنکھ کھلی تو پونے پانچ بجے تھے۔ تھوڑی دیر جاگتا رہا۔ پھر لیٹے
لیٹے سو گیا۔ سات بجے کے بعد آنکھ کھلی۔ فہمیدہ کو انگریزی میں خط لکھا۔
اس خیال سے کہ وہ اُس خط کو دکھا کر انگلستان کے ڈپٹی ہائی کمشنر متعینہ
لاہور سے یہاں آنے کے لئے اپنے پاسپورٹ پر مہر لگوا سکیں۔ پونے نو
بجے ڈاکٹر حق اور ڈاکٹر عبدالکریم ادوانی کے یہاں ناشتہ کرنے کے لئے
پہنچا۔ آج میں نے دو انڈے اُبالے۔ چائے بنائی۔ توس اپنے ساتھ
بنا کر لے گیا تھا۔ سب نے بیٹھ کر ناشتہ کیا۔ سوا نو بجے وہاں سے واپس
آیا۔ تیار ہوا۔ اور سوا دس بجے یونیورسٹی جانے کے لئے باہر نکلا۔ ۲۴ نمبر
بس میں بیٹھ کر یونیورسٹی پہنچا۔ ڈاک دیکھی۔ آج فہمیدہ کا کوئی خط نہیں ملا۔
۱۱ بجے اپنے کمرے میں گیا۔ چند منٹ بعد چارلس ٹامس آ گئے۔ انہیں
پریم چند پڑھایا۔ ۱۲ بجے Mrs. Mayat. آ گئیں۔ انہیں بھی لیکچر میں شریک
کیا۔ ایک بجے یہ لوگ پڑھ کر رخصت ہوئے۔

اب مجھے بھوک لگ رہی تھی اور میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ کہیں جا کر کھانا
کھاؤں کہ دروازے پر دستک ہوئی دیکھا تو ڈاکٹر ریاض الاسلام تھے۔ یہ کسی
زمانے میں دلی کے سینٹ اسٹیفنز کالج میں تاریخ کے اُستاد تھے۔ اب کراچی
یونیورسٹی میں تاریخ کے صدر شعبہ ہیں اور آج کل راک فیلر فیلوشپ پر لندن
آئے ہوئے ہیں۔ اٹھارویں صدی کے ہندوستانی مسلمانوں کی سیاسی اور
ثقافتی زندگی پر کام کرنا چاہتے ہیں۔ دیر تک اس موضوع پر اُن سے باتیں
ہوتی رہیں۔ میں نے اُن سے کہا کہ آپ شاہ ولی اللہ کی تصانیف کو غور سے

پڑھئے۔ اُن میں آپ کو اپنے موضوع کے بارے میں بہت سا مواد مل جائے گا۔ درگاہ قلی خاں کی کتاب کا بھی میں نے حوالہ دیا اور یہ کہا کہ اس کا ترجمہ بھی حسن نظامی نے "پُرانی دلی کے حالات" کے نام سے کر دیا ہے۔ وہ چاہتے یہ تھے کہ میں انہیں ایسے اُردو شاعروں اور نثر نگاروں کے بارے میں بتاؤں جن کے یہاں اٹھارویں صدی کے مسلمانوں کے انحطاط و زوال کی ترجمانی ملتی ہے۔ میں نے کہا میرؔ اور سوداؔ کو پڑھئے۔ ذکرِ میر میں اُس زمانے کے تاریخی اور سیاسی حالات کی وضاحت ہے اور بعض واقعات تو ایسے ہیں جو چشم دید ہیں اور کسی دوسری جگہ نہیں مل سکتے۔ سوداؔ کے کلام کا مطالعہ بھی اس سلسلے میں بہت مفید ہو سکتا ہے۔ میرؔ کے کلام میں بھی بے شمار ایسی باتیں ہیں جن کے اُس زمانے کے حالات پر روشنی پڑتی ہے۔ غرض اس طرح سے ہم لوگ دیر تک اس موضوع پر گفتگو کرتے رہے۔

دو بجے کے قریب وہ رخصت ہوئے تو میں ۱۴ نمبر بس میں بیٹھ کر سیدھا پاکستان ہاؤس پہنچا، اور کھانا کھایا تین بجے تک وہاں بیٹھا رہا۔ پھر ریڈنگ روم میں جا کر پاکستان کے اخبار پڑھے۔ ساڑھے تین بجے وہاں سے نکلا اور بس میں بیٹھ کر اسکول واپس آیا آج چار بجے رسل سے ملنے کا وعدہ تھا۔ انہوں نے دِن میں یہ کہا تھا کہ آج شام کو میں فارغ ہوں۔ میرے بیوی بچے کہیں مہمان گئے ہیں۔ اس لئے آج شام کو میں آپ کا مکان دیکھ لوں گا اور آپ کو ضروری مشورے دوں گا۔ میں چار بجے کمرے میں پہنچا تو وہ پڑھا کر باہر نکل رہے تھے۔ کہنے لگے ابھی چلتے ہیں۔ چار بجے ہرنام سنگھ شان سے چند باتیں کرنا ہیں۔ وہ کامن روم میں بیٹھے ہوں گے۔ شان صاحب مشرقی پنجاب کی کسی یونیورسٹی میں پنجابی کے اُستاد ہیں۔ آج کل لندن آئے ہوئے ہیں۔ ہم لوگ اسکول کی عمارت میں داخل ہوئے تو وہ سامنے نظر آئے۔ رسل نے کہا آپ تو کامن روم میں چلئے۔ میں اِن کو اپنے کمرے میں لے جاتا ہوں وہیں

بات کرلوں گا۔میں کامن روم میں بیٹھ گیا۔ رسل ساڑھے چار بجے واپس آئے۔ پھر ہم لوگوں نے چائے پی اور باتیں کیں۔ کہنے لگے "شان صاحب سے باتیں ہوئیں۔ وہ دو سال یہاں رہیں گے۔ اُن کا ارادہ اس موضوع پر کام کرنے کا ہے کہ انگریزوں نے ہندوستان کی تہذیب میں کیا اضافہ کیا ہے۔ میں نے کہا "موضوع تو اچھا ہے لیکن وسیع بہت ہے"۔ کہنے لگے "جی ہاں! یہ تو ٹھیک ہے لیکن وہ نرا سکھ معلوم ہوتا ہے۔ ہر ایک کے اُستاد کے لیکچروں میں حاضری بھی دیتا ہے۔۔ اس طرح کام کیسے ہوگا؟۔ ہم یہ باتیں کرہی رہے تھے کہ مس جمنا کیسکر اپنی چائے کی پیالی لے کر آ گئیں۔ اُن سے بھی باتیں ہوتی رہیں۔

پونے پانچ بجے ہم لوگ وہاں سے چلے۔ ٹفنل پارک جانے کے لئے بس کا انتظار کیا۔ لیکن بس میں جگہ نہیں ملی۔ اس لئے ٹیوب میں بیٹھ کر ٹفنل پارک پہنچے۔ رسل نے میرا مکان دیکھا۔ دیکھ کر خوش ہوئے۔ کہنے لگے اچھا خاصا مکان ہے۔۔ یہ خوش قسمتی کی بات ہے کہ آپ کو اتنی جلد ایسا مکان مل گیا۔ پھر باورچی خانہ اور غسل خانہ دیکھا۔ گیس جلانا سکھایا۔ پھر ہم نے کافی کے لئے پانی گرم کیا اور دیر تک کافی پیتے اور باتیں کرتے رہے۔ سات بجے رسل رخصت ہوئے۔ میں انہیں بس تک پہنچانے گیا۔ واپس آکر بیٹھا ہی تھا کہ ڈاکٹر حق اور ڈاکٹر عبدالکریم ادوانی آگئے۔ اُن سے باتیں ہوتی رہیں۔ سوا نو بجے وہ رخصت ہوئے۔ میں نے تھوڑی دیر ڈائری لکھی اور ساڑھے دس بجے کے قریب سو گیا۔

جُمعہ ۲۶ اکتوبر ۱۹۶۲ء

صبح کو چار بجے آنکھ کھلی۔ بجلی جلائی۔ وقت دیکھا۔ ہر طرف اندھیرا تھا۔ دور تک خاموشی تھی۔ بستر میں چُپ چاپ پڑا رہا۔ پھر نہ جانے کس وقت آنکھ لگ گئی۔ ساڑھے سات بجے اُٹھا۔ آج سوچا ڈاکٹر عبداللہ کو خط لکھ دوں۔ چنانچہ بستر میں بیٹھے بیٹھے انہیں مفصل خط لکھا۔ ساڑھے آٹھ بجے تو بستر سے نکلا۔ توس بنائے۔ مکھن اور انڈے جیب میں رکھے اور ڈاکٹر حق اور ڈاکٹر ادوانی

کے کمرے میں گیا۔ چائے بنائی۔ ناشتہ کیا اور سوا نو بجے وہاں سے اپنے کمرے میں واپس آیا۔ دس بجے تیار ہو کر باہر نکلا۔ بارش ہو رہی تھی۔ اس لئے خاصی تکلیف رہی۔ میرے پاس برساتی اور چھتری بھی نہیں تھی۔ اس لئے تھوڑا بہت بھیگا۔ ایک دوکان کی آڑ میں بس کا انتظار کرتا رہا۔ بس آئی تو اُس میں بیٹھ کر اسکول پہنچا۔ ڈاک دیکھی۔ فہمیدہ کا خط ملا۔ اُس کو جیب میں رکھا اور اپنے کمرے میں پہنچا۔ اس وقت گیارہ بجے تھے۔ مسز مایات Mrs. Mayat. کھڑی انتظار کر رہی تھی۔ ڈاکٹر باکے Dr. Bake. بھی اپنے کمرے کے سامنے کھڑے تھے۔ اُن سے سلام دعا ہوئی۔ میں نے کمرہ کھولا۔ مسز مایات MRS. MAYAT کو پڑھانا شروع کیا۔ چند منٹ میں چارلس ٹامس بھی آگئے۔ آج اِن دونوں کو نظیر کی نظم بنجارہ نامہ پڑھاتا رہا۔ آخر میں اُردو میں گفتگو بھی کی۔ چارلس ٹامس کو مری کے بارے میں کچھ Direction. دیا۔ وہ اُردو میں لکھتے رہے۔

ایک بج گیا تو کمرے سے باہر نکلا۔ ہلکی ہلکی بارش ہو رہی تھی۔ سوچا آج پاکستان ہاؤس کھانا کھانے نہ جاؤں۔ اس لئے سینئر کامن روم میں جا کر بیٹھ گیا۔ لیکن پھر یہ خیال ہوا کہ اگر اس وقت نہ گئے اور یہ بارش شام تک اسی طرح ہوتی رہی تو بھوکے مر جاؤ گے۔ اس خیال کے ساتھ ہی میں وہاں سے اُٹھا۔ ۱۴ نمبر بس لی اور پاکستان ہاؤس پہنچا۔ دو بجے تھے۔ کھانا کھایا اور تین بجے تک وہاں بیٹھا رہا۔ تین بجے ریڈنگ روم میں آگیا۔ وہاں ۱۴ ر اکتوبر سے ۱۹ ر اکتوبر تک کے نوائے وقت نئے نئے آئے تھے۔ اُن کو لطف لے لے کر پڑھا۔ پاکستان اور خصوصاً لاہور کی خبروں کو پڑھ کر طبیعت خوش ہو گئی۔ پردیس میں وطن کی خبریں بھی کتنی بڑی نعمت ہیں۔ ڈان Dawn. کے بھی کچھ پرچے آئے تھے۔ اُن کو بھی پڑھا۔ چار بجے وہاں سے نکلا۔ بس لی اور ٹوٹنہم کورٹ روڈ Tottenham Court Road آیا۔ بارش کا سلسلہ جاری تھا۔ اس لئے

میں نے سوچا کہ گھر چلنا چاہیئے۔ گوج اسٹریٹ Goodge Street. سے بس تو ملی نہیں۔ اس لئے میں ٹیوب میں بیٹھ کر ٹفنل پارک آیا۔ اور پھر رات تک اپنے کمرے ہی میں رہا۔ ساڑھے سات بجے کے قریب بادل چھٹ گئے۔ تارے نکل آئے۔ میں باہر نکلا۔ ایکسپریس ڈیری Express Dairy. سے دودھ کی ایک بوتل خریدی۔ کمرے میں آکر توس کھائے اور دودھ پیا۔ یہی گویا رات کا کھانا تھا۔ ساڑھے آٹھ بجے کے قریب طبیعت بہت گھبرائی۔ اس لئے سوچا ذرا حق وغیرہ کی طرف چلوں۔ وہاں پہنچا تو حق اکیلے لیٹے ہوئے تھے۔ آج اُن کے ساتھی ادوانی غائب تھے۔ اُن کے اسکول میں ٹیبل ٹینس Table Tennis کا میچ تھا۔ اُس میں مصروف رہے۔ ڈاکٹر حق سے باتیں ہوتی رہیں —— ۹ بجے انہوں نے کھانا کھایا۔ میں نے چائے پی اور دس بجے اپنے کمرے میں واپس آیا۔ تھوڑی دیر لکھتا پڑھتا رہا۔ بھائی جان کو ایک خط لکھا۔ ڈائری بھی لکھی۔ ساڑھے دس بجے بستر میں لیٹا اور چند منٹ کے بعد سو گیا۔

ہفتہ ۲۷ر اکتوبر ۱۹۶۲ء

تین چار بجے کے درمیان آنکھ کھل گئی۔ بستر میں پڑا رہا۔ نہ جانے کس وقت پھر نیند آگئی۔ ساڑھے سات بجے اُٹھا۔ بستر سے باہر نکلا۔ منہ ہاتھ دھویا۔ فہمیدہ کو خط لکھا۔ ۹ بجے کے قریب ڈاکٹر حق کے کمرے میں ناشتہ کرنے گیا۔ ساڑھے آٹھ بجے وہ لوگ تو ہسپتال چلے گئے۔ میں اپنے کمرے میں واپس آیا۔ فہمیدہ کو جو خط لکھ رہا تھا، اُس کو مکمل کیا۔ گیارہ بجے کے قریب تیار ہو کر باہر نکلا۔ ۱۳۴ نمبر بس میں بیٹھا اور یونیورسٹی کے پاس GOWER STREET پر اُترا۔ آج مجھ سے بس کنڈکٹر نے چھ پنس کے بجائے صرف تین پنس لئے۔ میں نے اس کو چھ پنس کا سکّہ دیا۔ اُس نے تین پنس مجھے واپس کر دیئے اور ٹکٹ دے دیا۔

آج نسکن کو مٹھائی وغیرہ کا پارسل کرنا تھا۔ کئی روز سے یہ پارسل بنا ہوا رکھا تھا۔ اس کو ڈاک خانے تک جانے کی نوبت نہیں آئی۔ میں نے سوچا آج ہفتے کا دن ہے۔ ضرور یہ کام کروں گا۔ اگر آج یہ چلا گیا تو پیر کے دن اُس کو مل جائے گا۔ یونیورسٹی کے قریب ڈاک خانے میں گیا۔ پارسل کاؤنٹر پر دیا۔ چند منٹ میں اُس نے رسید مجھے دے دی۔ میں نے کچھ ایئر لیٹر لئے۔ اور وہاں سے رخصت ہوا۔ دیکھا تو سامنے میرے پُرانے شاگرد میاں محمد سعید کھڑے ہیں۔ محبت سے لپٹ گئے۔ انہوں نے ۵۶ء میں اورینٹل کالج سے اُردو میں ام۔ اے کیا تھا۔ دو سال میرے ساتھ رہے تھے۔ اُس کے بعد نارووال کے کسی کالج میں ملازم ہو گئے۔ وہیں سے تاریخ میں بھی ام۔ اے کیا، اور کسی طرح لندن آ گئے۔ آج کل تاریخ میں پی۔ ایچ۔ ڈی کر رہے ہیں۔ ڈاکٹر ہارڈی اُن کے نگران ہیں۔ یہ صاحب اسکول آف اورینٹل اسٹڈیز میں تاریخ کے ریڈر ہیں۔ سعید مجھے ضد کر کے اپنے کمرے میں لے گئے۔ اسکول کے قریب ہی رہتے ہیں۔ انہیں مجھ سے ملنے کی اتنی خوشی تھی راستے میں زور زور سے باتیں کر رہے تھے۔ ایک بوڑھا انگریز پیچھے پیچھے آ رہا تھا۔ جب اُس نے اُن کی آوازیں سُنیں تو کہنے لگا کیا ہو رہا ہے"؟ سعید نے کہا "کچھ نہیں۔ ہم لوگ باتیں کر رہے ہیں"۔ کہنے لگا "آپ چیخ رہے ہیں۔ شور ہو رہا ہے۔ خاموش رہیئے۔ باتیں آہستہ کیجئے" — ہم لوگ اس کی باتیں سُنتے ہوئے آگے بڑھ گئے۔ سعید کے کمرے میں پہنچے۔ انہوں نے اپنی روداد سُنائی کہ کس طرح لندن آئے۔ داخلہ لیا۔ مختلف ملازمتیں کر کے گزر بسر کرتے رہے۔ ڈھائی سال کا عرصہ اسی طرح گزر گیا۔ اب تھیسز اس سال مکمل ہو جائے گا تو آئندہ کوئی پروگرام بنائیں گے۔ انہوں نے کافی بنائی۔ ہم لوگوں نے کافی پی اور ایک بجے کے قریب وہاں سے باہر نکلے۔ اسکول پہنچے۔ اسکول میں تالا پڑا تھا۔ آج میں ڈاک بھی نہ دیکھ سکا۔

اس وقت سخت سردی تھی۔ بڑی تیز ہوا چل رہی تھی۔ سعید کہنے لگے "آپ میرا اوور کوٹ لے لیجئے۔ آپ کو سردی لگ رہی ہوگی"۔ میں نے کہا "نہیں۔ کوئی خاص ضرورت نہیں ہے۔ اب تو میں جلد از جلد پاکستان ہاؤس جانا چاہتا ہوں۔ وہاں کھانا کھاؤں گا، اور پھر گھر واپس آؤں گا۔ کسی ریستوران میں کھانا نہیں کھاتا۔ کیونکہ وہاں حلال گوشت نہیں ملے گا۔ شبہ رہتا ہے۔ اسی لئے میں اتنی دور چل کر پاکستان ہاؤس جاتا ہوں۔ وہاں کھانا کھاتا ہوں۔ ایک وقت کھا لیتا ہوں۔ دوسرے وقت انڈہ، مکھن، توس اور دودھ سے کام چل جاتا ہے"۔ میں نے انہیں GOWER STREET پر چھوڑ دیا۔ اور ۲۴ نمبر بس لے کر پاکستان ہاؤس پہنچا۔ راستے میں نائٹس برج کے ڈاک خانے میں خط پوسٹ کئے۔ کینٹین میں داخل ہوا تو دو بج چکے تھے۔ کھانا کھایا۔ تین بجے تک وہیں میز پر بیٹھا ہوا ٹیلی ویژن دیکھتا رہا۔ آج سامنے گھوڑے دوڑ رہے تھے اور تیراکی کا مظاہرہ ہو رہا تھا۔ نہایت غیر دلچسپ پروگرام تھا۔ تین بجے وہاں سے اُٹھا۔ ریڈنگ روم میں آیا۔ اخبار دیکھے اور پونے چار بجے کے قریب وہاں سے باہر نکلا۔

میرے پاس ابھی وقت بہت تھا۔ اس لئے سوچا کہ بجائے بس پر بیٹھ کر گھر جانے کے ہائیڈ پارک کارنر کی طرف پیدل پکاڈلی چلنا چاہیئے۔ وہاں سے شیفٹس بری ایونیو Shaftsbury Avenue ہوتا ہوا ٹوٹنہم کورٹ روڈ جاؤں گا اور وہاں سے ۱۳۴ نمبر بس میں بیٹھ کر TUFNELL PARK پہنچوں گا — چنانچہ میں پیدل چل دیا۔

راستے میں گرین پارک GREEN PARK آتا ہے۔ یہ خوب جگہ ہے۔ حد نظر تک سرسبز میدان ہے، اور اس میدان میں جگہ جگہ خوبصورت درخت ہیں۔ اس پارک میں اکثر رونق رہتی ہے۔

پارک کے باہر سڑک کے کنارے کچھ مصور نظر آتے ہیں۔ ان مصوروں

اپنی تصویریں لٹکا رکھی ہیں۔ ہر تصویر پر قیمت لکھی ہوئی ہے۔ کوئی دس پونڈ کی ہے کوئی بیس پونڈ کی۔ لوگ ان تصویروں کو دیکھتے رہتے ہیں لیکن میں نے کسی کو خریدتے ہوئے نہیں دیکھا۔ مُصوروں نے تصویروں پر اپنے نام بھی لکھ رکھے ہیں۔ دور ایک جگہ پر یہ بھی لکھا ہے کہ اپنا Portrait. صرف سات شلنگ چھ پنس میں بنوالیجئے۔ دس منٹ میں تیار ملے گا۔ ایک مصور کو میں نے دیکھا وہ ایک صاحب کا پورٹریٹ بنا رہا تھا، اور وہ صاحب بڑے مزے سے کھڑے ہوئے پورٹریٹ Portrait. بنوا رہے تھے۔ اس پارک کے سامنے ایک مُصور ایسا بیٹھا ہے جس کی صورت سے زبوں حالی ٹپکتی ہے۔ اُس نے اپنی تصویروں کے سامنے لکھ کر یہ لگا رکھا ہے کہ میں ایک مصور ہوں۔ میں نے خود ہی اس فن کو حاصل کیا ہے۔ یہ میری ہی بنائی ہوئی تصویریں ہیں۔ اگر میری یہ تصویریں آپ کو پسند ہیں تو اس بکس کا خیال رکھئے"۔ یہ چھوٹا سا بکس تصویروں کے سامنے رکھا ہوا تھا، اور اس میں کچھ پیسے پڑے ہوئے تھے۔۔ میں ان مناظر کو دیکھتا ہوا پکاڈلی کی طرف بڑھ گیا۔ اور یہ سوچتا رہا کہ فن کار اس ملک میں بھی کتنا پامال ہے۔ یہاں بھی اُس کو نانِ جویں نہیں ملتی۔ یہاں بھی وہ اپنے خونِ جگر سے بنائے ہوئے فن پاروں کی نمائش کرتا ہے، اور لوگوں سے یہ کہتا ہے کہ اِن کو خرید لو۔ لیکن لوگ اس کو درخورِ اعتنا نہیں سمجھتے۔۔ اور نہ صرف یہ بلکہ وہ خوش اسلوبی سے اپنے فن کا واسطہ دے کر بھیک بھی مانگتا ہے۔۔ اور یہ بھیک بھی اُسے نہیں ملتی۔

اِن خیالات میں گم میں پکاڈلی سرکس پہنچا۔ اب خوش پوش لوگ نظر آنے لگے۔ دوکانوں کی رونق میں اضافہ ہونے لگا۔ سڑکوں پر لوگوں کا ہجوم دکھائی دیا۔ پکاڈلی لندن کی ایک اہم جگہ ہے۔ یہاں سے کئی اہم سڑکیں نکلتی ہیں۔ ایک تو ریجنٹ اسٹریٹ جو ایک طرف Trefalgar Square. اور

دوسری طرف آکسفورڈ اسٹریٹ سے جا ملتی ہے دوسرے Shaftsbury Avenue. سے ملی ہوئی ہے۔ میں Shaftsbury Avenue. پر چل دیا اور چیرنگ کراس روڈ Charing Cross Road پر چیرنگ کراس ہوتا ہوا Tottenhem court Road پہنچا۔ اس کو طے کر کے وارن اسٹریٹ تک آیا۔ وہاں سے کھانے پینے کی کچھ چیزیں خریدیں۔ اور ۱۳۴ نمبر بس میں بیٹھ کر اپنی جائے قیام ٹفنل پارک آگیا۔ سامان رکھا۔ اور سوچا کہ ذرا 66. Burghby Road پر ڈاکٹر شاہ سے مل آؤں۔ یہ جگہ میرے مکان سے قریب ہی ہے۔ چند منٹ میں وہاں پہنچا لیکن وہ ملے نہیں۔ اس لئے واپس آیا۔ ڈاکٹر حق اور ڈاکٹر ادوانی کو دیکھا۔ وہ لوگ سینما جا رہے تھے۔ میں نے اُن کو رخصت کیا اور اپنے کمرے میں آکر تھوڑی دیر بیٹھا رہا۔ پھر ڈائری لکھی۔ جوش کی سیف و سبوُ سے چند نظمیں پڑھیں۔ دس بجے بستر میں لیٹا اور سو گیا۔

اتوار ۲۸؍اکتوبر ۱۹۶۲ء

رات کو دو بجے آنکھ کھُل گئی۔ کروٹیں بدلتا رہا۔ چار بجے کے بعد پھر نیند آگئی۔ صبح کو اٹھا تو ساڑھے سات بجے تھے۔ ہر طرف سناٹا تھا۔ آج سڑک پر کھٹم کھٹم (عورتوں کے چلنے) کی آوازیں نہیں سنائی دے رہی تھیں۔ معلوم یہ ہو رہا تھا کہ آج اتوار ہے اور لوگ اپنے اپنے گھروں میں آرام کر رہے ہیں۔ چڑیوں کی آوازیں البتہ سُنائی دے رہی تھیں۔ ان چڑیوں کی آوازوں سے مجھے گھر کی چڑیوں کا خیال آگیا جن کو میں صبح اٹھ کر روٹی کے ٹکڑے ڈالا کرتا تھا۔

پونے دس بجے تک میں اپنے کمرے میں رہا۔ ڈائری لکھی۔ ایک دو خطوں کے جواب دیئے۔ پھر ڈاکٹر حق کے کمرے میں گیا۔ چائے پی۔ ناشتہ کیا۔ گیارہ بجے تک باتیں ہوتی رہیں۔ یہ بھی طے ہوا کہ آج دو بجے کے قریب

ہم لوگ نیشنل گیلری دیکھنے چلیں گے۔ گیارہ بجے میں اپنے کمرے میں واپس آیا اور کچھ لکھتا پڑھتا رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد مالک مکان چغتائی صاحب آگئے۔ ان سے باتیں ہوتی رہیں۔ میں نے انہیں بتایا کہ مجھے اس مکان میں نہانے کی بہت تکلیف ہے۔ میں روزانہ نہانے کا عادی ہوں۔ اس لئے غسل خانہ ٹھیک کرا دیجئے۔ گیس کے ہیٹر HEATER اور واش بیسن کے لئے بھی کہا۔ کہنے لگے میں اپنی پوری کوشش کروں گا۔ اس کے بعد میں نے انہیں پانچ پونڈ کا چیک دیا۔ وہ چیک لے کر رخصت ہوئے۔ میں پھر پڑھنے لکھنے میں مصروف ہو گیا۔

ایک بجے اُٹھا۔ تیار ہوا۔ کھانا کھایا۔ ڈبل روٹی کے توس، ٹماٹر، اور دودھ کمرے میں ہی کھانا پڑتا ہے۔ پونے دو بجے کے قریب ڈاکٹر حق اور ڈاکٹر عبدالکریم ادوانی کے پاس گیا۔ وہ لوگ بھی تیار ہوئے اور دو بجے ہم لوگ باہر نکلے ــــ باہر نکل کر میں نے کہا "آج اتوار کا دن ہے۔ آپ کے جو پاکستانی دوست یہاں رہتے ہیں اُن سے ملتے چلیں۔ ڈاکٹر ادوانی جن صاحب کے کمرے میں گئے۔ وہاں سب لوگ جمع تھے۔ انہوں نے کہا "یہیں آجائیے۔ سب سے ملاقات ہو جائے گی۔ میں اوپر پہنچا تو دیکھا کئی آدمی بیٹھے ہیں۔ سب سے مُلاقات ہوئی۔ فصیح، مصباح، نجم، نظام ۔ یہ لوگ یہاں ملازمت بھی کرتے ہیں اور رات کو پڑھتے بھی ہیں۔ کافی پی۔ ٹیپ بج رہا تھا۔ کئی ہفتے کے بعد لتا منگیشکر، رفیع اور طلعت کی آوازیں سُنیں ۔ بہت لُطف آیا ۔ میری گھڑی میں پونے تین بجے تھے۔ میں نے وقت دیکھ کر کہا "اب اٹھنا چاہیئے۔ لیکن اُن لوگوں نے کہا ابھی پونے دو بجے ہیں۔ اپنی گھڑی ٹھیک کر لیجئے۔ آج سے یہاں وقت بدل گیا ہے۔ میں نے گھڑی میں پونے دو بجا لیئے۔ پندرہ منٹ ہم لوگ وہاں اور بیٹھے رہے ۔ دو بجے رخصت ہوئے۔ بس میں بیٹھے اور ٹرافالگر اسکوائر Trafalgar Square پہنچے ۔ یہیں نیشنل گیلری ہے۔

آج Trafalgar Square میں بہت مجمع تھا۔ کیوبا کے بارے میں جلسہ ہو رہا تھا۔ تقریریں ہو رہی تھیں۔ جلوس بھی نکلنے والا تھا۔ نعرے لگ رہے تھے۔ Kennedy wants war. —— we want peace. ——
Hands off cube. ہم لوگ چند منٹ وہاں ٹھہرے۔
اور پھر نیشنل گیلری میں چلے گئے۔ پانچ بجے تک ہم لوگ تصویریں دیکھتے رہے۔ نیشنل گیلری بھی خوب جگہ ہے۔ یہاں دنیا کے مصوروں کے شاہکار جمع کئے گئے ہیں۔ انگلستان، فرانس، اٹلی اور یورپ کے بعض دوسرے ملکوں کے مصوروں کی تصویریں یہاں بڑے سلیقے سے رکھی گئی ہیں۔ واقعی نگارخانہ معلوم ہوتا ہے۔ آدمی اس میں جاکر گم ہو جاتا ہے۔ میں نے ایک ایک تصویر دیکھی۔ لیکن غور سے نہ دیکھ سکا۔ کیونکہ بعض لوگ ایسے ساتھ تھے جنہیں آرٹ کا ذوق نہیں تھا۔ ہر تصویر کو دیکھتا رہا اور یہ سوچتا رہا کہ کسی وقت تنہا آکر ان تصویروں کو غور سے دیکھوں گا۔ بہت عجیب تصویریں ہیں۔ آج بے شمار لوگ نیشنل گیلری دیکھنے کے لئے آئے تھے۔ بوڑھے، نوجوان اور بچے۔ سب لُطف لے رہے تھے۔ تصویروں کے ساتھ ساتھ ان لوگوں کا دیکھنا بھی پُرلطف بات ہے۔
پانچ بجے ہم لوگ نیشنل گیلری سے نکلے۔ اور پکاڈلی کی طرف پیدل چل دیئے۔ جلوس بھی ہمارے سامنے جا رہا تھا۔ بارش ہو چکی تھی تیز ہوا چل رہی تھی۔ سخت سردی کا احساس ہوا۔ Piccadilly سے ہم لوگ گرین پارک اور ہائیڈ پارک کارنر کی طرف چل دیئے۔ پروگرام یہ تھا کہ رات کا کھانا پاکستان ہاؤس میں کھایا جائے گا۔ گرین پارک کے سامنے مصوروں کی تصویریں اب بھی لٹکی ہوئی تھیں۔ بھیگ گئی تھیں۔ مصور وہاں موجود نہیں تھے۔ سڑکوں پر لوگوں کا ہجوم تھا۔ ان مناظر کو دیکھتے ہوئے ہم لوگ ہائیڈ پارک کارنر اور نائٹس برج Knights Bridge ہوتے ہوئے پاکستان ہاؤس پہنچ گئے۔ اندھیرا ہو چکا تھا۔ لیکن ابھی چھ نہیں بجے تھے۔ اس لئے کھانے کا انتظار کرنا پڑا۔ یہاں

چھ بجے کھانا شروع ہوتا ہے۔ سوا چھ بجے کے قریب ہم لوگوں نے کھانا کھایا اور بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ طٰہٰ صاحب بھی مل گئے۔ اُن سے بھی باتیں کیں۔ یہ صاحب جوبلی کالج اور لکھنؤ یونیورسٹی میں تھے۔ میرے ساتھ ہاکی کھیلتے تھے۔ آج کل غالباً انکم ٹیکس میں ہیں اور کوئی کورس کرنے کے لئے لندن آئے ہوئے ہیں۔ فروری میں کراچی واپس جائیں گے۔

ساڑھے سات بجے کے قریب ہم لوگ پاکستان ہاؤس سے رخصت ہوئے۔ Knights Bridge سے ٹیوب میں بیٹھے۔ Leicester Square. سے آئے۔ وہاں سے ناردرن لائن Northern Line. میں بیٹھ کر Tufnel Park پہنچے۔ اپنے کمرے میں کافی بنائی۔ کافی پی۔ ساڑھے آٹھ بجے تک باتیں ہوتی رہیں۔ اُس کے بعد ڈاکٹر حق اور ڈاکٹر ادوانی رخصت ہوئے۔ میں دس بجے تک پڑھتا لکھتا رہا۔ اور پھر سوگیا۔

پیر ۲۹ اکتوبر ۱۹۶۲ء

صبح کو پانچ بجے آنکھ کھلی۔ اُٹھ کر لکھنے پڑھنے کا کچھ کام شروع کیا۔ ساڑھے آٹھ بجے اُٹھ کر ڈاکٹر حق اور ڈاکٹر ادوانی کے کمرے میں ناشتہ کرنے گیا۔ ساڑھے نو بجے واپس آیا۔ دس بجے تیار ہو کر اسکول جانے کے لئے تیار ہو کر باہر نکلا۔ ۱۳۴ نمبر بس لی۔ ساڑھے دس بجے کے قریب اسکول پہنچا۔ ڈاک دیکھی۔ آج فہمیدہ کے دو خط ملے۔ ایک ۲۴ اکتوبر کا لکھا ہوا جو لاہور سے پوسٹ ہوا تھا اور دوسرا ۲۵ اور ۲۶ اکتوبر کا لکھا ہوا جو گجرات سے پوسٹ ہوا۔

یہ خط جیب میں رکھ کر میں اپنے کمرے کی طرف چلا۔ سوچا رسل آئے ہوں گے۔ اُن سے کچھ دیر باتیں کروں گا۔ میں وہاں پہنچا تو وہ کمرہ بند کر کے باہر نکل رہے تھے۔ کہنے لگے، "چلیئے کافی پیئیں گے"۔ ہم سینئر کامن روم میں گئے۔ کافی کی ایک ایک پیالی پی اور باتیں کرتے رہے۔ یہاں ایک صاحب سے ملاقات ہوئی جو اسکول میں چینی زبان کے اُستاد ہیں۔ ۱۱ بجے رسل کا کلاس تھا وہ تو

کلاس لینے کے لئے چلے گئے۔ میں سینئر کامن روم ہی میں بیٹھا رہا۔ فہمیدہ کے خطوں کا مفصل جواب لکھا۔ ساڑھے بارہ بجے وہاں سے اُٹھا۔

Tattenham Court Road کے قریب خط پوسٹ کئے اور
وہاں سے چیئرنگ کراس Charing Cross اور شیفٹسبری
ایوینو SHAFTSBURY AVENUE پکاڈلی اور گرین پارک Green Park
ہوتا ہوا نائٹس برج پہنچا۔ پاکستان ہاؤس میں دن کا کھانا کھایا۔
تھوڑی دیر ریڈنگ روم میں پاکستان کے اخبار پڑھے۔ ساڑھے تین بجے وہاں سے چلا اسی راستے سے گھومتا پھرتا اسکول آیا۔ سوا پانچ بجے رسل سے ملنے کا وعدہ تھا۔ اُن سے چند منٹ کی مُلاقات ہوئی۔ انہوں نے میر کے چند اشعار کا مطلب پوچھا۔ وہ بتایا۔ پونے چھ بجے وہاں سے رخصت ہو کر ٹیوب میں بیٹھا اور اپنے گھر آگیا۔ ساڑھے سات بجے تک خیالات میں کھویا ہوا بیٹھا رہا۔ اب بھوک لگنے لگی تھی۔ توس، ٹماٹر اور بسکٹ کھائے۔ ایک بوتل دودھ پیا۔ اُس کے بعد کافی پینے کی خواہش پیدا ہوئی۔ ڈاکٹر حق اور رادوانی کے کمرے میں گیا۔ وہاں کافی بنائی۔ خود بھی پی۔ اُن کو بھی پلائی۔ نو سوا نو بجے واپس آگیا۔ کچھ دیر لکھتا پڑھتا رہا دس بجے لیٹ گیا۔ چند منٹ میں نیند آگئی۔

منگل ۳۰ اکتوبر ۱۹۶۲ء

صبح ساڑھے چار بجے اٹھا۔ تھوڑی دیر بستر میں چُپ چاپ لیٹا رہا اور نہ جانے کیا کیا کچھ سوچتا رہا۔ ان گنت خیالات ذہن پر مسلّط رہے۔ ساڑھے پانچ بجے کے قریب اٹھ کر لکھنا پڑھنا شروع کیا۔ آٹھ بجے اُٹھ کر نیار ہوا۔ اُس کے بعد ڈاکٹر حق اور ڈاکٹر رادوانی کے کمرے میں ناشتہ کرنے گیا۔ سوا نو بجے واپس آیا۔ چھوٹے موٹے کام کئے اور دس بجے کے قریب اسکول روانہ ہوا۔ ۱۳۴ نمبر بس میں بیٹھ کر اسکول پہنچا۔ ڈاک دیکھی۔ آج کی ڈاک میں صرف شادانی صاحب

(ڈھاکہ یونیورسٹی) کا خط جس میں یہ لکھا تھا کہ آپ کو بی۔اے آنرز اور ایم۔اے کی کاپیاں ستمبر میں بھیجی گئی تھیں لیکن ابھی تک واپس نہیں پہنچیں۔ خدا جانے اُن کا کیا حشر ہوا۔ یہ خبر سن کر طبیعت بہت پریشان ہوئی۔ کیونکہ میں نے تو دونوں امتحانوں کی کاپیاں ۱۰ اور ۱۲ ستمبر کے درمیان کسی تاریخ کو دیکھ کر واپس بھیج دی تھیں۔۔ البتہ یہ غلطی ضرور کی کہ پارسل انشور کرا کے نہیں بھیجا۔ سوچتا رہا کہ کیا کرنا چاہیئے۔

انہیں خیالات میں گُم سینئر کامن روم میں جا کر بیٹھ گیا۔ ایک بار پھر وہ خط پڑھا۔ ابھی خط پڑھ کر ختم بھی نہیں کیا تھا کہ میرے شاگرد میاں محمد سعید آ گئے۔ انہوں نے آج ساڑھے دس بجے سینئر کامن روم میں آنے کا وعدہ کیا تھا۔ ٹھیک وقت پر آئے۔ یہ طے ہوا تھا کہ آج میں اُن کے ساتھ برٹش میوزیم کا چکر لگاؤں گا۔ چنانچہ ہم لوگ وہاں سے اٹھ کر برٹش میوزیم چل دیئے۔ وہاں پہنچ کر سب سے پہلے تو ریڈنگ روم میں پڑھنے کے لئے اپنا ٹکٹ بنوایا۔ چند منٹ میں یہ کام ہو گیا۔ اُس کے بعد سعید نے یہ کہا کہ ایک نظر میوزیم کی مختلف چیزوں پر ڈال لیجیئے۔ چنانچہ ہم لوگوں نے ایک طرف سے میوزیم کو دیکھنا شروع کیا۔

برٹش میوزیم میں بے شمار چیزیں ہیں۔ سب سے پہلے ہم نے یونان اور روم کے بت تراشوں کے بنائے ہوئے مجسمے دیکھے۔ پھر آگے بڑھے تو بڑے بڑے پتھر نظر آئے جن میں دنیا کے مختلف تہذیبوں کی زندگی کے بارے میں تصویریں تراشی گئی ہیں۔ یہ پتھر پر ہیں۔ یہ پتھر کھود کر نکالے گئے ہیں، اور اُن سے اُس زمانے کی زندگی کی تصویر سامنے آتی ہے۔ فرعون اور مصر کے دوسرے بادشاہوں کے زمانے کے تب بھی دیکھے۔ قدیم تہذیبوں میں استعمال ہونے والے زیورات اور برتنوں کو بھی دیکھا۔ لڑائی کے سامان تلوار، خنجر اور بندوقیں وغیرہ بھی یہاں موجود ہیں۔ کئی خنجر دکن کے زمانے کے نظر آئے۔ ایک خنجر پر لکھا تھا کہ یہ حیدر علی کا خنجر ہے۔ مصر کی ممیاں بھی یہاں

خاصی تعداد میں موجود ہیں۔ کوئی ایک بجے تک ہم لوگ برٹش میوزیم میں گھوم پھر کران تمام چیزوں کو دیکھتے رہے۔

اب مجھے بھوک لگنے لگی تھی۔ اس لئے سوچا کچھ کھایا جائے اور کافی پی جائے۔ چنانچہ ہم لوگ برٹش میوزیم کے ریستوراں میں گئے۔ سینڈوِچ کھائیں اور کافی پی۔ وہاں سے اٹھ کر ریڈنگ روم میں گئے۔ برٹش میوزیم میں دو ریڈنگ روم ہیں۔ ایک تو جنرل ریڈنگ روم جو بہت بڑا خوبصورت اور شاندار ہے، اور جس میں دنیا جہاں کے علوم کی بے شمار کتابیں ہیں۔ سینکڑوں آدمی یہاں بیٹھ کر کام کرتے ہیں۔ کوئی شخص یہاں بے کار نہیں بیٹھا۔ دوسرا اورینٹل سیکشن کا ریڈنگ روم ہے۔ یہ چھوٹا ہے اور یہاں صرف مشرقی علوم پر کام کرنے والے بیٹھ کر کام کرتے ہیں۔ جنرل ریڈنگ روم سے یہاں آکر میں نے اردو کی کتابوں کی کیٹلاگ دیکھی اور کلیات جرأت، کلیات میر سوز اور کلیات میر حسن کے نسخے نکلوائے۔ یہ نسخے اتنے دلچسپ اور نادر و نایاب تھے کہ دیر تک ان کو دیکھتا رہا، اور یہ فیصلہ کرلیا کہ کل ہی سے اِن پر کام شروع کر دوں گا۔ یہ بات بھی ذہن میں آئی کہ اِن کو چھپوا دینا چاہئے۔

ساڑھے تین بجے تک میں برٹش میوزیم میں رہا۔ اُس کے بعد سعید نے کہا لندن یونیورسٹی کی لائبریری بھی دیکھ لیجئے۔ چنانچہ ہم لوگ میوزیم سے نکل کر سینٹ ہال کی طرف چل دیئے۔ یہ ایک بہت بڑی عمارت ہے۔ اس میں یونیورسٹی لائبریری ہے۔ اس لائبریری کو کئی حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ہر حصہ بہ ذات خود ایک بڑی لائبریری کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس میں کئی لاکھ کتابیں ہیں اور کئی ہزار رسالے آتے ہیں۔ کوئی ایک گھنٹے تک میں اس لائبریری کو دیکھتا رہا۔ ساڑھے چار بجے کے قریب ہم لوگ باہر آئے۔ اب میں نے سعید کو رخصت کیا اور میں اپنے اسکول گیا تاکہ ایک دفعہ ڈاک اور دیکھ لوں۔ ڈاک دیکھی لیکن کوئی خط نہیں ملا۔ اس کے بعد میں Tottenhem Court Road

SHAFTESBURY AVENUE اور پکاڈلی ہوتا ہوا پاکستان ہاؤس کی طرف چلا۔ راستے میں بڑی رونق اور چہل پہل تھی۔ کوئی پانچ سوا پانچ بجے وہاں پہنچ گیا۔ پاکستان کے اخبار پڑھے۔ طٰہٰ صاحب سے بھی ریڈنگ روم میں ملاقات ہوئی۔ چھ بجے کھانا کھایا اور سات بجے کے قریب بس میں بیٹھ کر واپس آگیا۔ تھک گیا تھا۔ کپڑے بدل کر بستر میں لیٹ گیا۔ والد صاحب، شفقن اور فہمیدہ کو خط لکھے۔ پھر کچھ دیر پڑھتا رہا۔ ساڑھے دس بجے کے قریب مجھے نیند آگئی۔

بُدھ ۳۱ را کتوبر ۱۹۶۲ء

صبح کو پانچ بجے اُٹھا۔ کوئی گھنٹہ بھر بستر میں لیٹا رہا۔ چھ بجے کچھ لکھنا پڑھنا شروع کیا۔ والد صاحب شفقن اور فہمیدہ کو خط بھی لکھے۔ ساڑھے آٹھ بجے ڈاکٹر حق اور ادوانی کے یہاں ناشتہ کرنے گیا۔ سوا نو بجے واپس آیا۔ تیار ہوا اور دس بجے اسکول چل دیا۔ اسکول پہنچ کر ڈاک دیکھی۔ آج کی ڈاک میں صرف بچھن کا خط ملا۔ اس کے ساتھ ہی بھنا کا خط بھی آیا۔ خط لے کر اپنے کمرے میں پہنچا اور وہاں بیٹھ کر پڑھے۔ گیارہ بجے چارلس ٹامس آگئے۔ اُن کو پریم چند کی کہانی پڑھائی۔ وہ بارہ بجے رخصت ہوئے۔ میں نے ساڑھے بارہ بجے چند Sandwiches. کھائیں جو اپنے تھیلے میں رکھ کر لے گیا تھا — اور کمرے سے نکل کر سیدھا برٹش میوزیم کی طرف چلا۔ راستے میں بارش ہونے لگی۔ جنوبی پھاٹک سے برٹش میوزیم میں داخل ہوا۔ لیکن اورینٹل سیکشن کے ریڈنگ روم تک نہ پہنچ سکا۔ راستہ بھول گیا۔ چنانچہ واپس لوٹا اور سڑک سے ہو کر سامنے کے پھاٹک سے برٹش میوزیم کے اندر داخل ہوا۔ اور چند منٹ میں اورینٹل ریڈنگ میں ۷ نمبر سیٹ پر جا کر بیٹھ گیا۔

کلیات میر، کلیات میرحسن، کلیات میرسوز اور کلیات جرأت کے جو نسخے کل نکلوائے تھے آج انھیں لے کر باقاعدہ کام شروع کر دیا۔ سب سے پہلے کلیات میرحسن کو دیکھا۔ یہ نسخہ ۱۲۵۹ھ کا لکھا ہوا ہے۔ اس کے شروع میں ایک

دیباچہ بھی شامل ہے جو میرحسن کے کسی دوست نے لکھا ہے۔ لیکن اِن کا نام موجود نہیں ہے۔ دیباچے میں یہ لکھا ہے کہ میرحسن سے ان کی دوستی تھی لیکن نساخ نے اپنے تذکرے میں جو یہ لکھ دیا کہ میں (دیباچہ نگار) میرحسن کا شاگرد ہوں یہ غلط ہے۔ اب نساخ کا تذکرہ سخن شعرا دیکھا جائے تو معلوم ہو کہ یہ دیباچہ نگار کون ہے۔ سخن شعرا کی تلاش جاری ہے۔ بہرحال یہ دیباچہ دلچسپ ہے اور میرحسن کے بارے میں بعض اہم باتیں اس سے معلوم ہوتی ہیں۔ میں نے اس دیباچے کو نقل کر لیا اور میرحسن کی مثنویاں بھی نقل کرنا شروع کر دیں۔ سوچتا ہوں پورا کلیات نقل کر ڈالوں۔ گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ میں نے میرحسن کے کلیات پر کام کیا۔ اُس کے بعد کلیات میرسوز کو دیکھنا شروع کیا۔ یہ بھی اچھا نسخہ ہے لیکن اس کا پتہ نہیں چلتا کہ کب لکھا گیا اور کس نے لکھا۔ البتہ اس پر تین مہریں ہیں۔ اُس میں ایک مہر نواب امجد علی شاہ کی ہے۔ دوسری سلیمان جاہ کی اور تیسری جان عالم کی۔ مہریں صاف پڑھی نہیں جاتیں۔ داروغۂ کتب خانہ کے دستخط بھی ہیں۔ میرسوز کے دیوان پر بھی میں نے کام شروع کر دیا ہے۔ سات آٹھ غزلیں نقل کیں۔ اس کے بعد کلیات جرأت کا نسخہ دیکھنا شروع کیا۔ یہ نسخہ بہت خوبصورت لکھا ہوا ہے۔ اس کے آخر میں یہ عبارت درج ہے "تمام شد کلیات میاں جُرأت از برائے خاطر داشت محمدؐ خان صاحب سلمہٗ تعالےٰ از دست احقر العباد محمد امین بیگ ساکن دہلی غفراللہ دینہٗ" — جُرأت کی صرف ایک غزل نقل کرنے پایا تھا کہ پانچ بج گئے۔ وقت ختم ہو گیا۔ میں نے تینوں نسخے جمع کرائے اور ریڈنگ روم سے باہر آ گیا۔ میرے شاگرد سعید بھی اپنا کام ختم کر کے باہر آ گئے تھے۔ اُن کے ساتھ ایک خاتون صفیہ بھی تھیں۔ یہ کیمبرج سے تاریخ میں بی اے آنرز کر چکی ہیں۔ اب لندن سے پی ایچ ڈی کر رہی ہیں۔ وہ جلد ہی رخصت ہو گئیں اور ہم لوگ برٹش کونسل جانے کے لئے آکسفورڈ اسٹریٹ کی طرف چل دیئے۔

آکسفورڈ اسٹریٹ پر اس وقت بڑی چہل پہل تھی۔ ہر دوکان بقعہ نور بنی ہوئی تھی۔ ہر عمارت پر دلہن ہونے کا گمان ہوتا ہے۔ سڑکوں پر لوگوں کا ہجوم تھا۔ خوبصورت چہرے جگمگا رہے تھے۔ اس ماحول میں ہم لوگ ٹہلتے ہوئے آکسفورڈ سرکس پہنچے۔ وہاں سے Hanover Street. گئے۔ یہیں British council. کا دفتر ہے۔ یہاں میں نے ممبری کے لئے فارم بھرے۔ لیکن ساڑھے پانچ بج چکے تھے۔ اس لئے مناسب کاروائی نہ ہو سکی۔ ساڑھے پانچ بجے برٹش کونسل کا دفتر بند ہو جاتا ہے۔ ہم لوگ کچھ دیر لاؤنج LOWNGE میں بیٹھے رہے۔ اُس کے بعد وہیں چائے پی اور پھر وہاں سے رخصت ہوئے۔ Regent Street. پر چل کر چند منٹ Piccadilly پہنچے۔ یہاں پہنچ کر میں نے سعید کو رخصت کیا اور میں کھانا کھانے کے لئے پاکستان ہاؤس کی طرف چل دیا۔ ساڑھے چھ بجے وہاں پہنچ کر کھانا کھایا۔ یعقوب نیمن مل گئے۔ اُن سے کچھ دیر باتیں کیں اور ساڑھے سات بجے وہاں سے چل دیا۔ بس میں بیٹھ کر Tuffnel Park. آیا۔ کچھ دیر لکھتا پڑھتا رہا —— دس بجے سو گیا۔

جمعرات یکم نومبر ۱۹۶۲ء

صبح کو ساڑھے چار بجے آنکھ کھلی۔ پانچ بجے یہ خیال آیا کہ چل کر نہانا چاہیئے۔ کئی روز سے نہانے کا موقع نہیں ملا تھا۔ غسل خانے میں گیا۔ گیس جلا کر پانی گرم کرنے کی کوشش کی لیکن گیس موجود نہیں تھی۔ میرے پاس آج اتفاق سے چھ پنس یا ایک شلنگ کے سکے بھی نہیں تھے۔ دو شلنگ کے سکے سے کام نہیں چل سکتا تھا۔ کیونکہ یہ بڑے سکے مشین میں نہیں جا سکتے۔ اس لئے نہانے کا خیال چھوڑ دیا۔ واپس آ کر بستر میں لیٹ گیا۔ شادانی صاحب کو خط لکھا —— ساڑھے آٹھ بجے تیار ہو کر ناشتہ کرنے گیا۔ سوا نو بجے واپس آیا۔ دس بجے اسکول روانہ ہوا۔ آج بس میں عجیب بات ہوئی۔ بس کنڈکٹر لڑکی

نے مجھ سے کہا یونیورسٹی تک کے نو پنس ہوں گے میں نے کہا مجھ سے تو
روزانہ چھ پنس لئے جاتے ہیں ۔ اُس نے جواب دیا ۔ صرف ایک اسٹاپ
پہلے تک چھ پنس ہیں ۔ یونیورسٹی اسی اسٹاپ کے بعد آتی ہے ۔ کچھ زیادہ فرق
نہیں ہے ۔ کنڈکٹروں سے اکثر غلطی ہو جاتی ہے ، بتائیے آپ کو کتنے کا ٹکٹ
دوں ، ــــ میں نے کہا نو پنس کا دے دیجئے ، ــــ بہرحال اسکول پہنچا ۔ ڈاک
دیکھی ۔ آج گھر سے کوئی خط نہیں آیا ۔ دو لفافے ملے ۔ ایک تو اسکول کی طرف
سے جس میں یہ اطلاع تھی کہ ۳ / ۴ / ۱۳۹ پونڈ اس مہینے کی تنخواہ ہوئی ہے ۔
کچھ نیشنل انشورنس وغیرہ کاٹ دیا گیا ہے ۔ دوسرا چیک ۵ پونڈ ۵ شلنگ کا
بی ۔ بی ۔ سی کا تھا ۔ یہ اُس پروگرام کا معاوضہ تھا جو ۲۸ ر اکتوبر کو نشر کیا گیا تھا ۔
میں اِن دونوں لفافوں کو لے کر اپنے کمرے میں آیا ۔ چند منٹ بیٹھا ۔ پونے
گیارہ بجے کے قریب رسل آ گئے ۔ اُن سے باتیں ہوئیں ۔ گیارہ بجے میرا کلاس
تھا ۔ اس لئے میں اُن کے ساتھ کافی پینے نہ جا سکا ۔ سوا گیارہ بجے چارلس
ٹامس آئے ۔ انہیں نذیر احمد کا ناول فسانۂ مبتلا پڑھایا ۔ بارہ بجے مسز مایات
آ گئیں ۔ انہیں بھی سبق میں شریک کیا ۔ ایک بجے یہ لوگ رخصت ہوئے تو میں
نے چند Sandwiches. کھائیں اور سینیئر کامن روم میں جا کر کافی پی ۔
سردی بڑھ گئی تھی ۔ اس لئے چند منٹ ہیٹر کے سامنے بیٹھا رہا ۔ آج کامن
روم میں مجمع تو بہت تھا لیکن کسی جاننے والے سے ملاقات نہیں ہوئی ۔

ڈیڑھ بجے وہاں سے اُٹھا اور برٹش میوزیم پہنچا ۔ کلیات میر حسن ، کلیات
میر سوز اور کلیات جُراءت کے نسخے نکلوائے اور پونے پانچ بجے تک کام کرتا
رہا ۔ آج میں نے میر حسن کی مثنوی ، آصف الدولہ کی شادی اور مدح حق سبحانہ
وتعالیٰ اور میر سوز کی پانچ سات غزلیں نقل کیں ۔ جُراءت کی ایک غزل نقل
کی ــــ نقل کرنے میں دیر لگتی ہے کیونکہ میں ساتھ ہی ساتھ اِن کی تصحیح بھی کرتا
جاتا ہوں ــــ یہ کام کر کے میں پانچ بجے سے چند منٹ قبل باہر نکلا ۔

آج پروگرام یہ تھا کہ پانچ بجے سعید مجھے یونیورسٹی یونین دکھانے لے جائیں گے۔ میں باہر نکلا تو وہ میرے منتظر تھے۔ ہم لوگ جنرل ریڈنگ روم میں سے، ہو کر یونیورسٹی کے سامنے والے پھاٹک سے باہر نکلے۔ بارش ہو رہی تھی۔ چھتری لگائی اور چند منٹ میں یونین کی عمارت میں پہنچے۔ اس عمارت میں ورزش کرنے کی جگہ بھی ہے۔ لڑکے لڑکیوں کے بیٹھنے کے ہال، لائبریری، موسیقی کا کمرہ، کھانے کا ہال Swimming Pool. غرض سب کچھ موجود ہے۔ لڑکوں کو ورزش کرتے ہوئے اور تالاب میں تیراکی کرتے ہوئے دیکھا۔ لڑکے لڑکیاں ایک ساتھ تیراکی کر رہے تھے۔ تالاب میں پانی گرم تھا۔ اُس کی گرمی محسوس کی جا سکتی تھی۔ یونین کی عمارت کا چکر لگا کر ہم لوگ کھانے کے ہال میں گئے۔ وہاں ایک ایک پیالی چائے پی اور کوئی چھ بجے تک باتیں کرتے رہے۔

وہاں سے اُٹھے۔ میں نے سعید سے کہا کہ آج یہاں قریب کے کسی پاکستانی ریستوران میں کھانا کھا کر دیکھیں گے۔ چنانچہ ہم لوگ وہاں سے اُٹھے اور Gower Street. پر شاہ ریسٹورنٹ میں پہنچے۔ بارش تیز تھی۔ اس لئے چھتری کے باوجود بھیگ گئے۔ ریسٹورنٹ میں پہنچ کر اطمینان سے بیٹھے اور کھانا منگوایا۔ بیرے نے کھانا لانے میں بہت دیر لگائی۔ کوئی آدھ گھنٹے کے بعد اُس نے کھانا دیا۔ مُرغ، بکری کے گوشت کا قورمہ اور پراٹھا منگوایا۔ سالن تو اچھا نہیں تھا۔ البتہ پراٹھے نے بہت مزہ دیا۔ توس کھاتے کھاتے طبیعت اُکتا گئی تھی۔ آج کوئی ایک مہینے کے بعد پراٹھا کھایا۔ گھر پر تو روز ناشتے میں پوری یا پراٹھا ہوتا تھا۔ اب یہاں لندن میں کون پکائے۔ کھانا کھا کر چائے پی۔ چودہ شلنگ سے کچھ زیادہ بل ہوا۔ ایک شلنگ ۲ پنس بیرے کو دیئے اور سوا سات بجے میں وہاں سے نکلا۔ سعید نے مجھے Warren Street. کے ٹیوب اسٹیشن تک پہنچا دیا۔ اور میں

وہاں سے ٹیوب میں بیٹھ کر ٹفنل پارک Tufnel Park. پہنچا۔
بارش اب کچھ اور بھی تیز ہو گئی تھی۔ بھیگتا ہوا گھر پہنچا۔ آٹھ بجے تک بیٹھا رہا پھر بستر میں لیٹ گیا۔ دس بجے تک پڑھتا لکھتا رہا۔ سوا دس بجے سو گیا۔

جمعہ ۲ نومبر ۱۹۶۲ء

چھ بجے آنکھ کھلی۔ خیال آیا کہ آج تو جیب میں چھ پنس موجود ہیں۔ غسل خانے میں چل کر نہانا چاہیئے۔ چھ پنس مشین میں ڈالے۔ گیس جلائی۔ پانی گرم ہو گیا۔ اور میں خوب نہایا۔ نہا کر واپس آیا اور بستر میں لیٹ کر ڈائری لکھنے لگا۔ آٹھ بجے اٹھا۔ کپڑے پہنے۔ آج میرے پاس کھانے پینے کی تمام چیزیں ختم ہو گئی تھیں۔ اس لیئے سوچا ناشتے سے قبل ڈبل روٹی مکھن، انڈے اور دودھ وغیرہ خرید لاؤں۔ کاغذ کا تھیلا اٹھا کر دوکان کی طرف چلا۔ لیکن دوکانیں بند تھیں۔ معلوم ہوا نو بجے کھلیں گی۔ میں واپس آ گیا۔ کمرے میں آ کر کچھ بسکٹ نکالے۔ اُن پر مکھن لگایا اور انہیں لے کر ڈاکٹر حق اور ڈاکٹر عبدالکریم ادوانی کے کمرے میں ناشتہ کرنے گیا۔ چائے بنائی۔ ڈاکٹر ادوانی کہنے لگے آج بسکٹ کیوں کھا رہے ہیں۔ میں نے کہا آج سب چیزیں ختم ہو گئیں۔ دوکانیں بند ہیں۔ ابھی وہیں سے آ رہا ہوں۔ کہنے لگے آپ کمال کرتے ہیں یہاں بھی تو مکھن ڈبل روٹی وغیرہ رکھی ہیں۔ اور یہ کہہ کر ڈبل روٹی نکالی، اس پر مکھن لگایا اور سامنے رکھی۔ وہ خود صبح کو کچھ نہیں کھاتے۔ صرف چائے پیتے ہیں۔ سوا نو بجے ناشتے سے فارغ ہو کر اُن لوگوں کے ساتھ باہر نکلا اور بازار جا کر چیزیں خریدیں۔ مکھن، ڈبل روٹی، انڈے اور ٹماٹر وغیرہ۔
ایکسپریس ڈیری والے سے کہا کہ ایک بوتل دودھ روزانہ مجھے دے دیا کریں۔ پونے دس بجے کمرے میں واپس آیا۔ دن کے لئے ٹماٹر سینڈوچ بنا کر تھیلے میں رکھیں اور اسکول چل دیا۔
ساڑھے دس بجے کے قریب اسکول پہنچا۔ ڈاک دیکھی۔ آج بھی گھر سے

کوئی خط نہیں آیا۔ ڈاکٹر مدن کا خط ملا جس میں یہ لکھا تھا کہ میں کئی دفعہ آپ سے ملنے کی کوشش کرچکا ہوں۔ آپ سے کچھ پوچھنا بھی تھا۔ میں ایک مضمون لکھ رہا ہوں، اُس میں پاکستانی مسلمانوں کے مختلف فرقوں کا ذکر کرنا ہے۔ اس کے بارے میں آپ یا تو مجھے فون پر بتا دیجئے یا مجھے چند سطریں لکھ دیجئے۔ میں نے کمرے میں آکر فوراً اس کا جواب لکھا، گیارہ بجے Mrs. Mayat. آگئیں۔ چند منٹ بعد Mr. Tomes بھی آگئے۔ آج میں نے انہیں نظیر اکبرآبادی پڑھایا اور اُن کی نظم بنجارہ نامہ ختم کردی۔ پورے دو گھنٹے پڑھاتا رہا۔ ایک بجے کے قریب رسل آگئے۔ لیکن فوراً ہی چلے گئے۔ انہیں کہیں جانا تھا۔ اُن کے جانے کے بعد سعید آگئے۔ ہم لوگوں نے بیٹھ کر سینڈوچ کھائیں اور وہاں سے بازار کی طرف چلے۔ آج پروگرام یہ تھا کہ چھتری اور OVER- COAT وغیرہ خریدا جائے گا۔

ہم لوگ آکسفورڈ اسٹریٹ پر چل دیئے۔ بڑی بڑی دوکانیں دیکھیں۔ دوکانیں کیا ہیں ہر ایک بہ ذات خود ایک بہت بڑا بازار ہے جہاں دنیا کی ہر چیز مل سکتی ہے۔ دیکھ کر آنکھیں کھل گئیں۔ اِن دوکانوں میں ہر وقت مجمع رہتا ہے۔

MARKE AND SPENCER ، JOHN LEWIS LTD Self ridges یہ سب ایسے ہی اسٹور ہیں۔ اُن میں معمولی سوئی اور کھانے پینے کی چیزوں سے لے کر بڑی سے بڑی چیز مل سکتی ہے۔ بے شمار کوٹ دیکھے لیکن پسند نہیں آئے۔ اس کے بعد JOHN BURTOR کی دوکان میں گئے۔ وہاں کوئی آدھ گھنٹے تک مختلف کوٹ دیکھنے کے بعد ایک کوٹ پسند آیا۔ پہن کر دیکھا۔ اچھا معلوم ہوا۔ یہ کوٹ پندرہ پونڈ پندرہ شلنگ کا خرید لیا۔

اس کے بعد واپس لوٹ رہے تھے تاکہ راستے میں JOHN LEWIS کا اسٹور پھر راستے میں پڑا۔ سامنے سے کچھ چھتریاں نظر آئیں۔ چنانچہ اندر پہنچے اور چھتریاں دیکھیں یہاں ایک چھتری خرید لی۔ تین پونڈ تین شلنگ کی ملی۔

اب ساڑھے چھ بج چکے تھے۔ بھوک لگ رہی تھی۔ اس لئے جلدی جلدی چل کر سعید کے کمرے پر پہنچے اور وہاں کھانا کھایا۔ اُس نے اپنے ہاتھ سے گوشت پکایا تھا۔

یہ لکھنا بھول گیا کہ چیزیں خریدنے سے قبل ہم لوگ ہینوور اسٹریٹ پر برٹش کونسل گئے۔ وہاں میں نے ممبر بننے کے لئے اپنا فارم دیا۔ ایک پونڈ فیس ادا کی اور ممبرشپ کارڈ اور پروگرام وغیرہ لے لیا۔ اُس کے بعد چیزیں خریدنے کے لئے روانہ ہوا۔

ساڑھے سات بجے ہم لوگ کھانا کھا کر اٹھے۔ سعید نے مجھے Warren Street. کے ٹیوب اسٹیشن پر چھوڑ دیا اور میں ٹیوب میں بیٹھ کر اپنے مکان ٹفنل پارک Tufnell Park. آ گیا۔ صوفے پر بیٹھ کر برٹش کونسل کے پروگرام دیکھتا رہا۔ پھر کپڑے بدلے۔ بستر میں لیٹ گیا۔ تھک گیا تھا۔ اس لئے کچھ لکھ پڑھ نہ سکا۔ دس بجے مجھے نیند آ گئی۔

ہفتہ ۳ رنومبر ۱۹۶۲ء

صبح کو چھ بجے اُٹھا۔ کھڑکیاں کھولیں۔ باہر سے چڑیوں کی آوازیں آنے لگیں۔ اِن آوازوں سے گھر کی چڑیاں یاد آ گئیں۔ چپ چاپ لیٹا ہوا ان آوازوں کو سُنتا رہا۔ ان گنت خیالات گھیرے رہے۔ اسی عالم میں کچھ لکھنا پڑھنا شروع کیا۔ ساڑھے آٹھ بجے تیار ہو کر ناشتہ کرنے گیا۔ آج ڈاکٹر ادوانی نے رات کا پکا ہوا قیمہ کھلایا۔ اس قیمے نے بہت لُطف دیا۔ سوا نو بجے واپس آیا۔ پونے دس بجے کے قریب باہر نکلا۔ بس میں بیٹھ کر سب سے پہلے اسکول پہنچا۔ ڈاک دیکھی۔ آج فہمیدہ کا خط ملا۔ تین چار روز کے بعد وہیں بنچ پر بیٹھ کر خط پڑھا اور پھر برٹش میوزیم چل دیا۔

برٹش میوزیم میں کلیاتِ میرحسن، کلیاتِ میرسوز اور کلیاتِ جُرأت کے نسخے نکلوائے۔ میرحسن کی مثنوی کا ایک حصہ نقل کیا۔ یہ مثنوی روحانیت کے

بارے میں ہے اور اس میں حقیقت اور مجاز کو مختلف قصوں کے ذریعے سے واضح کیا ہے۔ آٹھ دس غزلیں میر سوز کی اور دو تین غزلیں جرأت کی نقل کیں۔ ایک بجنے میں پندرہ منٹ باقی تھے کہ گھنٹی ہوئی جس کا مطلب یہ تھا کہ وقت ختم ہوگیا۔ ہفتے کو برٹش میوزیم کا اورینٹل سکشن صرف ایک بجے تک کھلتا ہے۔

میں برٹش میوزیم سے باہر نکل کر میوزیم اسٹریٹ Museum Street پر چل دیا۔ اس سڑک پر کتابوں کی کئی دوکانیں ہیں۔ Allen & Unwin اور Collet کی دوکانوں میں کچھ دیر ٹھہرا اور کتابیں دیکھیں۔ بعض کتابیں خریدنے کو جی چاہا لیکن سوچا ابھی نہیں خریدنی چاہئیں۔ کچھ عرصے بعد یہ سلسلہ شروع کیا جائے گا۔ راستے میں ایک پرانی کتابوں کی دوکان بھی نظر آئی۔ وہاں بھی کچھ دیر ٹھہرا لیکن کوئی خاص کتاب نہیں ملی۔

وہاں سے نیو آکسفورڈ سٹریٹ، چیئرنگ کراس روڈ اور شیفٹبری ایونیو اور Piccadilly ہوتا ہوا نائٹس برج پہنچا۔ آج طے یہ کیا تھا کہ دن کا کھانا پاکستان ہاؤس میں کھاؤں گا۔ دو بجے کے قریب وہاں پہنچا۔ کھانا کھایا اور تین بجے تک وہیں بیٹھا رہا۔ اختر آگئے۔ اُن سے باتیں ہوتی رہیں۔ اُس کے بعد ہم لوگ ریڈنگ روم میں اخبارات پڑھے۔ لیکن ۲۸ر اکتوبر کا کوئی اخبار نہیں ملا۔ دیکھنا چاہتا تھا کہ آدم جی پرائز کس کو ملا ہے۔ عجیب بات ہے کہ ۲ر اور ۳ر نومبر کا اخبار جنگ تو وہاں موجود تھا لیکن ۲۸ر اکتوبر کے تمام اخبارات غائب تھے۔

پونے چار بجے وہاں سے رخصت ہوا۔ راستے میں نائٹس برج کے ڈاک خانے میں کچھ دیر ٹھہرا۔ سوچا یہاں کھڑے ہوکر فہمیدہ کے خط کا جواب لکھتا چلوں۔ اسی وقت کی ڈاک میں نکل جائے گا، ورنہ پیر کو نکلے گا اور انہیں کئی روز بعد ملے گا۔ چنانچہ کھڑے کھڑے جلدی میں خط لکھا، پوسٹ کیا اور گرین پارک اور پکاڈلی کی طرف چل دیا۔ وہاں سے ٹوٹنہم کورٹ روڈ آیا اور

SOHO میں شیخ برادرز کی دوکان تلاش کی۔ یہاں حلال گوشت ملتا ہے اس دوکان کا پتہ میرے پاس موجود تھا۔ چند منٹ میں دوکان مل گئی۔ وہاں سے ایک پونڈ بکری کا گوشت لیا۔ کل اتوار کو دن میں یہ گوشت ڈاکٹر حق اور ادوانی کے کمرے میں پکایا جائے گا۔ گوشت لے کر وارن اسٹریٹ Warren Street. تک تو میں پیدل آیا۔ وہاں سے ٹیوب میں بیٹھا اور ٹفنل پارک Tufnel Park. اتر کر گھر آگیا۔ دروازے پر ڈاکٹر شاہ کا کارڈ لگا ہوا تھا۔ وہ مجھ سے ملنے کے لئے آئے تھے لیکن چونکہ میں موجود نہیں تھا، اس لئے کارڈ چھوڑ کر واپس چلے گئے تھے۔

میں کچھ دیر کمرے میں چُپ چاپ بیٹھا رہا۔ خط پڑھا۔ پھر کپڑے بدلے۔ بسکٹ اور توس کھائے۔ دودھ پیا اور بستر میں لیٹ کر پڑھنے لگا۔ پڑھتے پڑھتے دس بجے کے قریب مجھے نیند آگئی۔

اتوار ۴ نومبر ۱۹۶۲ء

صبح کو اُٹھ کر دیکھا تو چھ بجے تھے۔ چُپ چاپ بستر میں لیٹا رہا۔ سات بجے کے قریب ڈائری لکھنا شروع کی۔ پھر اُٹھ کر ٹماٹر کی سینڈوچز بنائیں۔ سوچا آج ڈاکٹر حق اور ڈاکٹر عبدالکریم دونوں کو کھلاؤں گا۔ ساڑھے نو بجے اُن کے کمرے میں پہنچا تو دیکھا ڈاکٹر حق ابھی تک بستر میں پڑے تھے۔ ڈاکٹر کریم اٹھ گئے تھے۔ چائے کا پانی رکھا۔ چند منٹ میں چائے تیار ہوگئی۔ ہم لوگوں نے بیٹھ کر ناشتہ کیا۔ آج یہ بھی پروگرام تھا کہ میں گوشت پکاؤں گا اور سب لوگ مل کر کھائیں گے۔ چنانچہ ناشتے کے بعد میں نے گوشت چڑھا دیا۔ گیارہ بجے کے قریب چغتائی صاحب آگئے۔ اُن سے باتیں ہوتی رہیں۔ میں نے کہا مجھے کمرے کے لئے ہیٹر اور سٹوو دیجئے۔ کہنے لگے میں آپ کو بجلی کا Heater اور Stove دوں گا۔ بہت آرام ملے گا۔ تھوڑی دیر میں وہ نیچے اپنے اسٹور میں جا کر لے آئے اور کمرے میں لگا کر دکھایا۔ میں نے شکریہ ادا کیا اور کرائے کا چیک اُنہیں

دیا۔ وہ لے کر رخصت ہوئے۔

میں ساڑھے گیارہ بجے تیار ہو کر پھر ڈاکٹر حق اور عبدالکریم کے کمرے میں پہنچا۔ اب سالن تیار ہو چکا تھا۔ بہت مزے دار پکا تھا، سب نے مل کر کھایا اور خوب داد دی۔ کھانا کھا کر بارہ بجے میں اور عبدالکریم کلاسیک سینما Notting Hill Gate کی طرف چلے۔ آج وہاں ہندوستانی فلم 'ایک ہی راستہ' دکھایا جا رہا تھا۔ ٹیوب میں بیٹھ کر ہم لوگ پہلے Tottenham Court Road پہنچے۔ وہاں سے سنٹرل لائن میں بیٹھ کر Notting Hill Gate گئے۔ ٹیوب اسٹیشن سے باہر نکل ہی رہے تھے کہ چند لڑکوں نے ہم سے پوچھا کیا آپ کو ٹکٹ کی ضرورت ہے، میں نے کہا 'ہاں' ہم لوگ 'ایک ہی راستہ' دیکھنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے ہمیں دو ٹکٹ دیئے۔ میں نے انہیں دس شلنگ کا نوٹ اور چھ چھ پنس کے دو سکے دیئے۔ لیکن ٹکٹ ساڑھے چھ چھ شلنگ کے تھے۔ خیر مزید پیسے دے کر ہم لوگ سینما کی طرف چلے۔ ٹیوب اسٹیشن کے بالکل سامنے سینما ہے۔ سینما ہال میں پہنچے تو دیکھا ہندوستانیوں اور پاکستانیوں کا مجمع ہے۔ ہال کھچا کھچ بھرا ہوا ہے۔ مانوس فضا نظر آئی۔ سوا بجے فلم شروع ہوا۔ سب سے پہلے ہندوستان کے مندروں میں خاص طور پر اور ایلورا کے بارے میں ایک چھوٹا سا فلم دکھایا گیا۔ پھر ایک ہی راستہ شروع ہوا۔ اوسط درجے کا فلم تھا۔ اس میں چھوٹے بچے کی ایکٹنگ خوب تھی۔ مینا کماری اور اشوک کمار اور سنل دت نے بھی اپنے کردار اچھی طرح ادا کئے۔ ساڑھے تین بجے یہ فلم ختم ہوا۔

سینما ہال سے نکل کر ہم کنسنگٹن گارڈن اور ہائیڈ پارک کی سیر کرتے ہوئے نائٹس برج کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں بارش شروع ہو گئی۔ آج میری نئی چھتری نے بہت آرام دیا۔ پانچ بجے سے پہلے ہی ہم لوگ پاکستان ہاؤس پہنچ گئے۔ پہلے ریڈنگ روم میں اخبارات پڑھے۔ خدا جانے پاکستان

کے اخبارات یہ لوگ کہاں غائب کر دیتے ہیں۔ لندن کے اخبار دیکھے۔ چھ بجے کینٹین میں گئے۔ پہلے چائے پی۔ پھر دو تین لوگوں سے باتیں ہوتی رہیں۔ ڈاکٹر کریم کے جاننے والے ڈاکٹر نوید آ گئے۔ یہ لندن میں ایف۔ آر۔ سی۔ ایس کر رہے ہیں ساڑھے سات بجے تک سیاست اور تعلیم پر باتوں کا سلسلہ جاری رہا۔

آج پاکستان ہوسٹل میں ڈنر تھا۔ ہر مہینے کے پہلے اتوار کو یہاں ڈنر ہوتا ہے۔ کچھ پاکستانی جمع ہو جاتے ہیں۔ ساڑھے سات بجے ہم لوگ اوپر لاؤنج میں گئے۔ آٹھ بجے کھانا شروع ہوا۔ نہایت بے تکا کھانا تھا۔ پلاؤ اور بریانی کے ساتھ کوفتے اور آلو اور گوبھی و مٹر سب کچھ ایک پلیٹ میں ڈال کر ہر شخص کو دے دیا جاتا ہے۔ خدا جانے ان تینوں چیزوں کا آپس میں کیا میل ہے۔ یہ پاکستانیوں کا کلچر تو ہے نہیں۔ غرض بے دلی سے کھانا کھایا۔ کھانے کے بعد موسیقی کا پروگرام شروع ہوا۔ ایک صاحب نے دو تین غزلیں سنائیں۔ ایک صاحبہ نے پنجابی گیت سُنائے۔ ۹ بجے ہم لوگ وہاں سے رخصت ہوئے اور ٹیوب میں بیٹھ کر گھر پہنچے۔ میں تھک گیا تھا۔ اس لئے دس بجے کے قریب لیٹ گیا اور فوراً ہی مجھے نیند آ گئی۔

پیر ۵ نومبر ۱۹۶۲ء

صبح کو پانچ بجے اُٹھا۔ ساڑھے پانچ بجے بجلی کے ہیٹر پر چائے بنائی۔ دو پیالیاں پیں بہت لطف آیا۔ آج ایک عرصے کے بعد صبح صبح چائے ملی۔ چائے پی کر لکھنا پڑھنا شروع کیا۔ ۹ بجے تیار ہو کر ناشتہ کرنے گیا۔ ساڑھے نو بجے واپس آیا اور آج دس بجے سے قبل ہی اسکول چل دیا۔ دس بجے وہاں پہنچ گیا۔ ڈاک دیکھی۔ فہمیدہ اور ملک اسلم صاحب کے خط ملے۔ وہیں کھڑے کھڑے خط پڑھے۔ اطہر عباس زیدی آ گئے۔ اُن سے چند منٹ باتیں کیں۔ پھر اپنے کمرے میں گیا۔ میر حسن کی مثنوی رموز العارفین (جس پر آج کل میں برٹش میوزیم میں کام کر رہا ہوں) کا آسی کے نسخے سے مقابلہ کیا۔ دونوں میں اختلاف ہے۔ گیارہ بجے کے قریب

رسل آ گئے۔ اُن کا کلاس شروع ہونے والا تھا۔ اس لئے میں اُن سے رخصت ہو کر پہلے بینک گیا۔ وہاں بی بی سی کا چیک جمع کرایا۔ بیس پونڈ نکلوائے اور برٹش میوزیم کی طرف چل دیا۔

برٹش میوزیم میں ساڑھے گیارہ بجے داخل ہوا۔ کلیات میرحسن، کلیات میرسوز اور کلیات جرارت کے نسخے نکلوائے۔ تینوں سے کچھ نایاب چیزیں نقل کیں اور اُن کی تصحیح بھی کی۔ ساڑھے چار بجے تک اسی کام میں مصروف رہا۔ اپنی سینڈوچیز تک کھانا بھول گیا۔ ساڑھے چار بجے جب بہت بھوک لگی تو اُن کا خیال آیا۔ تھک کر چور ہو گیا تھا۔ اس لئے پندرہ منٹ پہلے ہی اورینٹل ریڈنگ روم سے باہر نکل آیا۔ باہر آمدے میں ایک بنچ پر بیٹھ کر وہ سینڈوچ کھائیں جو تھیلے میں رکھ کر لایا تھا۔ پھر وہاں سے اُٹھ کر آکسفورڈ اسٹریٹ کی طرف چلا یہ سڑک شام کو دلہن بن جاتی ہے۔ دوکانیں جگمگاتی ہیں۔ پھر آس پاس کی عمارتوں پر شباب پھٹ پڑتا ہے۔ حسن و شباب کے طوفان اُمڈے ہوئے نظر آتے ہیں۔ میں اِن مناظر سے لطف اندوز ہوتا ہوا آکسفورڈ سرکس تک گیا۔ وہاں سے ریجنٹ اسٹریٹ Regent Street کی طرف مُڑا۔ پکاڈلی Piccadilly Circus پہنچا۔ اور وہاں سے سیدھا نائٹس برج Knights Bridge آیا۔ پاکستان ہاؤس پہنچ کر ریڈنگ روم میں اخبار دیکھے۔ پاکستان کے تمام اخبار غائب تھے۔ خدا جانے یہ لوگ اخباروں کو کہاں غائب کر دیتے ہیں۔ طبیعت بہت بدمزہ ہوئی۔ وہیں میز پر بیٹھ کر فہمیدہ کو خط لکھا۔ اس خیال سے کہ کھانے کے بعد پوسٹ کر دوں گا۔ خط لکھ کر کھانا کھانے گیا۔

ساڑھے چھ بجے وہاں سے رخصت ہوا نائٹس برج Knights Bridge کے ڈاک خانے میں خط پوسٹ کیا۔ اب ہلکی ہلکی بارش شروع ہو گئی تھی۔ چھتری لگائی اور بس کے انتظار میں چُپ چاپ اسٹینڈ پر کھڑا رہا۔ چند منٹ میں ۷۳ نمبر بس آئی اور میں اُس میں بیٹھ کر گوج سٹریٹ Goodge Street تک آیا۔ وہاں سے

ٹیوب میں بیٹھا اور ٹفنل پارک اُترا۔ اس وقت کوئی آٹھ بجے ہوں گے۔
آج بہت تھک گیا تھا۔ اس لئے کچھ کام نہ کر سکا۔ چُپ چاپ دس بجے تک بستر میں لیٹا رہا۔ اس کے بعد بجلی بند کی اور سو گیا۔

منگل ۶ ر نومبر ۱۹۶۲ء

صبح کو پانچ بجے آنکھ کھُلی۔ آج میں نے چائے بنانے کا خیال چھوڑ دیا۔ کیونکہ پھر ناشتے کے وقت چائے پینے کو جی نہیں چاہتا۔ سوا آٹھ بجے تک کام کرتا رہا۔ پھر تیار ہو کر ناشتہ کرنے گیا۔ آج سینکے ہوئے توسوں نے بہت مزہ دیا۔ توس کھائے۔ چائے پی اور سوا نو بجے وہاں سے واپس آیا۔ ٹماٹر کی سینڈوچ بنا کر اپنے تھیلے میں رکھیں اور اسکول چل دیا۔ سوا دس بجے اسکول پہنچا۔ ڈاک دیکھی۔ آج فہمیدہ کا لفافہ ملا۔ پاکستان ہائی کمیشن کے آڈیٹ آفیسر ایک خط عالم علی رضوی صاحب کا بھی تھا۔ فہمیدہ نے اپنی چھٹی کی تفصیل لکھی تھی۔ رضوی صاحب نے معذرت کا خط لکھا تھا اور افسوس ظاہر کیا تھا کہ مجھ سے مُلاقات نہ ہو سکی۔ میں ایک روز پاکستان ہائی کمیشن میں اُن سے ملنے کے لئے گیا تھا۔ لیکن وہ موجود نہیں تھے۔ اس لئے خط لکھ کر رکھ دیا تھا۔ اُن کا یہ خط میرے اُسی خط کا جواب تھا۔ رضوی صاحب لکھنؤ کے رہنے والے ہیں اور لندن کے پاکستان کے ہائی کمیشن میں آڈٹ اور اکاؤنٹس کے ڈائرکٹر ہیں۔ مہذب اور شائستہ آدمی ہیں۔

ساڑھے دس بجے میں اپنے کمرے میں گیا۔ اسکول سے آئے ہوئے کچھ کاغذات جمع ہو گئے تھے۔ اُن کو دیکھا۔ کچھ معمولی سے چندے دینے تھے۔ بینک کو ہدایت کی۔ اور میر حسن کی مثنویاں پڑھنے لگا۔ تھوڑی دیر میں رسل آ گئے۔ اُن سے باتیں ہونے لگیں۔ چند معاملات میں اُن سے مشورہ بھی کیا۔ پھر ہم لوگ سینیئر کامن روم میں کافی پینے گئے۔ رسل کا کلاس تھا۔ اس لئے سوا گیارہ بجے کے قریب وہ تو کلاس میں چلے گئے اور میں برٹش میوزیم کی طرف روانہ ہوا اور ٹھیک ساڑھے گیارہ بجے کلیات میر حسن، کلیات میر سوز اور کلیات جُرأت نکال کر کام

شروع کر دیا۔ ساڑھے چار بجے تک کام کرتا رہا۔ باہر نکلا تو اورینٹل کالج کے ایک پرانے طالب علم مل گئے۔ انھوں نے مجھے پہچان لیا۔ ۵۵ء میں انھوں نے وہاں سے فارسی میں ایم۔ اے کیا تھا۔ آجکل برٹش کونسل کے اسکالرشپ پر یہاں آئے ہوئے ہیں اور تاریخ کے موضوع پر کچھ کام کر رہے ہیں۔ آثار قدیمہ کے محکمے میں ملازم ہیں۔ اُن سے باتیں ہو رہی تھیں کہ قادری صاحب آ گئے۔ ان سے بھی ملاقات ہوئی۔ یہ صاحب سندھ یونیورسٹی میں عربی کے اُستاد ہیں اور آج کل لندن میں کام کر رہے ہیں۔ برٹش میوزیم میں ان کو اکثر بیٹھے ہوئے دیکھا تھا۔ آج ملاقات ہوئی۔

ہم لوگ باتیں کرتے ہوئے برٹش میوزیم سے باہر نکلے۔ میں تو ٹوٹنہم کورٹ روڈ کی طرف چل دیا اور وہ لوگ رخصت ہو کر دوسری طرف چلے گئے۔ وارن اسٹریٹ تک پیدل آیا۔ وہاں سے کھانے پینے کی چیزیں خریدیں اور ٹیوب میں بیٹھ کر گھر آ گیا۔ راستے میں ڈاکٹر عبدالکریم مل گئے۔ اُن کے ساتھ مل کر کھانا پکایا اور کھایا۔ ساڑھے سات بجے اپنے کمرے میں واپس آیا۔ کچھ دیر حالی کی غزلیں پڑھتا رہا۔ دس بجے نیند آ گئی۔

بُدھ ۷، نومبر ۱۹۶۲ء

صبح کو پانچ بجے اُٹھا۔ چائے بنائی۔ توس سینکا۔ چائے پی اور توس کھایا۔ پھر ڈائری لکھی۔ کچھ پڑھا۔ پونے نو بجے تیار ہو کر ڈاکٹر حق اور ڈاکٹر ادمانی کے کمرے میں ناشتہ کرنے گیا۔ ساڑھے نو بجے واپس آیا۔ پونے دس بجے اسکول روانہ ہوا۔ گھر سے نکلا تو بارش ہو رہی تھی۔ اسکول پہنچتے پہنچتے بارش تیز ہو گئی۔ چھتری نے بہت آرام دیا۔ ساڑھے تین پونڈ وصول ہو گئے۔ اسکول پہنچ کر ڈاک دیکھی۔ آج کوئی خط نہیں تھا۔ اپنے اسکول کے کمرے میں پہنچا۔ وہاں بیٹھ کر تسکین کو خط لکھا۔ میرین کے خط کا جواب دیا۔ ۱۱ بجے چارلس ٹامس Charles Thomas آ گئے۔ ان کو پریم چند کی کہانی پڑھائی۔ پھر کل کی بنائی ہوئی سینڈوچ کھائیں۔ فہمیدہ کو خط

لکھا۔ ایک بجے کے قریب اِن خطوں کو پوسٹ کرنے کے لئے ڈاک خانے گیا۔ واپسی میں پھر ڈاک دیکھی۔ اب بھی کوئی خط نہیں تھا۔ وہاں سے نکل ہی رہا تھا کہ ایف سی کالج لاہور کے استاد تاریخ زوار زیدی کھڑے ہوئے نظر آئے۔ اُن سے ملاقات ہوئی۔ اُن کے ساتھ دو پاکستانی حضرات اور بھی تھے۔ اُن سے بھی ملا۔ اُن میں سے ایک صاحب نے کہا کہ آپ کے بہت سے خط جونیئر کامن روم میں طالب علموں کی ڈاک کے ساتھ پڑے ہیں۔ وہ میرے ساتھ گئے اور خط نکال کر مجھے دیئے۔ اس میں تسکین، انجمن اور فہمیدہ اور مرزا ریاض کے خط تھے۔ پورٹر نے غلطی سے وہاں رکھ دیئے۔ میں نے چند منٹ زیدی صاحب سے باتیں کیں اور پھر اپنے کمرے میں خط پڑھے اور رسل کا انتظار کرتا رہا۔

اس وقت دو بجے تھے۔ دن بھر کی بارش کے بعد اب دھوپ نکل آئی تھی۔ سورج کھڑکی میں سے نظر آ رہا تھا۔ میں دھوپ میں بیٹھ گیا۔ ابھی چند منٹ ہی گزرے تھے کہ رسل کمرے میں داخل ہوئے۔ اُن سے کچھ دیر باتیں ہوتی رہیں۔ پھر ہم لوگ اسکول کی لائبریری میں گئے آج اسی کام کے لئے وقت مقرر کیا تھا۔ لائبریری میں جا کر ہم لوگوں نے اُردو کی کتابوں کا جائزہ لیا۔ کیٹلاگ دیکھی۔ پھر مسٹر پیرسن لائبریرین سے ملے۔ اُن سے اُردو کی کتابیں، رسالے، اخبار اور مائیکرو فلم کے لئے انہوں نے وعدہ کیا کہ وہ اس کو لائبریری کمیٹی میں رکھیں گے اور کہا کہ "ضرور اس سے سب لوگوں کو اتفاق ہوگا"۔ "پیرسن" واقعی بہت اچھے آدمی ہیں۔ جس سے بات کرتے ہیں، اُس کی طرف پوری طرح متوجہ ہوتے ہیں۔ بہت نستعلیق اور شائستہ آدمی ہیں۔ ہر وقت ہر ایک کی مدد کرنے کو تیار رہتے ہیں۔ انہوں نے ہماری ہر بات کو مان لیا۔ اور کہنے لگے "آپ فہرستیں بنا کر مجھے دے دیجئے۔ میں کوشش کروں گا کہ کتابیں، رسالے اور مائیکرو فلم سب آ جائیں۔

ہم لوگ وہاں سے چار بجے کے قریب اُٹھے۔ میں نے لائبریری سے دیوان میر حسن لیا۔ رسل نے کہا "اب چائے پینی چاہیئے"۔ چنانچہ ہم لوگ چائے پینے

کے لئے سینیئر کامن روم میں چلے گئے۔ وہاں چائے پی اور ساڑھے چار بجے حیدری صاحب کے لکچر میں پہنچے۔ یہ صاحب ایرانی ہیں اور اسکول میں فارسی کے اُستاد ہیں۔ آج فارسی شاعری پر اُن کا لکچر تھا۔ پروفیسر بشیم Professor Basham نے صدارت کی۔ انہوں نے اپنا مضمون پڑھا۔ مضمون میں حافظ، سعدی اور رومی کی شاعری کو سامنے رکھ کر فارسی شاعری کے بعض رجحانات کا جائزہ لیا گیا تھا۔ مضمون تنقیدی نہیں تھا۔ صرف چند باتیں بیان کر دی گئی تھیں۔ انہوں نے یہ مضمون پڑھا۔ اس کے بعد سوال جواب ہوئے۔ چھ بجے یہ جلسہ ختم ہوا۔

میں جلسے کے بعد رسل سے رخصت ہو کر پاکستان ہاؤس کھانا کھانے کے لئے چلا گیا۔ آکسفورڈ اسٹریٹ کی سیر کرتا ہوا نائٹس برج پہنچا۔ پاکستان ہاؤس میں پہلے اخبار پڑھے۔ اختر مل گئے۔ اُن سے باتیں کیں۔ پھر کھانا کھایا اور پھر ٹیوب میں بیٹھ کر سیدھا Tufnell Park. آیا۔ تھک گیا تھا۔ اس لئے کسی کام میں جی نہیں لگا۔ بستر میں لیٹ کر کتابوں کے صفحے اُلٹتا رہا۔ دس بجے مجھے نیند آ گئی۔

جمعرات ۸ نومبر ۱۹۶۲ء

صبح ساڑھے پانچ بجے اُٹھا۔ آج کسی کام میں جی نہیں لگا۔ پڑھنے لکھنے کی کوشش کی لیکن کچھ کر نہ سکا۔ صرف ڈائری لکھی۔ اور چُپ چاپ بستر میں لیٹا رہا۔ آج پونے سات بجے گھڑی بند ہو گئی۔ اس لئے وقت کا صحیح علم نہ ہو سکا۔ ناشتہ کرنے کے لئے گیا تو معلوم ہوا کہ ساڑھے آٹھ بجے ہیں۔ ناشتہ کر کے ساڑھے نو بجے واپس آیا۔ تیار ہو کر اسکول گیا۔ ڈاک دیکھی۔ آج کوئی خط نہیں آیا۔ کمرے میں پہنچا۔ چارلس ٹامس آ گئے۔ انہیں پڑھایا۔ وہ ایک بجے رخصت ہوئے تو میں نے سینڈوچ کھائیں اور پھر برٹش میوزیم کی طرف چل دیا۔ وہاں پہنچ کر کلیات میر حسن، کلیات میر سوز اور کلیات جرأت کے نسخے نکلوائے اور کام شروع کیا۔ ڈاکٹر

ریاض الاسلام آ گئے ۔ اُن سے ملاقات ہوئی۔ ساڑھے چار بجے تک مسلسل کام کرتا رہا۔ تھک گیا۔

پونے پانچ بجے وہاں سے نکل کر آکسفورڈ اسٹریٹ اور بانڈ اسٹریٹ ہوتا ہوا نائٹس برج پہنچا ۔ پاکستان ہاؤس میں پہلے اخبار پڑھے ۔ کھانا کھانے کے لئے گیا۔ آج عثمان بیری صاحب سے ملاقات ہوئی۔ کہنے لگے آیئے آج ساتھ ساتھ کھانا کھائیں گے۔ بہت دن کے بعد ملاقات ہوئی۔ میں نے کہا میں تو آپ کا روز انتظار کرتا تھا۔ کہنے لگے میں لندن سے باہر رہا اور بہت مصروف رہا۔ اسی لئے ملاقات نہ ہوسکی ۔ ہم لوگوں نے کھانا کھایا اور ساڑھے سات بجے تک باتیں ہوتی رہیں۔ پھر ہم لوگ نائٹس برج کے ٹیوب اسٹیشن آئے ۔ وہ تو فون کرنے لگے اور میں ٹیوب میں بیٹھ کر ٹفنل پارک آگیا ۔ کپڑے بدل کر بستر میں لیٹ گیا۔ اچھن کو خط لکھا ۔ اس کے بعد کچھ پڑھتا رہا ۔ ساڑھے دس بجے سو گیا۔

جمعہ ۹ر نومبر ۱۹۶۲ء

صبح کو پانچ بجے آنکھ کھلی۔ منہ ہاتھ دھو کر بستر میں بیٹھ گیا اور لکھتا رہا۔ پونے نو بجے تیار ہو کر ناشتہ کرنے گیا۔ ساڑھے نو بجے ۱۹۶ نمبر بس میں بیٹھ کر اسکول روانہ ہوا۔ ڈاک دیکھی ۔ فہمیدہ کا خط ملا جس میں یہ اطلاع تھی کہ وہ ۱۱ر نومبر کو ہوائی جہاز سے کراچی چلی جائیں گی اور وہاں سے ۷، ۱۷ یا ۱۸ر نومبر کو لندن پہنچیں گی ۔ خط پڑھ کر اپنے کمرے میں گیا۔ Mrs. Mayat اور Charles Thomas آگئے۔ انہیں نظیر اکبر آبادی کی نظم روٹی نامہ پڑھائی۔ ساڑھے بارہ بجے وہ لوگ رخصت ہوئے ۔ تو میں نے چند بسکٹ کھائے اور ایک بجے کے قریب میں برٹش میوزیم چل دیا۔

برٹش میوزیم میں جاکر کلیات میرحسن، کلیات میر سوز اور کلیات جرأت کے نسخے نکلوائے ۔ آج میر حسن کی مثنوی رموز العارفین کو ختم کیا اور ایک دوسری

مثنوی جو نواب کے مکان کی تعریف میں ہے شروع کی۔ اس کا بھی خاصہ حصّہ نقل کر لیا۔ میر سوز کی بھی کئی غزلیں نقل کیں۔ جرأت کی غزلوں کے لئے وقت کم ملا۔ اس لئے صرف تین غزلیں نقل کر سکا۔ ایک بجے سے ساڑھے چار بجے تک مسلسل کام کیا۔ بھوک لگنے لگی۔ باہر نکل کر برآمدے میں بنچ پر بیٹھا اور چند بسکٹ کھائے۔ پانچ بجے کے قریب Charing Cross Road اور Shaftsbury Avenue.

اور Piccadilly Circus اور Knights Bridge کی سیر کرتا ہوا پاکستان ہاؤس پہنچا۔ پاکستان کے اخبار پڑھے اور پھر کھانا کھایا۔ آج کھانے نے بہت لطف دیا۔ پونے سات بجے وہاں سے اُٹھا۔ Knights Bridge کے اسٹیشن سے ٹیوب میں بیٹھا اور پونے آٹھ بجے کے قریب گھر پہنچ گیا۔ کافی بنائی اور پی۔ اس کے بعد کپڑے بدلے اور بستر میں بیٹھ کر لکھتا پڑھتا رہا۔ ساڑھے دس بجے سو گیا۔

ہفتہ ۱۰ر نومبر ۱۹۶۲ء

صبح کو ساڑھے پانچ بجے اٹھا۔ سوچا چل کر صبح صبح نہالوں۔ غسل خانے میں جا کر دیکھا تو وہاں کسی صاحب نے بے شمار کپڑے بھگو رکھے تھے۔ طبیعت بدمزہ ہوئی۔ اس لئے نہانے کا خیال چھوڑ دیا۔ واپس آکر چپ چاپ بستر میں بیٹھ گیا، اور لکھنا پڑھنا شروع کر دیا۔ افکار کے لئے ادبی مسائل کے سلسلے کا مضمون شروع کیا۔ پچھلے مہینے نہیں لکھ سکا تھا۔ اُردو ادب کو بین الاقوامی حیثیت کس طرح دی جا سکتی ہے، اس موضوع پر چند خیالات قلم بند کئے۔ پونے دس بجے اٹھ کر ناشتہ کرنے گیا۔ ناشتے کے بعد گیارہ بجے تک باتیں کرتا رہا۔ دودھ والا آ گیا۔ وہیں کریم سے ایک پونڈ لے کر اُس کو پیسے دیئے۔ نو دس روز کے سات شلنگ چھ پنس ہوئے۔ گیارہ بجے وہاں سے واپس آیا اور پھر لکھتا پڑھتا رہا۔ خیال تھا شام کو کہیں باہر نکلوں گا۔ پاکستان ہاؤس میں جا کر کھانا کھاؤں گا۔ لیکن آج موسم بہت خراب تھا۔ دن بھر ہلکی ہلکی بارش ہوتی رہی۔ اس لئے گھر

ہی پر رہا۔ شام کو کپڑے پہنے۔ تیار ہوا، اور باہر نکلا کہ کچھ چیزیں خرید لاؤں۔ نیچے اُترا مصباح اور نجم مل گئے۔ ان کے کمرے میں کچھ دیر بیٹھا اور باتیں کیں۔ پونے چھ بجے وہاں سے اُٹھا۔ بازار جاکر ڈبل روٹی مکھن انڈے وغیرہ خریدے اور واپس آکر کمرے میں بیٹھا رہا۔ سات بجے کے قریب آملیٹ بنایا۔ ٹماٹر کاٹے کھانا کھایا اور پھر بستر میں بیٹھ کر لکھنا پڑھنا شروع کر دیا۔ ساڑھے دس بجے سویا۔

اتوار ۱۱ر نومبر ۱۹۶۲ء

ساڑھے چار بجے صبح کو آنکھ کھلی۔ بستر میں لیٹا رہا۔ اَن گنت خیالات گھیرے رہے۔ پھر سو گیا اور جاگا تو ساڑھے سات بج چکے تھے۔ اُٹھ کر منہ ہاتھ دھویا اور کام کرنے کے لئے بیٹھ گیا۔ پونے دس بجے تک لکھتا پڑھتا رہا۔ اس کے بعد ناشتہ کرنے گیا۔ ناشتے کے بعد انڈے کا سالن پکایا۔ طے یہ ہوا کہ بارہ بجے کھانا کھاکے ہندوستانی پکچر جس دیس میں گنگا بہتی ہے، دیکھا جائے گا۔ گیارہ بجے میں اپنے کمرے میں آیا۔ تیار ہوا۔ بارہ بجے جاکر کھانا کھایا اور میں ڈاکٹر کریم کے ساتھ SCALA THEATRE کی طرف چل دیا۔ یہ سینما گوج اسٹریٹ پر ہے۔ اس لئے ہم لوگ ٹفنل پارک Tufnell Park سے ٹیوب میں بیٹھے اور وہاں پہنچے۔ لیکن وہاں سناٹا تھا۔ ایک آدمی بھی سینما میں نظر نہیں آیا۔ اس لئے خیال یہ ہوا کہ کچھ گڑبڑ ہوگئی ہے اور پکچر ملتوی کر دیا گیا ہے۔ اب سوچا کیا کرنا چاہیئے۔ عبدالکریم نے کہا کہ Tooting Bec چلتے ہیں۔ وہاں آج ہندوستانی فلم اُمر دکھایا جا رہا ہے۔ یہ سینما ٹوٹنگ بک Tooting Bec ٹیوب اسٹیشن کے سامنے Upper Tooting Road پر ہے۔ خیر تو ہم لوگ وہاں پہنچے۔ اس وقت ایک بج چکا تھا۔ پکچر شروع ہوگیا تھا۔ تمام درجوں کے ٹکٹ ختم ہو چکے تھے۔ صرف Dress Circle میں کچھ جگہ باقی تھی۔ سات سات شلنگ کے دو ٹکٹ لئے اور ہم لوگ ہال میں چلے گئے۔ پکچر شروع ہوئے چند منٹ ہوئے تھے۔ ابتدائی سین دکھایا جا رہا تھا۔ دلیپ کمار اور مدھوبالا کی پکچر تھی۔

اس لئے اچھا معلوم ہوا۔ ویسے لیکچر میں جہاں تک کہانی کا تعلق ہے، کوئی خاص بات نہیں تھی۔

لیکچر کوئی سوا چار بجے کے قریب ختم ہوئی۔ ہم لوگ وہاں سے نکلے اور ٹیوب میں بیٹھ کر نائٹس برج Knight's Bridge پہنچے خبر یہ تھی کہ پاکستان کے وزیر تعلیمات واطلاعات فضل القادر چودھری لندن آئے ہوئے ہیں آج پاکستان ہاؤس میں اُن کی تقریر ہوگی اور وہ طالب علموں سے ملیں گے۔ ہم لوگ کوئی پونے پانچ بجے پاکستان ہاؤس پہنچ گئے۔ فضل القادر چودھری صاحب کی تقریر کا وقت ساڑھے پانچ بجے تھا لیکن وہ سوا پانچ بجے لاؤنج میں آگئے۔ جلسہ شروع ہوا۔ اس جلسے میں جنرل یوسف انگلستان میں پاکستان کے ہائی کمشنر اور ایس جی خالق ایجوکیشنل اتیشے بھی موجود تھے۔ خالق صاحب نے اٹھ کر یہ کہا کہ ہماری یہ خوش قسمتی ہے کہ فضل القادر چودھری صاحب وزیر تعلیمات لندن آئے ہوئے ہیں۔ اُنہوں نے ہمارے لئے تھوڑا سا وقت نکالا ہے۔ جو طالب علم یہاں جمع ہیں وہ اُن سے سوالات کر سکتے ہیں۔ مناسب یہ ہوگا کہ آپ لوگ اپنے اپنے سوالات لکھ کر دے دیجئے۔ اس پر ایک طالب علم نے اُٹھ کر یہ کہا کہ ہمیں وزیر تعلیمات کی خدمت میں پاکستان اسٹوڈنٹس فیڈریشن کی طرف چند گزارشات پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔ چودھری صاحب نے فرمایا کہ جو کچھ یہ کہنا چاہتے ہیں اُنہیں کہنے دیجئے۔ چنانچہ اس طالب علم نے ایک تقریر کی جس میں یہ شکایت تھی کہ طالب علموں کو ہائی کمیشن کی طرف سے اس جلسے کا کوئی دعوت نامہ نہیں ملا۔ پاکستان ہائی کمیشن کے لوگ طالب علموں کو نظرانداز کرتے ہیں۔ اُن کا ذرا بھی خیال نہیں رکھتے۔ ہوسٹل کی حالت خراب ہے۔ کھانا اچھا نہیں ملتا۔ ہندوستان کے ہائی کمشنر لندن میں تقریریں کرتے ہیں اور اپنے ملک کے بارے میں بہت کچھ بتاتے ہیں۔ ہمارے ہائی کمشنر کبھی باہر نہیں نکلتے۔ انہوں نے آج تک لندن میں کوئی تقریر نہیں کی۔ اس کے بعد بہت

سے سوال پوچھے گئے جس میں تعلیمی کمیشن کی رپورٹ، سہ سالہ ڈگری کورس، طالب علموں پر فائرنگ اور پاکستان کی سیاست پر سوالات تھے۔ ایک اور طالب علم نے انہیں باتوں کے بارے میں وزارت تعلیمات سے اجازت لے کر تقریر بھی کی۔ انہوں نے اپنی تقریر میں انہیں باتوں کو دُہرایا۔

اس جلسے کا اہم پہلو یہ تھا کہ فضل القادری چودھری صاحب برابر ہنستے رہے۔ انہوں نے اپنے اوپر سنجیدگی طاری نہیں کی۔ جب زیادہ غیر سنجیدہ ہوتے تو اُردو میں ایک دو فقرے بولتے۔ جب سوال ختم ہو گئے تو انہوں نے تقریر کی اور فرمایا کہ اس وقت جو شخص آپ کے سامنے کھڑا ہوا تقریر کر رہا ہے وہ کسی زمانے میں آپ کا لیڈر رہ چکا ہے۔ میں ۳۵ء میں مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کا جنرل سکریٹری تھا۔ اس لئے میں آپ ہی میں سے ہوں۔ آپ نے جو شکایات پیش کی ہیں، اُن کے بارے میں میں دیکھوں گا اور وہ یقیناً دور ہو جائیں گی۔ پھر کہا کہ سہ سالہ ڈگری کورس پاکستان کے تمام ماہرین تعلیم نے متفقہ طور پر منظور کیا تھا لیکن چونکہ لوگ نہیں چاہتے اس لئے اس کو ختم کر دیا گیا ہے۔ جہاں تک طالب علموں پر فائرنگ کا تعلق ہے۔ اس فائرنگ سے کوئی طالب علم نہیں مرا۔ کچھ زخمی ضرور ہوئے لیکن انہیں معاوضہ دیا جا چکا ہے اور تحقیقات بھی ہو رہی ہے۔ پھر فرمایا کہ ہم لوگ اس وقت بڑے ہی نازک دور سے گزر رہے ہیں۔ ہندوستان اور چین میں جو لڑائی ہو رہی ہے اُس کے نتیجے میں امریکہ نے ہندوستان کو اسلحہ دینے شروع کر دیئے ہیں۔ یہ اسلحہ ہمارے خلاف استعمال کئے جا سکتے ہیں۔ حکومت اس صورت حال سے باخبر ہے اور جو کچھ اُس کے امکان میں ہے وہ کر رہی ہے۔ آپ مطمئن رہیئے۔ ۲۱ نومبر کو صدر پاکستان نے نیشنل اسمبلی کا سیشن بُلایا ہے۔ اُس میں بہت اہم فیصلے ہوں گے۔ پاکستان کی موجودہ سیاست کے بارے میں کہنے لگے کہ جو لوگ آج کل لیڈر بننا چاہتے ہیں اور شور مچا رہے ہیں انہیں ملازمتوں کی ضرورت ہے۔ اُن کا کوئی نصب العین

نہیں ہے۔ تقریر کے دوران میں کبھی تو وہ سنجیدہ ہو جاتے تھے۔ کبھی ہنسنے لگتے تھے۔ غرض دلچسپ تقریر تھی۔ اُن کی تقریر کے بعد طالب علموں نے بے شمار سوالات کئے اور خاصا ہنگامہ رہا ___ ایک بنگالی طالب علم نے یہ بھی کہا کہ ہائی کمیشن میں مغربی پاکستان کے لوگ زیادہ ہیں۔ مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان کے لوگوں کی تعداد برابر ہونی چاہیئے اس پر چودھری صاحب نے فرمایا کہ یہ بات آپ کو اسی جلسے میں نہیں کہنی چاہیئے تھی۔ آپ میرے پاس آتے اور تنہائی میں کہتے تو اچھا تھا۔ اس بات سے بعض لوگوں کو تکلیف ہوئی ہوگی۔ بہرحال جہاں اور مسائل کے حل تلاش کئے جا رہے ہیں اس مسئلے کا حل بھی تلاش کیا جائے گا۔

فضل القادر چودھری صاحب کی تقریر کے بعد دیر تک ہنگامہ رہا۔ طالب علم بے شمار سوالات پوچھتے رہے۔ بعضوں نے بدتمیزی بھی کی۔ چودھری صاحب ہنستے رہے اور مذاق کرتے رہے۔ اُن کی تقریر کے بعد مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان کے طالب علموں میں کچھ جھگڑا بھی ہوا۔ غرض پاکستان کا ماحول لندن میں بھی پیدا ہو گیا۔ میں تو جتنی دیر جلسے میں رہا یہی کہتا رہا۔ "اللہ ہماری قوم پر رحم کرے۔ خدا پاکستان کو اپنی امان میں رکھے!" اس جلسے میں عجیب و غریب ماحول تھا۔ جس انتشار سے ہماری قوم اس وقت گزر رہی ہے اُس کی صحیح تصویر اس جلسے میں نظر آتی تھی۔ یہ جلسہ سات بجے تک جاری رہا۔

میں جلسے کے بعد نیچے آیا۔ ڈاکٹر عبدالکریم کے ساتھ کھانا کھایا۔ ہم لوگ کھانا کھا ہی رہے تھے کہ فضل القادر چودھری صاحب بھی کینٹین میں آ گئے۔ انہوں نے کھانے کو دیکھا اور غالباً چکھا بھی۔ چند منٹ کے بعد وہ رخصت ہو گئے۔ ہم لوگوں نے کھانا ختم کیا اور Knight's Bridge سے ٹیوب میں بیٹھ کر گھر آئے۔ کمرے میں آ کر میں نے کافی بنائی۔ نو بجے تک ہم لوگ اس جلسے کے بارے میں باتیں کرتے اور کافی پیتے رہے۔ اس کے بعد ڈاکٹر عبدالکریم

او مانی رخصت ہوئے ۔ میں نے بستر میں لیٹ کر پڑھنا شروع کیا ، ساڑھے دس بجے کے قریب مجھے نیند آ گئی ۔

بدھ ۱۲ نومبر ۱۹۶۲ء

صبح کو پانچ بجے اٹھا ۔ چھ پنس گیس کی مشین میں ڈالے ۔ پانی گرم کیا اور نہایا ۔ اس کے بعد چائے تیار کی ۔ بستر میں بیٹھ کر چائے پی اور پھر لکھتا پڑھتا رہا ۔ پونے نو بجے ناشتہ کرنے گیا ۔ واپس آ کر سینڈوچ بنائیں ۔ اپنے تھیلے میں رکھیں اور بس میں بیٹھ کر اسکول چل دیا ۔ وہاں پہنچ کر سب سے پہلے ڈاک دیکھی ۔ شفقن شکن اور فہمیدہ کے خط ملے ۔ ہندوستان ، پاکستان اور سیلون کے شعبے کی مسز گارلنڈ کریٹری Mrs. Garland کی ایک چٹ بھی ملی جس میں یہ لکھا تھا کہ بی ۔ بی ۔ سی کوئی صاحب آپ کو فون پر بلانا چاہتے تھے ۔ میں آپ کو کس طرح بلاتی ۔ مجھے علم نہیں ہوتا کہ آپ لوگ کہاں ہیں ۔ انہوں نے اپنا نام نہیں بتایا لیکن مجھے بہت پریشان کیا ۔ میں وہ چٹ لے کر فوراً اُن کے پاس گیا ۔ بات کی تو معلوم ہوا کوئی صاحب واقعی انہیں فون پر پریشان کرتے رہے ۔ میں سوچتا رہا کہ کون ہو سکتا ہے ۔ خیال آیا کہ میرے شاگرد عباسی ہی ایسا کر سکتے ہیں ۔ وہ آج کل بی ۔ بی ۔ سی میں ہیں ۔ غالباً ملنا چاہتے ہوں گے ۔ Mrs. Garland نے بہت معذرت کی ۔ مجھ سے میرے مکان کا پتہ مانگا ۔ میں نے لکھ کر دے دیا ۔ پھر سکول کے ڈپٹی سیکرٹری مسٹر برکین کے پاس گیا ۔ انہوں نے مجھے اطلاع دی تھی کہ آپ کے لئے کمرے کی چابی تیار ہو گئی ہے ۔ لے لیجئے ۔ اُن سے چابی لی رجسٹر میں دستخط کئے اور سینئر کامن روم میں آ کر بیٹھ گیا ۔ اس وقت ساڑھے گیارہ بجے تھے ۔ بارہ بجے .Dr. TN. Madan نے ملنے کا وعدہ کیا تھا ۔ یہ صاحب کشمیری ہیں ۔ لکھنؤ میں بھی رہ چکے ہیں ۔ عمرانیات کے شعبے میں لکچرار کی حیثیت سے لندن آئے ہیں ۔ لکھنؤ یونیورسٹی کی نسبت سے انہوں نے مجھے لکھ کر بھیجا کہ ملنا چاہتے ہیں ۔ آج بارہ بجے کا وقت مقرر ہوا ۔ وہ بارہ بجے آئے ۔ ہم لوگوں نے کافی پی اور دیر

تک لکھنؤ، لکھنؤ یونیورسٹی، کشمیر، لاہور اور ہندوستان پاکستان کے مسلمانوں کے بارے میں باتیں کرتے رہے۔ انہوں نے اپنے گھر آنے کی دعوت دی۔ میں نے کہا میری بیوی آجائیں تو آپ کے یہاں آنے کا پروگرام بناؤں گا۔ یہ گولڈرس گرین میں رہتے ہیں۔ انہوں نے مجھے اپنا پتہ لکھ کر دیا۔ ایک بجے سے کچھ قبل ہم لوگ رخصت ہوئے۔

میں فوراً نیچے اترا۔ ڈاک دیکھی۔ رسل سے چند منٹ باتیں کیں۔ فہمیدہ کے خط کا مختصر سا جواب لکھا۔ سینڈوچ اور بسکٹ کھائے اور برٹش میوزیم کی طرف چل دیا۔ وہاں پہنچ کر کلیات میر حسن، کلیات میر سوز اور کلیات جرأت کے نسخے نکلوائے اور کام شروع کیا۔ میر حسن کی دو مثنویاں میر سوز کی چھ سات غزلیں اور جرأت کی تین چار غزلیں نقل کیں۔ ساڑھے چار بجے تک یہ کام کیا۔ میوزیم کے بند ہونے میں چند منٹ باقی تھے۔ اس لئے جرأت کی مثنوی حسن و عشق کی ایک داستان، پڑھنے لگا یہ مثنوی اُن کے اس کلیات میں شامل ہے۔ یہ ۱۱۹۱ھ میں لکھی گئی اور اس میں نواب محبت خاں کی رنگین زندگی کے واقعات بیان کئے گئے ہیں۔ جرأت نے دعوی کیا ہے کہ یہ مثنوی بالکل سچی ہے۔ اس میں ایک بات بھی غلط نہیں ہے۔ اب اس کو نقل کروں گا۔ سوچتا ہوں اس کلیات سے قال ہی شائع کر دوں۔ دلچسپ چیز ہے؟

پانچ بجے سے قبل میوزیم سے باہر نکلا۔ میوزیم اسٹریٹ پر کولٹ Collett. کتابوں کی دوکان دیکھی۔ اِن کے یہاں سے دو کتابیں خریدیں۔ ایک Russian Litrature اور دوسری Gorki on Litrature سولہ شلنگ میں دونوں کتابیں ملیں۔ وہاں سے چل کر Tottenhum Court Road کے قریب شیخ برادرز کی دوکان سے قیمہ خریدا اور ٹیوب میں بیٹھ کر گھر آگیا۔ Tufnell Park کے اسٹیشن سے اتر کر باہر آیا تو پیچھے سے آواز آئی ڈاکٹر صاحب — سعید خاں میرے پیچھے آرہے تھے۔

کہنے لگے خوب ملے۔ میں بھی یہاں قریب ہی رہتا ہوں۔ میں انہیں اپنے ساتھ کمرے میں لے آیا۔ کافی بنائی اور کوئی ایک گھنٹے تک ہم لوگ باتیں کرتے رہے۔ یہ صاحب بریلی کے رہنے والے ہیں لاہور میں اقامت اختیار کی ہے۔ آج کل لندن میں ہیں۔ بیرسٹری کرنا چاہتے ہیں۔ ابھی تک کوئی صورت نکلی نہیں ہے۔ کہنے لگے۔ میں قریب ہی رہتا ہوں اب ملاقات ہوتی رہے گی۔ ساڑھے سات بجے انہیں رخصت کیا ہی تھا کہ نجم قادری آگئے۔ نیچے کی منزل میں رہتے ہیں۔ اُن سے کوئی آٹھ بجے تک باتیں ہوتی رہیں۔ آٹھ بجے کے بعد میں قیمہ لے کر ڈاکٹر عبدالکریم کے کمرے میں گیا۔ وہاں قیمہ پکایا اور سب نے مل کر مزے سے کھایا۔ پھر چائے پی۔ اور سوا نو بجے تک باتیں کیں۔ کمرے میں واپس آکر وہ دونوں کتابیں پڑھیں جن کو آج ہی خرید کر لایا تھا۔ گیارہ بجے سویا۔

منگل ۱۳ نومبر ۱۹۶۲ء

صبح کو پانچ بجے اُٹھا۔ آج چائے نہیں بنائی۔ سوچا ناشتے پر اطمینان سے چائے پیوں گا۔ ساڑھے آٹھ بجے تک لکھتا پڑھتا رہا۔ گھڑی بند ہوگئی اس لئے اندازے سے وقت ملایا۔ ناشتہ کرنے پہنچا تو نو بجنے میں دس منٹ باقی تھے۔ دس منٹ کا فرق نکلا۔ ناشتہ کر کے ساڑھے نو بجے کمرے میں آیا۔ کچھ بسکٹ اپنے تھیلے میں ڈالے۔ دس بجے کے قریب اسکول چل دیا۔ ۲۴ ۱۳ نمبر بس میں بیٹھ کر Euston Square پر اُترا۔ وہاں سے پیدل اسکول پہنچا۔ ڈاک دیکھی۔ فہمیدہ کا خط ملا جس میں یہ لکھا تھا کہ دفتر کے کلرک چھٹی کے معاملے میں انہیں پریشان کر رہے ہیں۔ اب یہ فرماتے ہیں کہ D. I. G. or C. I. D No Objection. لائیے۔ وہ بیچاری دفتروں میں ماری ماری پھر رہی ہیں۔ اللہ اس قوم کی حالت پر رحم کرے۔ مردم آزاری تو اس کا مزاج بن گئی ہے۔ انسان کو ہلکان کر دیتے ہیں۔ میں

جب لندن آیا تھا تو مجھے بھی دفتر کے بعض لوگوں نے رُلا دیا تھا۔ خدا جانے انسانیت ہمارے یہاں کب پیدا ہوگی؟

اِن خیالات میں گم میں برٹش میوزیم کی طرف روانہ ہوا۔ آج اورینٹل سکشن کے دروازے پر جو شخص کھڑا رہتا ہے اور دروازہ کھولتا اور بند کرتا ہے وہ مجھ سے پوچھنے لگا آپ مسلمان ہیں یا ہندو؟ میں نے کہا مسلمان ہوں اور پاکستان سے آیا ہوں۔ بولا اَلسلام علیکم۔ میں نے کہا وعلیکم السلام۔ اور آگے بڑھ گیا۔ ضرور کسی زمانے میں یہ شخص ہندوستان میں رہا ہوگا۔ برٹش میوزیم میں بعض ایسے لوگ ملازم ہیں جو انگریزوں کے زمانے میں ہندوستان میں رہ چکے ہیں۔ ہندوستان میں اچھے دن دیکھے تھے۔ اب بے چاروں کی حالت پتلی ہے۔ اس لئے کوئی ہندوستانی پاکستانی مل جاتا ہے تو اُس سے باتیں کر کے پرانی یادوں کو تازہ کرتے ہیں۔

برٹش میوزیم کے اورینٹل سکشن میں پہنچ کر میں نے ٹھیک پونے بارہ بجے کلیات میرحسن، دیوان میر سوز اور کلیات جُراءت کے نسخے نکلوائے اور کام شروع کر دیا۔ آج میرحسن کی مثنوی جو انہوں نے اپنے گھر کے بارے میں لکھی ہے ختم ہوگئی۔ اب کل خوان نعمت پر کام نقل کروں گا۔ پانچ سات غزلیں میر سوز کی اور چار پانچ جراَت کی بھی ہوگئیں۔ گیا تو برٹش میوزیم کی فہرستیں دیکھتا رہا۔

ساڑھے چار بجے وہاں سے رخصت ہوا۔

میوزیم اسٹریٹ سے چیرنگ کراس روڈ Charing Cross Road. پر ہوتا ہوا لیسٹر اسکوائر Leicester Square پہنچا۔ وہاں سے پکاڈلی سرکس گھومتا ہوا Knight's Bridge پہنچا۔ پاکستان ہاؤس میں اخبار پڑھے اور کھانا کھایا۔ وہاں یعقوب میمن سے ملاقات ہوئی۔ میں نے اُن سے کہا کہ "آپ تو وکٹوریا میں رہتے ہیں۔ بی۔ او۔ اے۔ سی کا ٹرمنل بتایئے کہ کس جگہ ہے؟ میں رات کے وقت وہاں پہنچا تھا۔ بھول گیا ہوں"۔ کہنے لگے "آپ میرے ساتھ چلیئے۔ آپ

کو دکھا دوں گا"۔ چنانچہ ہم لوگ ایک ساتھ وکٹوریا کی طرف چل دیئے۔ وہاں جا کر بکنگھم پیلس روڈ پر بی او اے سی کے ٹرمنل کی صحیح جگہ دیکھی۔ یہاں ہوائی اڈے سے مسافر کوچ میں آتے ہیں۔ اتوار کو فہمیدہ لندن پہنچیں گی۔ انہیں لینے کے لئے ہوائی اڈے پر جانا ہے۔ اس لئے سوچا ذرا جگہ دیکھ لی جائے یعقوب تو مجھے یہ جگہ دکھا کر رخصت ہوئے اور میں وکٹوریا اسٹیشن کے قریب سے ۲۴ نمبر بس میں بیٹھ کر Tottenhem Court Road پہنچا اور Warren Street سے ٹیوب میں بیٹھ کر گھر آگیا۔ کمرے میں پہنچ کر کافی بنائی اور ایک پیالی پی کر ادبی مسائل کے سلسلے کا مضمون لکھنا شروع کیا۔ نصف کے قریب لکھا۔ گیارہ بجے نیند آ گئی۔

بدھ ۱۴ نومبر ۱۹۶۲ء

صبح کو ساڑھے پانچ بجے جاگا۔ اُٹھ کر چائے بنائی۔ دو پیالیاں پی۔ ایک توس بھی سینک کر کھایا۔ اس کے بعد کچھ لکھنا پڑھنا شروع کیا۔ پونے نو بجے تک کام کرتا رہا۔ پھر ناشتہ کرنے گیا۔ ساڑھے نو بجے واپس آیا۔ سوا دس بجے تیار ہو کر اسکول روانہ ہوا۔ ڈاک دیکھی۔ فہمیدہ کا خط ملا۔ اس میں یہ اطلاع تھی کہ وہ لاہور سے کراچی پہنچ گئی ہیں اور اب بجائے اتوار ۱۸ر نومبر کے منگل ۲۰ر نومبر کو لندن پہنچیں گی۔ آج انتظار حسین کا خط بھی ملا جس میں یہ لکھا تھا کہ ادب لطیف کے سالنامے کے لئے سفرنامہ لکھ کر بھیجئے۔ ایک خط بی۔ بی۔ سی سے بھی آیا جس میں بی بی سی کے ایشین کلب کا ذکر تھا اور یہ خواہش ظاہر کی گئی تھی کہ میں اس میں شرکت کروں۔ یہ پروگرام براڈ کاسٹ ہوتا ہے۔

اِن خطوں کو لے کر میں اپنے کمرے میں پہنچا۔ گیارہ بج گئے لیکن آج چارلس ٹامس نہیں آئے۔ میں اُن کا انتظار کر ہی رہا تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی۔ میں نے دروازہ کھولا تو ایک اجنبی کو دیکھا۔ یہ صاحب ڈاکٹر باکے Dr. Bake. سے ملنے آئے تھے لیکن وہ موجود نہیں تھے اس لئے میرے کمرے میں آ گئے۔ Dr. Bake یہاں سنسکرت کے ریڈر ہیں۔ میرے برابر کے کمرے میں

بیٹھتے ہیں۔ ہندوستانی موسیقی سے بھی انہیں دلچسپی ہے اور خود گاتے بھی ہیں۔ ہندوستان میں عرصے تک رہ چکے ہیں۔ اس اجنبی انگریز نے کہا "میں ڈاکٹر باکے Dr. Bake. سے ملنے آیا تھا۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ وہ کب تک آئیں گے"؟ میں نے کہا مجھے اُن کے پروگرام کا علم نہیں ہے۔ پھر خود ہی انہوں نے کہا کہ "مجھے تصویریں جمع کرنے کا شوق ہے۔ میں ہندوستان میں پولیس افسر تھا۔ ۲۳ء تک وہاں رہا۔ میں نے اپنی زندگی کے سات سال وہاں گزارے ہیں۔ وہ میرا بہترین زمانہ تھا۔ میں اُردو، بلوچی، سندھی اور فارسی بول سکتا ہوں۔ میں نے ہندوستان میں رہ کر مُصوری کے بہت سے شاہکار جمع کئے۔ میں ڈاکٹر باکے کے پاس اس لئے آیا ہوں کہ اُن سے سنسکرت کے بعض کتبے پڑھواؤں۔ مجھے چند پرانی تصویریں ملی ہیں۔ ان پر یہ کتبے بھی ہیں"۔ میں نے اُن کا نام اور پتہ پوچھا کہنے لگے "میرا نام W. B. Manley. ہے۔ میں ڈاکٹر بھی ہوں۔ اس لئے میرے نام کے ساتھ ڈاکٹر بھی لگتا ہے۔ اور میرا پتہ ہے

The Glade Warwicks Bench Guildford, Surrey.

ٹیلی فون نمبر Ph: 5648 Guil اس کے بعد میرے بارے میں بھی پوچھا۔ میں نے اپنا نام بتایا اور یہ کہا کہ "میں اُردو کے اُستاد کی حیثیت سے یہاں آیا ہوں"۔ بہت خوش ہوئے۔ کہنے لگے "میرا لڑکا ابھی تک ہندوستان میں ہے۔ چندی گڑھ میں انسپکٹر جنرل پولیس ہے۔ اُس نے وہاں ایک ہندو لڑکی سے شادی کرلی ہے۔ آج کل لندن میں تو زندگی بہت سخت ہے۔ معمولی سی جگہ کے لئے سینکڑوں اُمیدوار ہوتے ہیں۔ ملازمت کا ملنا دشوار ہوگیا ہے۔ اس لئے وہ یہاں آنا نہیں چاہتا۔ ساڑھے گیارہ بجے تک یہ صاحب مجھ سے باتیں کرتے رہے۔

ان کے جانے کے بعد رسل آ گئے۔ اُن سے باتیں ہوتی رہیں۔ بارہ بجے ہم لوگ برک بک کالج میں کھانا کھانے گئے۔ وہاں سے واپس آکر سینئر کامن

روم میں کافی پی اور اپنے کمرے میں آگئے۔ رسل تو رسی وقت چلے گئے۔ میں کمرے میں بیٹھ کر خط لکھتا رہا۔ ڈیڑھ بجے برٹش میوزیم گیا۔ کلیات میرحسن، دیوان میر سوز اور کلیات جرأت کے نسخے نکلوائے اور اپنا کام شروع کیا۔ ساڑھے چار بجے تک کام کرتا رہا۔ اس کے بعد وہاں سے نکلا اور Oxford Street. اور Regent Street. اور Piccadilly کی سیر کرتا ہوا نائٹس برج Knights Bridge. پہنچا۔ پاکستان ہاؤس میں پہلے اخبار پڑھے۔ پھر کھانا کھانے کے لئے کینٹین میں گیا۔ وہاں نذیر حسین صاحب بیرسٹر مل گئے۔ عرصے کے بعد ملے۔ اس لئے دیر تک باتیں ہوئیں۔ ساڑھے آٹھ بجے ہم لوگوں نے کھانا کھایا اور وہاں سے ایک ساتھ ٹیوب میں بیٹھے۔ وہ Tottenham Court Road تک میرے ساتھ آئے۔ وہاں سے اُنھوں نے گاڑی بدلی اور میں سیدھا Tufnell Park. آکر اُترا۔ کمرے میں پہنچ کر گیارہ بجے تک کام کیا اور پھر سو گیا۔

جمعرات ۱۵ر نومبر ۱۹۶۲ء

صبح کو پانچ بجے کے قریب آنکھ کھلی۔ منہ ہاتھ دھو کر لکھنا پڑھنا شروع کیا۔ ادبی مسائل کے سلسلے کا مضمون لکھتا رہا۔ ۹ بجے ناشتہ کرنے گیا۔ ساڑھے نو بجے واپس آیا اور تیار ہو کر اسکول چلا گیا۔ ڈاک دیکھی آج کوئی خط نہیں آیا۔ گیارہ بجے کمرے میں گیا۔ چارلس ٹامس آگئے مسنر مایات بھی آگئیں۔ انہیں فسانۂ مبتلا اور پریم چند کی کہانی پڑھائی۔ ایک بجے تک پڑھایا۔ پھر Sandwiches. کھائیں اور برٹش میوزیم میں چلا گیا۔ میرحسن، میر سوز اور جرأت کے کلیات نکلوائے اور سوا چار بجے تک کام کرتا رہا۔ وہاں سے اُٹھ کر ڈاک خانے گیا۔ خط اور ٹکٹ خریدے۔ پھر اپنے کمرے میں پہنچا۔ رسل ابھی تک پڑھا رہے تھے۔ ساڑھے چار بجے انہوں نے پڑھانا ختم کیا تو میں اُن کے ساتھ سینئر کامن روم میں گیا۔ آج یہاں اسکول کے ڈائرکٹر کی طرف سے پارٹی تھی اور Prof. Asa

Briggs. کا لیکچر بھی تھا۔ یہاں لوگ بڑے کاروباری انداز میں چائے پیتے ہیں۔ چائے کی ایک پیالی لے لو۔ اپنی کرسی پر بیٹھ جاؤ۔ چائے پی کر پیالی کرسی کے نیچے رکھ دو۔ اللہ اللہ خیر صلّا۔ ہمارے یہاں کی طرح چائے اطمینان سے نہیں پیتے۔ مجھے یہ ماحول پسند نہیں۔ چائے تو اطمینان سے پینے کی چیز ہے۔ بیٹھے چائے پیتا جائے اور باتیں کرتا جائے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں کے لوگوں کو چائے سے زیادہ دلچسپی نہیں۔ یہ تو شراب اطمینان سے پیتے اور اس وقت باتیں کرتے ہیں۔

خیر چائے زہر مار کی اور پھر Asa Briggs. کا لیکچر سنا۔ یہ صاحب BRIGHTTEND میں تاریخ کے پروفیسر ہیں آکسفورڈ اور کیمبرج کی یونیورسٹیوں میں ٹیوٹر رہ چکے ہیں۔ انہوں نے ٹیوٹوریل کی تعلیم کے موضوع پر لیکچر دیا۔ اسکول کے ڈائریکٹر پروفیسر فلپس نے صدارت کی۔ لیکچر دلچسپ اور معلوم افزا تھا۔ پہلے انہوں نے ٹیوٹوریل کی تعلیم کی تاریخ بیان کی۔ آکسفورڈ اور کیمبرج میں جس طرح ٹیوٹوریل کی تعلیم ہوتی ہے اُس کی تفصیل پیش کی، اور پھر اس کے اچھے اور بُرے پہلوؤں کو واضح کیا۔ اُن کے لیکچر کے بعد چند اُستادوں نے سوال کئے اور یہ جلسہ سوا چھ بجے ختم ہوا۔

وہاں سے اُٹھ کر میں رسل کے ساتھ اپنے کمرے میں آیا۔ وہاں سے وہ اپنے گھر چلے گئے اور میں وارن اسٹریٹ سے ٹیوب میں بیٹھ کر اپنے گھر آ گیا۔ بازار میں ڈبل روٹی تلاش کی لیکن دوکانیں بند ہو چکی تھیں۔ اس لئے ڈاکٹر کریم اور حق کے کمرے میں گیا اور ان کے ساتھ کھانا کھایا۔ نو بجے واپس آکر لکھتا پڑھتا رہا۔ گیارہ بجے کے قریب نیند آگئی۔

جمعہ ۱۶ نومبر ۱۹۶۲ء

صبح پانچ بجے اُٹھا۔ چائے بنائی۔ دو پیالیاں پیں۔ 'ادبی مسائل' کا سلسلے کا مضمون مکمل کیا۔ ۹ بجے کے قریب ناشتہ کرنے گیا۔ ساڑھے نو بجے واپس آکر

تیار ہوا اور اسکول جانے کے لیے باہر نکلا۔ آج باہر عجیب منظر تھا۔ ہلکی ہلکی برف گر رہی تھی۔ لیکن بہت زیادہ نہیں۔ سردی خاصی تھی۔ لوگ چل پھر رہے تھے۔ مائیں اپنے بچوں کو لئے ہوئے سڑکوں پر اطمینان سے گھوم رہی تھیں۔ کوئی برف اور سردی سے خوف زدہ نہیں تھا۔

میں اِن مناظر کو دیکھتا ہوا اسکول پہنچا۔ ڈاک دیکھی۔ آج اچھن کا تار ملا جس میں یہ اطلاع تھی کہ بھابھی (فہمیدہ) منگل کو پی۔ آئی۔ اے کی فلائٹ نمبر ۷۰۳ پی کے سے لندن پہنچیں گی۔ یہ تار ۱۵ ر نومبر کو ۳ بجے کراچی سے چلا تھا۔ اسی روز رات کو آگیا ہوگا۔ مجھے صبح کو ملا۔ دو تین اور بھی خط تھے۔ لیکن اُن میں کوئی خاص بات نہیں تھی۔

گیارہ بجے کمرے میں پہنچا۔ رسل موجود تھے۔ اُن سے چند منٹ باتیں ہوئیں۔ پھر چارلس ٹامس اور مسز مایات آگئے۔ اُن کو میں نے ساڑھے بارہ بجے تک پڑھایا۔ ایک بجے رسل پھر آگئے۔ آج یہ طے ہوا تھا کہ ہم لوگ اپنے سٹاف کی ریفیکٹری Refectory. میں دن کا کھانا کھائیں گے۔ چنانچہ ہم لوگ وہاں گئے۔ میں نے مچھلی اور پڈنگ کھائی۔ یہاں ماحول اچھا تھا۔ قاعدے سے کھانا ملا۔ دوڑ بھاگ نہیں تھی۔ لیکن سامنے شراب کے دور چل رہے تھے۔ اُستاد بھی یہاں شراب پیتے ہیں، اور دن کے وقت بھی پیتے ہیں لیکن ایسے لوگ کم تھے۔ بیشتر نے شراب نہیں پی۔ میں نے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ پینا تو سب چاہتے ہیں لیکن اتنا خرچ نہیں کر سکتے۔ شراب یہاں خاصی مہنگی ہے۔

ہم کھانا کھا ہی رہے تھے کہ ڈاکٹر جینی Dr. Gaine آگئے اور میرے برابر بیٹھ گئے۔ یہ صاحب پہلے بنارس یونیورسٹی میں پالی پڑھاتے تھے۔ اب یہاں پالی اور بُدھ مذہب کے اُستاد ہیں۔ میں نے اُن سے پوچھا کہ کیا آپ جین مذہب کے تمام اصولوں پر یہاں بھی عمل کرتے ہیں؟" کہنے لگے صرف گوشت نہیں کھاتا۔ انڈہ کھا لیتا ہوں"۔ میں صرف اسی حد تک جین ہوں"۔

ہم لوگ وہاں سے پونے دو بجے کے قریب اُٹھے - پہلے لائبریری کے ریڈنگ روم میں گئے- وہاں اسکول آف اورینٹل اسٹڈیز کے لائبریرین مسٹر پیرسن کی وہ کتاب دیکھی جس میں انہوں نے مخطوطات کا ذکر کیا ہے- لیکن بہت مختصر ہے- میں نے اور رسل نے یہ طے کیا ہے کہ ہم لوگ انگلستان کی تمام لائبریریوں کو خط لکھ کر دریافت کریں گے کہ اُن کے پاس اُردو زبان اور ادب سے متعلق کون کون سے مخطوطات ہیں- پھر اُن کے مائکروفلم تیار کرالیں گے اور اپنے اسکول میں تحقیقی کام کے لئے ان کا ایک سکشن بنائیں گے-

ریڈنگ روم سے نکل کر ہم لوگ اپنے کمرے میں پہنچے- اب رسل نے اپنا سبق شروع کیا- میر کی مثنوی معاملات عشق نکالی اور اُس کے کچھ حصے مجھ سے پڑھے- بعض شعر اُن کے ذہن میں واضح نہیں تھے- میں نے اُن کی وضاحت کی- پھر ہم لوگ دیر تک میر کی اس مثنوی کے بارے میں باتیں کرتے رہے- رسل نے اس خیال کا اظہار کیا کہ میرے خیال میں یہ میر کی آپ بیتی ہے- میں نے اس سے اتفاق کیا- میر نے جس انداز میں اپنے تجربات کی وضاحت کی ہے، اُس سے صاف اندازہ ہوتا ہے کہ یہ سب اُن پر بیتی ہوئی باتیں ہیں- اس کے بعد ہم نے انگلستان اُردو کی تعلیم کے بارے میں ایک منصوبہ بنایا- پھر کتابوں کی ایک فہرست بنائی- وہ کتابیں جو اسکول کی لائبریری میں منگوائی جائیں گی-

اب ساڑھے چار بج گئے تھے- اس لئے میں نے رسل سے کہا کہ مجھے بازار جانا ہے- میرے قریب جو دو ڈاکٹر رہتے ہیں، اُن سے وعدہ ہے وہ میرے مشورے سے کچھ چیزیں خریدنا چاہتے ہیں- چنانچہ وہاں سے اسکول آف ہائی جین اینڈ ٹراپیکل میڈیسین آیا- یہاں سے ڈاکٹر حق اور ڈاکٹر عبدالکریم اور ڈاکٹر شاہ کو اپنے ساتھ لیا اور ہم لوگ آکسفورڈ اسٹریٹ کی طرف چل دیئے- کئی دوکانیں دیکھیں- ڈاکٹر عبدالکریم نے دستانے خریدے- ایک ڈریسنگ گاؤن لیا- جب خریداری ختم ہوگئی تو میں نے سوہو Soho. سے گوشت لیا-

اور ہم لوگ ٹیوب میں بیٹھ کر ٹفنل پارک Tufnel Park. آئے ۔ عبدالکریم کے کمرے میں گوشت پکایا گیا۔ سب نے مل کر کھایا۔ نو بجے کھانا کھا کر فارغ ہوئے ۔میں نے ٹیوب اسٹیشن جاکر مسنز میرین ملک Mr s,Marian Malik. کو فون کیا لیکن مجھے کامیابی نہیں ہوئی ۔ انہیں یہ بتانا تھا کہ فہمیدہ اتوار کے بجائے آئندہ منگل یعنی ۲۰ر نومبر کو لندن پہنچیں گی ۔ ناکام واپس آیا ۔ چار پنس بھی ضائع ہوئے ۔ کمرے میں آکر کچھ دیر پڑھتا لکھتا رہا ۔ گیارہ بجے سویا۔

ہفتہ ۱۷ر نومبر ۱۹۶۲ء

صبح کو پانچ بجے آنکھ کھلی ۔ آج دن بہت خراب تھا ۔ ہر طرف دُھند سی چھائی ہوئی تھی ۔ ہلکی ہلکی بارش بھی ہو رہی تھی ۔ سردی بھی زیادہ تھی ۔ چُپ چاپ بستر میں لیٹا رہا ۔ سات بجے کے قریب اٹھ کر چائے بنائی ۔ دو پیالیاں پیں ۔ پھر کام کرنے لگا ۔ دس بجے کے قریب ناشتہ کرنے گیا ۔ وہاں سے گیارہ بجے واپس آیا ۔ ساڑھے بارہ بجے عبدالودود اور فضل (ظہیر صاحب اُردو مرکز کے صاحب زادے) آگئے ۔ اُن سے دیر تک باتیں ہوتی رہیں ۔ وہ لوگ ڈیڑھ بجے کے قریب رخصت ہوئے تو میں ڈاکٹر حق اور ڈاکٹر زادمانی کے کمرے میں گیا ۔ آج میں نے اُن سے وعدہ کیا تھا کہ مٹر پُلاؤ پکاؤں گا ۔ چنانچہ مٹر پلاؤ اور انڈے کا سالن پکایا گیا اور ہم لوگوں نے ڈٹ کر کھایا ۔ ڈھائی بجے کے بعد میں کمرے میں واپس آیا ۔ گھر خط لکھا ۔ اُس کے بعد انتظار حسین کے خط کا جواب دیا ۔ ساڑھے چار بجے کے قریب تیار ہو کر باہر نکلا ۔ خط پوسٹ کئے اور Kentish Town تک گھومنے گیا ۔ ساڑھے پانچ بجے واپس آیا ۔ کچھ دیر نجم اور مصباح سے باتیں کیں اور پھر اپنے کمرے میں آگیا ۔ گیارہ بجے تک لکھتا رہا ۔ اور پھر سو گیا۔

اتوار ۱۸ر نومبر ۱۹۶۲ء

صبح کو سات بجے سو کر اُٹھا ۔ چائے بنائی ۔ اور پھر بستر ہی میں لکھتا پڑھتا رہا ۔ ساڑھے دس بجے ناشتہ کرنے گیا ۔ ساڑھے گیارہ بجے واپس آیا ۔ پھر بستر میں

لیٹ گیا اور کام کرتا رہا۔ ایک بجے اٹھ کر تیار ہوا، اور گھومنے کے لئے نکل گیا۔
Tottenham Court Road, پہنچا۔ راستے میں بارش ہونے لگی۔
چھتری نے بہت کام دیا۔ بارش کم ہوئی تو آکسفورڈ اسٹریٹ اور Regent
Street. پر گھومتا ہوا Piccadilly Circus آیا۔ آج دو کانیں بند تھیں۔
اس لئے سناٹا تھا۔ بارش کی وجہ سے کوئی خاص رونق بھی نہیں تھی۔ بہرحال
میں گھومتا ہوا Knights Bridge آیا۔ چھ بجے کینٹین میں گیا۔ یعقوب
میمن مل گئے۔ اُن کے ساتھ کھانا کھایا۔ اور سات بجے کے قریب Knights
Bridge. سے ٹیوب میں بیٹھ کر اپنی جائے قیام پر آگیا۔ ساڑھے دس بجے
تک کام کرتا رہا۔ پھر سوگیا۔

پیر ۱۹ر نومبر ۱۹۶۲ء

صبح کو پانچ بجے آنکھ کھلی۔ ۹ بجے تک لکھتا پڑھتا رہا۔ پھر ناشتے کے لئے
گیا۔ ساڑھے نو بجے واپس آیا۔ ساڑھے دس بجے کے قریب تیار ہو کر اسکول
پہنچا۔ پہلے ڈاک دیکھی۔ فہمیدہ اور اسد کے خط ملے۔ خط لے کر اپنے کمرے
میں گیا۔ رسل کو دیکھا۔ وہ سینئر کامن روم میں جا چکے تھے۔ دروازے پر پرچہ
لگا ہوا جس میں یہ لکھا تھا کہ کامن روم میں پھر .Mr. Arafat کے لیکچر میں چلیں
گے۔ میں سینئر کامن روم میں گیا۔ رسل وہاں سے بھی جا چکے تھے۔ اب سوچا ڈپارٹمنٹ
کے دفتر میں جاکر معلوم کروں کہ .Mr. Arafat کا لیکچر کہاں ہے۔ وہاں پہنچا ہی
تھا کہ رسل باہر نکلے۔ انہوں نے اطلاع دی کہ ابھی میرین .Mrs. Garland
کو فون کر رہی تھیں۔ وہ مجھ سے بات کرنا چاہتی ہیں۔ ہم لوگ باتیں کرتے ہوئے
کانفرنس روم میں گئے۔ .Arafat صاحب موجود تھے۔ رسل نے اُن سے
تعارُف کرایا۔ یہ صاحب لندن یونیورسٹی میں عربی کے ریڈر ہیں۔ عرب ہیں اور
مسلمان ہیں۔ انہوں نے گیارہ بجے اپنا لیکچر شروع کیا۔ اسلام کے بنیادی اصول
کی وضاحت کی۔ لیکچر کے بعد کچھ لوگوں نے سوال پوچھے۔ ساڑھے بارہ بجے تک

یہ سلسلہ جاری رہا۔ اس کے بعد ہم لوگ وہاں سے رخصت ہوئے۔ رسل
کو برک بک کالج Birkbeck College. پہنچنا تھا۔ وہ تو چلے گئے۔
میں کمرے میں آیا، اور وہاں سے کوٹ اور چھتری لے کر پکاڈلی کی طرف چل
دیا۔ اس خیال سے کہ پی۔ آئی۔ اے کے دفتر سے پی۔ آئی۔ اے کی فلائٹ
نمبر ۷۰۳ بی کے کا وقت معلوم کروں گا۔ کیونکہ فہمیدہ منگل کو اسی جہاز سے لندن
پہنچ رہی تھیں۔ اُن کے دفتر پہنچا تو وہاں خاصا مجمع تھا۔ اس لئے میں نے یہ
سوچا کہ پاکستان ہاؤس چل کر کھانا کھا لوں۔ واپسی میں دریافت کر لوں گا۔ چنانچہ
پاکستان ہاؤس گیا۔ وہاں کھانا کھایا اور تین بجے کے قریب واپسی میں جہاز کے
آنے کا وقت دریافت کیا۔ معلوم ہوا کہ جہاز چار بج کر پانچ منٹ پر پہنچے گا۔
پکاڈلی سے میں ہے مارکیٹ Hay Market. ہوتا ہوا ٹرافی لگرا سکوائر
گیا۔ وہاں سے کسی ایسے راستے پر نکل گیا کہ اسٹرینڈ Strand. پہنچ گیا۔ راستہ
بھول گیا۔ تھوڑی دیر ادھر اُدھر گھومتا رہا تا کہ کسی طرح برٹش میوزیم کا راستہ مل
جائے۔ لیکن ناکام رہا۔ ناچار ایک پولیس کے سپاہی سے دریافت کیا۔ اس
نے یہ بتایا کہ Dewey Lane سے ہو کر جائیے۔ پھر دائیں جانب مڑیئے۔
برٹش میوزیم پہنچ جائیں گے۔ چنانچہ میں اس راستے پر چل کر چار بجے برٹش میوزیم
پہنچا۔ سندھ یونیورسٹی کے قادری صاحب میوزیم سے باہر نکل رہے تھے۔
کہنے لگے سعید آپ کو دو بجے کے قریب پوچھتے ہوئے آئے تھے۔ میں پانچ
بجے تک میوزیم میں اُن کا انتظار کرتا رہا۔ ڈاکٹر ریاض الاسلام بھی ملے۔ پھر نبی
صاحب آ گئے۔ سب سے باتیں ہوتی رہیں۔ جب پانچ بج گئے تو میں میوزیم
سے باہر نکلا۔ سعید میرے شاگرد تو آئے نہیں۔ اس لئے میں اکیلا Wool
Worth. میں گیا اور وہاں سے کچھ برتن اور گرم پانی کی بوتل وغیرہ خریدی اور سعید
کے کمرے کی طرف چلا تا کہ انہیں تلاش کروں۔ کیونکہ کل بہرصورت انہیں اپنے
ساتھ ہوائی اڈے پر لے جانا تھا۔ لیکن اُن کا مکان نہیں ملا۔ اس لئے میں وہاں

وارن اسٹریٹ Warren Street. آیا اور ٹیوب میں بیٹھ کر اپنی جائے قیام پر آگیا۔ تھوڑی دیر کے لئے ڈاکٹر عبدالکریم کے کمرے میں گیا۔ وہاں کافی پی۔ نو بجے کمرے میں واپس آیا۔ کچھ دیر کام کرتا رہا۔ ساڑھے دس بجے سو گیا۔

منگل ۲۰ نومبر ۱۹۶۲ء

صبح پانچ بجے جاگا۔ سات بجے تک لکھتا پڑھتا رہا۔ سات بجے اُٹھ کر کمرے کی صفائی کی۔ میز پر قاعدے سے برتن لگائے اور نو بجے کے قریب تیار ہو کر ناشتہ کرنے گیا۔ ساڑھے نو بجے ناشتہ کر کے ڈاکٹر عبدالکریم اور حق کے ساتھ ٹیوب میں بیٹھ کر باہر چل دیا۔ پروگرام یہ تھا کہ دس بجے سے قبل Ensleigh Square. جا کر سعید کو گھیروں گا اور انہیں ساتھ لے کر آکسفورڈ اسٹریٹ سے Bally Blanket. اور Bally Sleeping Bag. خریدوں گا۔ اور پھر کہیں کھانا کھا کر ہوائی اڈے چلا جاؤں گا۔ آج شام کو پی۔ آئی۔ اے کا جٹ فلائٹ نمبر ۷۰۳ پی کے چار بج کر پانچ منٹ پر پہنچنے والا تھا، اور فہمیدہ مع بچے کے اس جہاز سے لندن پہنچنے والی تھیں۔

میں سعید کے یہاں پہنچا تو وہ اپنے دوست ڈاکٹر اسلم سے باتیں کر رہے تھے۔ اُن سے تعارف ہوا۔ معلوم یہ ہوا کہ وہ لاہور کے وٹرینری کالج میں پڑھاتے ہیں اور اب لندن میں حیوانیات کی اعلیٰ تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ بہت نمازی اور پرہیزگار آدمی ہیں۔ یہ کسی جگہ رہتے تھے۔ وہاں انہیں یہ شبہ ہوا کہ اُن کی لینڈ لیڈی سوّر کی چربی میں ناشتہ بناتی ہے۔ اس لئے وہاں سے چلے آئے اور سعید کے کمرے میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ آج کل اُن کا امتحان ہو رہا ہے۔ اس لئے تھوڑی دیر باتیں کرنے کے بعد وہ تو چلے گئے۔ سعید نے بہت سی تصویریں نکال کر مجھے دکھائیں۔ یہ تصویریں انہوں نے یورپ کے

سفر میں جمع کی ہیں ۔ کوئی ایک گھنٹے تک میں اِن تصویروں کو دیکھتا رہا ۔
گیارہ بجے کے قریب ہم لوگ اُٹھے ۔ میں نے اسکول جاکر اپنی ڈاک دیکھی ۔ آج کوئی خط نہیں تھا ۔ اسکول سے میں سعید کو ساتھ لے کر ویسٹ منسٹر بینک ، بلومبری پارک پیلس Westminister Bank

Bloomsberry Park Place گیا ۔ وہاں سے بیس پونڈ نکلوائے ۔
سعید نے کہا ابھی بہت وقت باقی ہے ۔ چلئے آپ کو LINCOLINS INN
دکھادوں جہاں بیرسٹری کی تعلیم ہوتی ہے ۔ آج شام کو وہاں میرا ڈنر ہے ۔ اس کو بھی ملتوی کرادوں گا ۔ چنانچہ ہم لوگ وہاں پہنچے ۔ عمارت دیکھی ۔ سعید دفتر میں گئے ۔ اور ڈنر ملتوی کرایا ۔ بارہ بجے کے بعد ہم لوگ وہاں سے نکلے اور Holborn کے ٹیوب اسٹیشن پہنچے ۔ پہلے میرین کو فون کیا ۔ اُن سے باتیں ہوئیں ۔ انہوں نے کہا کہ وہ پونے چھ بجے وکٹوریا ٹرمنل پر ہم لوگوں کو ملیں گی ۔

ہوبرن سے میں سعید کے ساتھ آکسفورڈ سرکس گیا ۔ وہاں Seif
Ridges. میں جاکر Balay Blanket. اور Baley Bag.
خریدا ۔ کوئی آٹھ پونڈ میں دونوں چیزوں پر صرف ہوئے ۔ یہ چیزیں لے کر ہم لوگ بس میں بیٹھ کر پاکستان ہاؤس پہنچے ۔ وہاں کھانا کھایا اور دو بجے کے قریب Knights Bridge. سے ٹیوب میں ، بیٹھ کر ہوائی اڈے جانے کے لئے HUNSLOW WEST پہنچے ۔ اسٹیشن سے باہر نکلے تو ہوائی اڈے کی بس مل گئی ۔ اُس بس نے ہمیں چند منٹ میں لندن ایئرپورٹ سنٹرل پر پہنچا دیا ۔ بس سے اُتر کر ہم لوگ پسنجر بلڈنگ گئے ۔ وہاں معلوم ہوا کہ جہاز صحیح وقت پر آرہا ہے ۔ ابھی تین بجے تھے ۔ جہاز کے آنے میں ایک گھنٹہ باقی تھا ۔ اس لئے ریستوراں میں بیٹھ کر کافی پینے لگے ۔ جب پونے چار تو اُٹھ کر اوپر گیلری میں پہنچے ۔ جہاں سے جہاز صاف نظر آتے ہیں ۔ پی ۔ آئی ۔ اے

کا جہاز کوئی دس منٹ پہلے ہی آگیا۔ مسافر اُترنے لگے۔ فہمیدہ مع بچے کے مجھے نظر آئیں۔ ہم لوگوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ اُنہوں نے پاسپورٹ وغیرہ درج کرائے۔ پھر کسٹم کے کاؤنٹر پر پہنچیں۔ آدھ گھنٹے میں یہ سب کچھ ہوگیا، اور وہ کسٹم سے باہر آگئیں۔ سامان کوچ میں رکھوایا۔ میں نے پورٹر کو ایک ہاف کراؤن دیا۔ اور B.O.A.C. کی کوچ میں بیٹھ گئے۔ کوچ پانچ بجے ہوائی اڈے سے روانہ ہوئی۔ بارش نے بہت پریشان کیا۔ بہر حال خدا خدا کر کے ہم لوگ چھ بجے کے قریب وکٹوریہ پہنچ گئے۔ بس سے باہر نکلے تو دیکھا برف گر رہی ہے۔ سفید سفید روئی کی طرح۔ سامان اُتارا اور بیٹھ کر ٹیکسی کا انتظار کرنے لگے۔ میرین بھی یہاں موجود تھیں۔ ددو دادر فضل بھی پہنچ گئے تھے۔ پندرہ بیس منٹ کے بعد ہمیں ٹیکسی ملی اور ہم لوگ یعنی، فہمیدہ، بچہ، میرین اور سعید اُس میں بیٹھ کر کوئی سات بجے کے قریب اپنی جائے قیام لیڈی مارگریٹ روڈ 102. Lady Margarette Road. پہنچے۔ سامان رکھا۔ پھر کراچی سے جو کھانا ساتھ آیا تھا، اُس کو گرم کیا گیا اور سب نے مل کر کھایا۔ ساڑھے آٹھ بجے میرین رخصت ہوئیں۔ سعید بھی چلے گئے۔ پھر ہم نے کچھ دیر کمرہ ٹھیک کیا اور ساڑھے نو بجے کے قریب سو گئے۔

بُدھ ۲۱ نومبر ۱۹۶۲ء

صُبح کو ساڑھے چار بجے اُٹھا۔ بستر میں لیٹا رہا۔ ساڑھے آٹھ بجے کے قریب اُٹھ کر ناشتہ کیا۔ نو بجے ڈاکٹر عبدالکریم کے کمرے میں گیا۔ وہاں بھی ایک پیالی چائے پی۔ ساڑھے نو بجے واپس آیا اور تیار ہو کر اسکول چلا گیا۔ اسکول جا کر پہلے ڈاک دیکھی۔ اچھن کا خط ملا۔ برٹش کونسل کے پروگرام وغیرہ بھی ملے۔ گیارہ بجے اپنے کمرے میں آیا۔ دروازے پر چارلس ٹامس کی چٹ لگی ہوئی تھی جس میں یہ لکھا تھا کہ آج کوونٹ گارڈن کے اوپرا کا ٹکٹ

لینے کی غرض سے QUEUE کھڑے ہونے کے لئے جا رہے ہیں۔
اس لئے آج کلاس میں نہیں آسکیں گے۔ میں کمرے میں بیٹھا رہا۔ رسل کو
خط لکھا۔ بارہ بجے سعید آ گئے۔ انہیں لے کر میں حلال گوشت خریدنے گیا۔
بچے کے لئے دودھ پینے کی بوتل بھی خریدی اور Warren Street.
سے ٹیوب میں بیٹھ کر گھر آ گیا۔ فہمیدہ نے چپاتیاں پکائیں۔ رات کے کبابوں
کے ساتھ کھائیں۔ بہت لطف آیا۔ پھر کافی پی۔ تین بج گئے۔ چار بجے کے
قریب ہم لوگ ذرا باہر نکلے۔ Fortress Road اور Imactor
Road کے بازاروں کو دیکھا اور ٹہلتے ہوئے Kentish Town.
تک گئے۔ واپسی میں بجلی کی ایک دوکان سے استری خریدی۔ چھ بجے کے
قریب گھر واپس آئے۔ میں بستر میں لیٹ گیا اور کچھ دیر لکھتا پڑھتا رہا۔ دس
بجے کے قریب مجھے نیند آ گئی۔

جمعرات ۲۲ نومبر ۱۹۶۲ء

صبح کو پانچ بجے اُٹھا۔ ساڑھے آٹھ بجے ناشتہ کیا۔ دس بجے کے قریب
اسکول روانہ ہوا۔ ڈاک دیکھی۔ آج ڈاک میں اکتوبر کا ادب لطیف ملا۔ دیکھ
کر طبیعت خوش ہوئی۔ گیارہ بجے کمرے میں آیا۔ چارلس ٹامس آ گئے۔ انہیں
پریم چند کی کہانی پڑھائی۔ وہ ایک بجے رخصت ہوئے۔ سعید آ گئے۔
میں انہیں لے کر گھر آیا۔ آج پروگرام یہ تھا کہ سعید دن کا کھانا میرے ساتھ
کھائیں گے اور پھر ہم لوگ فہمیدہ اور بچے کو لے کر آکسفورڈ اسٹریٹ اور
ریجنٹ اسٹریٹ وغیرہ کی سیر کریں گے۔ چنانچہ ہم لوگوں نے کھانا کھایا،
کافی پی اور کوئی تین بجے کے قریب ٹیوب میں بیٹھ کر Tattenham Court
Road. پہنچے۔ وہاں آکسفورڈ اسٹریٹ پر چلے۔ ریجنٹ اسٹریٹ اور
پکاڈلی سرکس کی سیر کی۔ سیلون سنٹر میں چائے پی اور لیسٹر اسکوائر
Leicester Square. سے ٹیوب میں بیٹھ کر کوئی آٹھ بجے کے

قریب گھر آگئے۔ دن کا بچا ہوا کھانا کھایا اور دس بجے کے قریب سو گئے۔

جمعہ ۲۳ر نومبر ۱۹۶۲ء

پانچ بجے آنکھ کھلی۔ ۹ بجے کے قریب ناشتہ کیا۔ دس بجے اسکول کی طرف چلا گیا۔ گیارہ بجے چارلس ٹامس آ گئے۔ انہیں ساڑھے بارہ بجے تک نظیر اکبرآبادی پڑھایا۔ ایک بجے سعید آگئے۔ انہیں لے کر گوشت والے کی دوکان پر گیا۔ گوشت اور چاول وغیرہ خریدے۔ دو بجے کے قریب گھر واپس آیا۔ کھانا کھایا اور کافی پی۔ چار بجے تک باتیں کرتا رہا۔ پھر ہم لوگ باہر نکلے۔ بازار سے کچھ چیزیں خریدیں اور گھر واپس آئے۔ رات کا کھانا نہیں کھایا۔ میں کچھ دیر پڑھتا رہا۔ ساڑھے دس بجے سو گیا۔

ہفتہ ۲۴ر نومبر ۱۹۶۲ء

صبح پانچ بجے اُٹھا۔ بستر میں لیٹا رہا۔ لیٹے لیٹے پھر آنکھ لگ گئی۔ ساڑھے آٹھ بجے جاگا۔ اُٹھ کر ناشتہ کیا۔ دس بجے کے قریب ڈاکٹر حق اور ڈاکٹر عبدالکریم سے ملنے گیا۔ اُن کے ساتھ بھی ایک پیالی چائے پی۔ وہاں چغتائی صاحب بھی آگئے۔ اُن سے باتیں ہوتی رہیں۔ گیارہ بجے وہاں سے واپس آیا۔ دن کو گھر ہی پر رہا۔ لکھتا پڑھتا اور باتیں کرتا رہا۔ شام کو فارٹریس روڈ Fortress Road کی دوکانوں میں جا کر کچھ چیزیں خریدیں۔ سات بجے واپسی ہوئی۔ نجم اور فصیح مل گئے۔ چند منٹ اُن کے کمرے میں بیٹھے۔ پھر اوپر اپنے کمرے میں آگئے۔ آٹھ بجے ڈاکٹر عبدالکریم ملنے کے لئے آئے۔ اُن سے نو بجے تک باتیں ہوتی رہیں۔ اُن کے جانے کے بعد کھانا کھایا اور ساڑھے دس بجے کے قریب سو گئے۔

اتوار ۲۵ر نومبر ۱۹۶۲ء

صبح کو چار بجے آنکھ کھلی۔ ساڑھے آٹھ بجے اُٹھ کر ناشتہ کیا۔ آج دن میں سینما دیکھنے کے لئے جانا تھا۔ کلبرن کے کلاسیک سینما میں آج دیوداس

دکھایا جارہا تھا۔گیارہ بجے سعید نے آنے کا وعدہ کیا تھا۔ وہ ٹھیک گیارہ بجے آئے۔ہم لوگوں نے کافی پی اور پونے بارہ بجے کے قریب ٹیوب میں بیٹھ کر کلبرن Kilbrun. روانہ ہوئے۔ٹفنل پارک Tufnell Park. سے بیٹھے اور Charing Cross. پہنچے۔ وہاں سے بکرلو لائن Bakerlu Line لے کر کلبرن پہنچے۔ٹیوب اسٹیشن کے قریب ہی سینما ہے۔ ٹکٹ لئے اور سینما میں بیٹھ گئے۔پکچر ٹھیک ایک بجے شروع ہوئی۔ دیوداس میں مسرت چندر چیٹرجی کے ناول کو فلمایا گیا ہے۔یہی کہانی اس سے قبل بھی فلمائی جاچکی ہے۔ اُس میں سہگل نے ہیرو کا پارٹ کیا تھا۔مجموعی طور پر پُرانی فلم اچھی تھی۔لیکن نئی بھی بُری نہیں ہے۔

ساڑھے چار بجے پکچر ختم ہوئی تو ہم لوگ کلبرن سے ٹیوب میں بیٹھ کر ریجنٹ پارک آئے۔ وہاں اتر کر سوچا کہ ریجنٹ پارک کی سیر کی جائے لیکن اندھیرا ہوچکا تھا۔اس لئے ریجنٹ پارک کو باہر ہی سے دیکھ کر Warren Street. کی طرف چل دیئے تاکہ وہاں سے ٹیوب لے کر جلد از جلد گھر پہنچیں۔ چنانچہ وارن اسٹریٹ Warren Street. آئے اور وہاں سے ٹیوب میں بیٹھ کر گھر آگئے۔ آٹھ بجے کے قریب کھانا کھایا اور باتیں کرتے رہے۔ دس بجے سو گئے۔

پیر ۲۶ نومبر ۱۹۶۲ء

ساڑھے پانچ بجے سو کر اُٹھا۔چائے پی۔ ناشتہ کیا۔ بازار جا کر کھانے پینے کی چیزیں خریدیں۔ بارہ بجے کے قریب کھانا کھایا برٹش میوزیم روانہ ہوا۔ راستے میں اسکول ٹھہرا۔ ڈاک دیکھی۔آج بچھن اور اماں کے خط ملے۔ خط پڑھ رہا تھا کہ رسل آگئے۔ ان سے چند منٹ باتیں ہوئیں۔اُن سے رخصت ہو کر ایک بجے برٹش میوزیم پہنچا۔کلیات میرحسن، کلیات میر سوز اور کلیات جُرأت کے نسخے نکلوائے۔چار بجے تک کام کرتا رہا۔ وہاں سے نکل کر Gower

Street. پر آیا۔ یونیورسل حلال بوچرز کے یہاں سے گوشت خریدا، اور وارن اسٹریٹ Warren Street. سے ٹیوب میں بیٹھ کر گھر آگیا۔ چھ بجے ڈاکٹر حق اور ڈاکٹر عبدالکریم آئے۔ اُن کے ساتھ چائے پی۔ چائے پی کر ہم لوگ لانڈریٹ میں کپڑے دُھلوانے کے لئے گئے۔ یہ لانڈریٹ بھی خوب جگہ ہے۔ کئی مشینیں لگی ہوئی ہیں۔ اِن میں کپڑے ڈال دیئے جاتے ہیں اور خود بخود دُھلتے ہیں۔ ہاتھ لگانے تک کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ اُس وقت وہاں مجمع بہت تھا۔ اس لئے ہم لوگوں نے کپڑے دھلنے کے لئے دے دیئے تاکہ کل مل جائیں۔ اس طرح کوئی ایک شلنگ زیادہ دینا پڑا۔ وہاں سے سیدھے گھر آئے اور سب لوگوں نے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایا۔ مچھلی اور مٹر پلاؤ نے بہت لُطف دیا۔ کھانا کھاکر بیٹھے ہی تھے اور کافی پی رہے تھے کہ بیگم چغتائی آگئیں۔ اُن سے کچھ دیر باتیں ہوتی رہیں۔ نو بجے سب لوگ رخصت ہوئے۔ میں کچھ دیر پڑھتا رہا۔ ساڑھے دس بجے سوگیا۔

منگل ۲۷ نومبر ۱۹۶۲ء

صبح چار بجے آنکھ کُھلی۔ چپ چاپ لیٹا رہا۔ ساڑھے آٹھ بجے اُٹھ کر ناشتہ کیا۔ ساڑھے دس بجے تیار ہو کر Dr. Plomer. کے یہاں گیا۔ لیکن وہاں بے شمار لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ اس لئے سوچا شام کو رجسٹریشن کرالوں گا۔ وہاں سے نکل کر ہم لوگ Kentish Town. کی طرف چلے اس خیال سے کہ وہاں Wool worth. کے اسٹور سے چند ضروری چیزیں خریدیں گے۔ چنانچہ پیدل چل کر وہاں پہنچے۔ آدھ گھنٹے سے زیادہ وہاں صرف ہوا۔ بہرحال چیزیں خریدیں اور ۱۲ بجے کے قریب گھر واپس آئے۔ گرم گرم چپاتیاں پکائی گئیں۔ میں نے کھانا کھایا اور ساڑھے بارہ بجے کے قریب اسکول چل دیا۔ ڈاک دیکھی۔ کئی خط ملے۔ خط پڑھ ہی رہا تھا کہ رسل آگئے۔ اُن سے چند

منٹ باتیں کیں۔ اور ایک بجے اُن سے رخصت ہو کر برٹش میوزیم پہنچا۔ کلیات میرحسن، کلیات میر سوز اور کلیات جُرأت کے نسخے نکلوائے اور چار بجے تک کام کیا۔ وہاں سے نکل کر Leicester Square. تک پیدل گیا۔ راستے میں پرانی کتابوں کی دوکانیں دیکھیں اور پانچ بجے ٹیوب میں بیٹھ کر گھر آ گیا۔ چھ بجے کے قریب DR. PLOMER کے یہاں رجسٹریشن کے لئے گیا۔ وہاں بہت مجمع تھا۔ سات بجے کے بعد ہم لوگوں کی باری آئی۔ ڈاکٹر نے کارڈ وغیرہ بنا لئے۔ فہمیدہ کو کچھ تکلیف تھی۔ انہوں نے نسخہ بھی لکھوایا۔ ڈاکٹر کے مطب کے سامنے ایک دوافروش ہے۔ اُس سے دوائیں لیں اور گھر واپس آ گئے۔ کھانا کھایا۔ کچھ دیر پڑھتا لکھتا رہا اور پھر ساڑھے دس بجے کے قریب سو گیا۔

بُدھ ۲۸ نومبر ۱۹۶۲ء

صبح کو چار بجے اُٹھا۔ بستر میں لیٹا رہا۔ ساڑھے آٹھ بجے ناشتہ کیا۔ دس بجے تیار ہو کر اسکول چل دیا۔ ڈاک دیکھی۔ اِس وقت پونے گیارہ بجے تھے۔ رسل آ گئے۔ انہوں نے کہا آئیے۔ سینئر کامن روم میں چل کر کافی پیئیں"۔ چنانچہ اُن کے ساتھ جا کر کافی پی گیارہ بجے کمرے میں پہنچا۔ چارلس ٹامس موجود تھے۔ انہیں بارہ بجے تک پریم چند کی کہانی پڑھائی۔ سوا بارہ بجے وہاں سے بھاگا بھاگا۔ برٹش میوزیم پہنچا۔ دیوان نکلوائے۔ ڈیڑھ بجے تک کام کیا۔

آج دو بجے ڈیپارٹمنٹل سمینار Deparmental Seminar تھا جس میں ڈاکٹر ایشر Dr. Asher. شکاگو یونیورسٹی کے بارے میں تقریر کرنے والے تھے۔ میں ٹھیک دو بجے ڈیپارٹمنٹ میں پہنچا۔ Dr. Asher. اسکول میں تامل زبان پڑھاتے ہیں۔ ایک سال تک وہ شکاگو یونیورسٹی میں تامل کے اُستاد کی حیثیت سے رہے۔ آج وہ اپنے تاثرات پیش کرنے والے تھے۔ دو بجے انہوں نے گفتگو شروع کی جس میں شکاگو یونیورسٹی میں مشرقی زبانوں کی تدریس و تحقیق کی تفصیل تھی۔ لکچر دلچسپ اور معلومات افزا تھا۔ تقریر کے بعد لوگوں نے

سوالات بھی کئے۔ اس کے بعض معاملات کی مزید وضاحت ہوئی۔

ساڑھے تین بجے لیکچر ختم ہوا تو میں اور رسل سینئر کامن روم میں آئے۔ چائے پی۔ چائے پی ہی رہے تھے کہ ڈاکٹر بیشم Dr. Basham آگئے۔ یہ صاحب اسکول میں قدیم ہندوستان کی تاریخ کے پروفیسر ہیں اور نہایت ہی نیک اور شریف انسان ہیں۔ وہ کچھ دیر باتیں کرتے رہے میں چار بجے وہاں سے اٹھا اور ٹیوب میں بیٹھ کر گھر آگیا۔ کچھ دیر کے لئے ہم لوگ بازار گئے۔ کچھ چیزیں خریدیں اور واپس آگئے، کھانا کھایا۔ کھانے کے بعد کچھ دیر لکھتا پڑھتا رہا۔ ساڑھے دس بجے سوگیا۔

جمعرات ۲۹ نومبر ۱۹۶۲ء

ساڑھے چار بجے آنکھ کھلی۔ چپ چاپ لیٹا رہا۔ آٹھ بجے اٹھ کر ناشتہ کیا۔ ساڑھے نو بجے تیار ہوا۔ سوا دس بجے اسکول روانہ ہوا۔ پہلے ڈاک دیکھی۔ آج اچھن کا خط ملا۔ دو ایک خط اور بھی تھے۔ خط لے کر اپنے کمرے میں پہنچا۔ گیارہ بجے چارلس ٹامس آگئے۔ انہیں ساڑھے بارہ بجے تک پریم چند کی کہانی پڑھائی۔ ایک بجے وہاں سے رخصت ہوا۔ یونیورسل حلال بوچرز کے یہاں سے گوشت خریدا اور وارن سٹریٹ سے ٹیوب میں بیٹھ کر گھر آگیا۔ کھانا کھایا، کافی پی، اور صوفے پر بیٹھ کر کام کرتا رہا۔ ساڑھے چار بجے ہم لوگ چند چیزیں خریدنے کے لئے باہر نکلے۔ بازار کی سیر کی۔ اطالوی دوکان دار کے یہاں چیزیں خرید رہے تھے کہ ڈاکٹر شاہ مل گئے۔ اُن سے باتیں ہوئیں۔ واپسی پر ڈاکٹر عبدالکریم کے کمرے میں پہنچے۔ انہوں نے کافی پلائی۔ ہم لوگ کافی پی رہے تھے کہ ڈاکٹر حق بھی آگئے۔ کچھ دیر کے بعد وہاں سے اپنے کمرے میں آئے۔ آج میں نے اِن لوگوں کے لئے کچھ کھانا پکوایا تھا۔ وہ انہیں جا کر دیا، اور واپس آگیا۔ نو بجے کے قریب کھانا کھایا کچھ دیر لکھا پڑھا اور ساڑھے دس بجے سوگیا۔

جمعہ ۳۰ نومبر ۱۹۶۲ء

صبح کو پانچ بجے جاگا۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر نیند آگئی۔ سو کر اُٹھا تو
سوا آٹھ بجے تھے۔ منہ ہاتھ دھو کر ۹ بجے کے قریب ڈاکٹر حق اور ڈاکٹر عبدالکریم
کے کمرے میں گیا۔ وہاں ایک پیالی چائے پی۔ ساڑھے نو بجے واپس آکر اپنے
یہاں ناشتہ کیا۔ پھر تیار ہو کر سوا دس بجے اسکول روانہ ہوا۔ پہلے ڈاک دیکھی۔
آج کوئی خط نہیں ملا۔ Mrs. Gardiner کے طرف سے یہ اطلاع ضرور ملی
کہ کمانڈر چودھری کو فون کر لیجئے۔ بہت سوچتا رہا کہ یہ کمانڈر چودھری کون
صاحب ہیں۔ کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔ دن بھر اُلجھن رہی۔ گیارہ بجے کمرے میں
پہنچا۔ مسز مایابات اور چارلس ٹامس آگئے۔ انہیں ایک بجے تک نظیر اکبر آبادی
پڑھایا۔ وہاں سے فارغ ہو کر سیدھا Warren Street. ٹیوب اسٹیشن
گیا۔ اور ٹرین میں بیٹھ کر گھر آگیا۔ کھانا کھایا۔ کافی پی اور کچھ دیر صوفے پر بیٹھ
کر آرام کیا۔

تین بجے کے قریب ہم لوگ (میں، فہمیدہ اور بچہ) بس میں بیٹھ کر ٹرافالگر
اسکوائر Trafalgar Square. پہنچے۔ وہاں چند منٹ گھومتے رہے۔
بے شمار کبوتر ہمارے آس پاس جمع ہوگئے۔ اتنے میں ایک فوٹوگرافر نے
اشارے سے پوچھا کہ کیا تصویر کھنچوائیں گے۔ اُس نے تھوڑا سا دانہ مجھے
دیا۔ دانے کو دیکھ کر کبوتر ہاتھوں اور کاندھے پر آکر بیٹھ گئے۔ اُس نے
دو تصویریں کھینچیں۔ دس شلنگ لئے۔ رسید دی یہ لکھوایا اور کہا کہ تین چار
روز میں یہ تصویریں آپ کو ڈاک سے پہنچ جائیں گی۔ ہم لوگ کچھ دیر مجسموں
کو دیکھتے رہے فواروں کی سیر کرتے رہے۔ پھر ہے مارکیٹ .Hay Market
ہو کر پکاڈلی سرکس پہنچے۔ آج یہاں خوب رونق تھی۔ کچھ دیر یہاں
گھومتے رہے۔ پھر ریجنٹ اسٹریٹ ریجنٹس پارک کی سیر کرتے ہوئے
آکسفورڈ سرکس Oxford Circus. پہنچے۔ ریجنٹ اسٹریٹ کو بھی

خوب سجایا گیا ہے۔ کرسمس کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ اس سڑک پر ہم لوگوں نے دوکانوں کے خوبصورت شوکیس دیکھے، چند دوکانوں کے اندر بھی گئے۔ روشنی کا نظارہ بھی کیا۔ اور اس طرح سیر کرتے ہوئے آکسفورڈ اسٹریٹ پر آگئے۔ آکسفورڈ اسٹریٹ پر اس سے بھی زیادہ رونق تھی۔ پوری سڑک دلہن بنی ہوئی تھی۔ روشنی کا نظارہ بہت دلکش تھا۔ شام کا وقت تھا۔ اس لئے سڑک پر مردوں اور عورتوں کے غول کے غول رواں دواں تھے۔ دوکانیں بھی لوگوں سے بھری ہوئی تھیں۔ بے شمار لوگ چیزیں خریدنے میں مصروف تھے۔ آج کل کرسمس کے تحفوں کا زور ہے۔ ہر دوکان میں تحفے ہی تحفے نظر آتے ہیں۔ کچھ دیر کے لئے ہم لوگ Little wood. کے اسٹور میں چلے گئے۔ وہاں مختلف Stalls. کو دیکھا۔ بے شمار چیزیں خریدنے والی نظر آئیں۔ میں نے صرف دو Ties. خریدیں۔ فہمیدہ نے کچھ نہیں خریدا۔ اون خریدنا چاہتی تھی لیکن مصلحتاً نہیں خریدی۔ وہاں سے نکل کر ہم لوگ مختلف دوکانوں کو دیکھتے اور سڑک کی رونق سے لطف اندوز ہوتے ہوئے۔

Tottenhum Court Road. آئے اور Warren Street.

سے ٹیوب میں بیٹھ کر گھر آگئے۔ آٹھ بجے کھانا کھایا۔ کچھ دیر پڑھا لکھا اور ساڑھے دس بجے سو گئے۔

ہفتہ یکم دسمبر ۱۹۶۲ء

صبح پانچ بجے آنکھ کھلی۔ بچہ شور مچاتا رہا، اس لئے میں نہ تو سو سکا نہ پڑھ لکھ سکا۔ اسی طرح سات بج گئے۔ میں نے پردے اٹھائے اور باہر دیکھا تو موسم صاف تھا۔ دھوپ کے آثار نظر آئے۔ دیکھ کر جی خوش ہوا۔ آٹھ بجے کے قریب تو خوب دھوپ نکل آئی۔ نو بجے ناشتہ کیا اس کے بعد کچھ لکھتا پڑھتا رہا۔ ساڑھے دس بجے چغتائی صاحب مالک مکان آگئے۔ ان سے کچھ دیر باتیں ہوتی رہیں۔

خیال یہ تھا کہ آج ہم لوگ کھانا کھانے کے بعد آکسفورڈ اسٹریٹ جائیں گے اور وہاں سیلف رجز Self Ridges یا کسی اور بڑے اسٹور میں بچے کے لئے گاڑیاں دیکھیں گے۔ چنانچہ بارہ بجے کھانا کھایا۔ اُس کے بعد کافی پی اور ایک بجے کے قریب باہر نکلنے والے تھے کہ ڈاکٹر شاہ آگئے۔ وہ کوئی ایک گھنٹے سے زیادہ بیٹھے۔ اس لئے آکسفورڈ اسٹریٹ جانے کا پروگرام ملتوی کرنا پڑا۔

البتہ تین بجے کے قریب ہم لوگ Kentish Town. تک گئے۔ وہاں بچوں کی گاڑیاں دیکھیں لیکن کچھ پسند نہیں آئیں۔ پھر وولورتھ اور مارک اینڈ اسپنسر کے اسٹور دیکھے۔ وہاں سے چند چیزیں خریدیں اور پانچ بجے سے قبل گھر واپس آگئے۔

ساڑھے چھ بجے آج بیگم حسّان نے دعوت کی تھی۔ چنانچہ نجم آئے اور ہم لوگوں کو حسّان اور بیگم حسّان کے یہاں لے گئے۔ یہ لوگ ہمارے مکان کے سامنے ہی رہتے ہیں۔ صرف سڑک بیچ میں ہے۔ بیگم حسّان کراچی کے APWA COLLEGE میں پرنسپل تھیں۔ کئی سال سے لندن میں ہیں انھوں نے تاریخ میں پی ایچ ڈی کر لیا ہے۔ سرسید کے تعلیمی فلسفے پر تھیسس لکھا ہے۔ اُن کے شوہر حسّان صاحب بھی پی ایچ ڈی کر رہے ہیں اُن کا موضوع ہے برِ تعلیم ہندو پاکستان کے سیاسی حالات بیسویں صدی میں —— ہم لوگوں نے اُن کے ساتھ کھانا کھایا۔ یہ لوگ حیدرآباد کے رہنے والے ہیں اس لئے ایک آدھ چیز حیدرآباد والوں کی طرح ترش بھی پکائی تھی۔ کھانا کھانے کے بعد ساڑھے آٹھ بجے تک اُن سے مختلف موضوعات پر باتیں ہوتی رہیں۔ اچھے لوگ ہیں۔ اُن سے مل کر جی خوش ہوا۔

ہم لوگ وہاں سے نو بجے کے قریب واپس آئے۔ میں نے کچھ دیر پڑھا لکھا، ساڑھے دس بجے سو گئے۔

اتوار ۲ر دسمبر ۱۹۶۲ء

صبح کو اٹھا تو ساڑھے چار بجے تھے۔ پھر سو گیا۔ اور اب جو آنکھ کھلی تو دیکھا ساڑھے سات بج چکے تھے۔ پردے اٹھائے۔ کھڑکی سے باہر دیکھا۔ آج بھی مطلع صاف تھا اور دھوپ نکلی ہوئی تھی۔ کچھ دیر بستر میں لیٹا رہا۔ پھر نو بجے اٹھ کر ناشتہ کیا۔ اور اس کے بعد لکھتا پڑھتا رہا۔

آج ہندوستانی فلم دیکھنے کا خیال تھا۔ کلبرن کے کلاسیک سینما آج "چوری چوری" دکھائی جا رہی تھی۔ چنانچہ ہم لوگ ساڑھے گیارہ بجے کے قریب ٹیوب میں بیٹھ کر چیئرنگ کراس Charing Cross. پہنچے۔ وہاں سے بیکرلو لائن کے ذریعے کوئی ساڑھے بارہ بجے کے قریب Kilbrun. پہنچ گئے۔ وہاں یہ خبر ملی کہ آج "چوری چوری" فلم کا پرنٹ تو آیا نہیں۔ اس لئے پاکستانی فلم "بھروسہ" دکھائی جائے گی۔ ہم لوگوں کو معلوم تھا کہ اس فلم میں کوئی خاص بات نہیں ہے۔ اس لئے یہ طے کیا کہ بیکر اسٹریٹ Baker Street. چلنا چاہیئے۔ وہاں کلاسیک سینما میں ہندوستانی فلم "سرحد" دکھائی جا رہی تھی۔ چنانچہ ہم لوگ کلبرن Kilbrun. سے ٹیوب میں بیٹھ کر بیکر اسٹریٹ پہنچے اور سرحد فلم دیکھی۔ اس فلم میں کوئی خاص بات نہیں تھی۔ عورت کے جذبہ رشک کو پیش کیا تھا۔ پکچر ختم ہوئی تو ہم لوگ ٹیوب میں بیٹھ کر گھر آ گئے۔

دن میں کھانا کھانے کا موقع نہیں ملا تھا۔ اس لئے اپنے ساتھ جو سینڈوچ بنا کر لے گئے تھے، وہ کھائیں چائے پی اور کچھ دیر باتیں کرتے رہے۔ پھر ۹ بجے تک لکھتا پڑھتا رہا۔ ساڑھے نو بجے پراٹھے بنائے، کھانا کھایا اور کافی پی۔ گیارہ بجے کے قریب سو گئے۔

پیر ۳ر دسمبر ۱۹۶۲ء

صبح پانچ بجے اٹھا۔ پونے نو بجے ڈاکٹر حق کے کمرے میں گیا۔ چائے پی۔ ساڑھے نو بجے واپس آیا۔ دس بجے کمرے میں آ کر ناشتہ کیا۔ پھر کچھ دیر لکھتا

پڑھتا رہا۔ بارہ بجے کھانا کھاکر پہلے اسکول گیا۔ ڈاک دیکھی۔ اُس کے بعد بینک گیا۔ بیس پونڈ نکلوائے اور وہاں سے برٹش میوزیم چلا گیا۔ وہاں چار بجے تک کام کیا۔ پھر یونیورسل حلال بوچرز کے یہاں سے گوشت خریدا اور وارن اسٹریٹ Warren Street سے ٹیوب میں بیٹھ کر گھر آگیا۔ چائے پی۔ کچھ دیر باتیں کیں۔ پھر بازار گئے۔ بجلی کا ہیٹر اور کچھ دوسری ضروری چیزیں خریدیں۔ واپس آکر کچھ دیر پڑھا لکھا۔ ساڑھے دس بجے سو گیا۔

منگل ۴ / دسمبر ۱۹۶۲ء

ساڑھے چار بجے آنکھ کھلی۔ بستر میں چپ چاپ لیٹا رہا۔ سردی بہت تھی۔ ساڑھے سات بجے اٹھ کر پردے اُٹھائے۔ حدِ نظر تک اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ کہرے کی وجہ سے کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا۔ ساڑھے نو بجے ناشتہ کیا اور تیار ہو کر باہر نکلا۔ بس میں بیٹھ کر ایوسٹن اسٹریٹ پہنچا۔ وہاں سے ڈرومنڈ اسٹریٹ Drummond Street پر یونیورسل حلال بوچرز کے یہاں جاکر اپنی چھتری لی۔ کل وہاں چھتری بھول گیا تھا۔ وہاں سے سیدھا اسکول گیا۔ اپنے کمرے میں بیٹھ کر رسل کو خط لکھا کہ میرا انتظار کریں۔ میں برٹش میوزیم سے ساڑھے بارہ بجے واپس آؤں گا اور پھر گھر چل کر کھانا کھائیں گے۔

کمرے سے نکل کر اسکول کی اصل عمارت میں گیا اور ڈاک دیکھی۔ دو ایک خط تھے۔ وہ خط لے کر برٹش میوزیم پہنچا۔ وہاں سوا بارہ بجے تک کام کیا۔ ساڑھے بارہ بجے اپنے اسکول کے کمرے میں واپس آیا۔ رسل موجود تھے۔ اُن کو ساتھ لیا، اور ہم لوگ باتیں کرتے ہوئے گوج اسٹریٹ Goodge Street سے ٹیوب میں بیٹھ کر گھر آئے۔ کھانا کھایا اور ڈھائی بجے تک باتیں کرتے رہے۔ وہ ڈھائی بجے رخصت ہوئے تو میں نے لکھنے پڑھنے کا کچھ کام کیا۔ شام کو بازار سے کچھ ضروری سامان خریدنے گئے۔ واپس آکر کھانا کھایا۔ کچھ دیر لکھا پڑھا۔ گیارہ بجے کے قریب سو گئے۔

بدھ ۵ ر دسمبر ۱۹۶۲ء

صبح اُٹھ کر دیکھا تو کہرے کا وہی عالم تھا۔ کوئی چیز دکھائی نہیں دیتی تھی۔ حد نظر تک ایک اندھیرا سا چھایا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ لاہور میں بھی کبھی کبھی جاڑوں میں صبح کے وقت یہ کیفیت ہوتی تھی لیکن دو تین گھنٹے کے بعد مطلع صاف ہو جاتا تھا اور دھوپ نکل آئی تھی، لیکن یہاں لندن میں تو پورا دن گزر گیا لیکن تاریکی کا وہی عالم رہا جو صبح کو تھا۔

نو بجے اُٹھ کر چائے بنائی۔ ناشتہ کیا۔ آج فہمیدہ کی طبیعت خراب تھی۔ اس لئے وہ لیٹی رہیں۔ اُن کو قے بھی ہوئی اور سر میں درد بھی رہا۔ جب اُن کی طبیعت ذرا اعتدال پر آئی تو میں ساڑھے دس بجے کے قریب باہر نکلا۔ بس میں بیٹھ کر اسکول آیا۔ گیارہ بجے چارلس ٹامس آ گئے۔ اُن کو پریم چند پڑھایا۔ خدا خدا کر کے آج پریم چند کی کہانی غم نہ داری بز بخر ختم ہوگئی۔ چند منٹ اُن سے اِدھر اُدھر کی باتیں ہوتی رہیں۔

میں بارہ بجے کے قریب کمرے سے اٹھ کر ٹوٹنہم کورٹ روڈ گیا۔ ایک کیمسٹ کی دوکان سے درد سر کی دوا خریدی اور وارن اسٹریٹ سے ٹیوب میں بیٹھ کر گھر پہنچ گیا۔ فہمیدہ کے سر میں بہت تکلیف تھی۔ فوراً کافی بنائی اور انہیں درد سر کی گولی CODINE دی۔ بجلی کا ہیٹر جلایا اور دیر تک مفلر گرم کر کے اُن کے سر کو سینکتا رہا۔ اس سے بہت آرام ملا۔ تین بجے کے قریب اُن کی طبیعت کچھ ٹھیک ہوئی تو میں اسکول جانے کے لئے نیچے اُترا۔ نیچے بیگم چغتائی مل گئیں۔ میں نے اُن سے کہا کہ آج فہمیدہ کی طبیعت کچھ خراب ہے۔ وہ کمرے میں انہیں دیکھنے آئیں۔ میں انہیں کمرے میں پہنچا کر باہر نکلا۔ بس میں بیٹھا اور اسکول پہنچا۔

رسل کمرے میں موجود تھے۔ آج شام کو انہیں Asian Litrature Science. میں اُردو شاعری پر مضمون پڑھنا تھا۔ مضمون کے بارے میں

انہوں نے مجھ سے کچھ دیر مشورہ کیا۔ سوا چار بجے ہم لوگ کمرے سے باہر نکلے۔ سینئر کامن روم میں جا کر چائے کی ایک ایک پیالی پی وہاں Professor Basham مل گئے۔ اُن سے باتیں ہوتی رہیں۔ ساڑھے چار بجے ہم لوگ کانفرنس روم میں پہنچے۔ اسی کمرے میں رسل مضمون پڑھنے والے تھے۔ پروفیسر بیشم Professor Basham کی ابتدائی تقریر کے بعد انہوں نے اپنا مضمون پڑھنا شروع کیا۔ مضمون میں اُردو شاعری کی خصوصیات پر بحث کی گئی تھی۔ لیکن مثال کے طور پر اُنہوں نے صرف میر کو اپنے سامنے رکھا تھا۔ مضمون کے بعض حصّے اچھے تھے۔ مضمون کے بعد اُردو شاعری کے مختلف پہلوؤں پر گفتگو بھی ہوتی رہی جس میں پروفیسر بیشم اور ڈاکٹر ہارڈی نے نمایاں حصّہ لیا۔

یہ جلسہ کوئی چھ بجے ختم ہوا تو ہم لوگ اپنے کمرے میں آئے۔ وہاں سے اپنا سامان لے کر رسل اور میں ایوسٹن اسکوائر اسٹیشن Euston Square Station کی طرف چلے۔ رسل تو وہاں ٹھہر گئے اور میں وارن اسٹریٹ Warren Street. اسٹیشن آیا۔ وہاں ڈاکٹر شاہ مل گئے۔ اُن کے ساتھ باتیں کرتا ہوا Tufnel Park. آیا۔ اسٹیشن سے باہر نکل کر ڈبل روٹی خریدی۔ اور پھر کمرے میں آئے۔ چائے بنائی اور پی۔ ساڑھے سات بجے ڈاکٹر شاہ چلے گئے۔ ساڑھے آٹھ بجے کے قریب ہم لوگوں نے کھانا کھایا۔ ساڑھے دس بجے سو گئے۔

جُمعرات ۶/ دسمبر ۱۹۶۲ء

صُبح کو پانچ بجے سو کر اُٹھا۔ ساڑھے سات بجے تک بستر میں لیٹا رہا۔ اس کے بعد اُٹھ کر پردے اُٹھائے۔ باہر دیکھا تو کہرے کا وہی عالم تھا۔ کچھ نظر ہی نہیں آتا تھا۔ عجیب کیفیت تھی۔

خیر سوچا کہ موسم کی اس تکلیف کو چائے سے دور کرنا چاہیئے۔ چنانچہ

باورچی خانے میں گیا۔ ہاتھ منہ دھویا۔ چائے بنائی۔ ناشتہ کیا اور اس
طرح ساڑھے نو بج گئے۔ دس بجے تیار ہو ہی رہا تھا کہ میرے پُرانے
شاگرد سعید آ گئے۔ کئی روز سے ملاقات نہیں ہوئی تھی تو خیریت معلوم کرنے
کے لئے صبح صبح آئے تھے۔ ساڑھے دس بجے تک اُن سے باتیں کرتا رہا۔
اس کے بعد ہم لوگ بس میں بیٹھ کر اسکول کی طرف روانہ ہوئے۔ ڈاک دیکھی۔
کوئی خط نہیں ملا۔ صرف ایک پرچہ خانے میں پڑا ہوا تھا جس میں یہ اطلاع
تھی کہ مسٹر ٹامس کو آج Dentist کے پاس جانا ہے، اس لئے وہ کلاس
میں نہیں آسکیں گے۔

میں وہاں سے رخصت ہو کر اپنے کمرے میں پہنچا۔ کچھ دیر پڑھتا لکھتا
رہا۔ پھر رسل آ گئے۔ اُن سے کچھ دیر باتیں ہوئیں۔ بارہ بجے کے قریب میں
اُن سے رخصت ہو کر برٹش میوزیم پہنچا۔ کلیات میر حسن، میر سوز اور کلیات
جُرأت کے نسخے نکلوائے۔ تین بجے تک کام کیا۔ اُس کے بعد ڈرومنڈ
اسٹریٹ Drummond Street. پر یونیورسل حلال بوچرز کی دوکان
پر آیا۔ تاکہ گوشت لے لوں۔ لیکن دوکان بند تھی۔ اس لئے میں وارن اسٹریٹ
ٹیوب میں بیٹھا اور گھر آ گیا۔

آج فہمیدہ نے مچھلی پکائی تھی۔ عرصے کے بعد گھر کی پکی ہوئی مچھلی کھائی لطف
آ گیا۔ پھر چائے پیتے اور باتیں کرتے رہے۔ کہرے کا وہی عالم تھا۔ ہر طرف
تاریکی چھائی ہوئی۔ سردی بھی شدید تھی۔ اس لئے آج باہر سیر کے لئے نہیں
نکلے۔ بس ہیٹر Heater. جلا کر بیٹھے رہے۔

سات بجے کے قریب طبیعت گھبرائی تو ڈاکٹر حق اور ڈاکٹر کریم کے کمرے
میں گیا۔ اُن سے کچھ دیر باتیں کیں۔ چائے کی ایک پیالی پی۔ آٹھ بجے واپس
آیا۔ کھانا کھایا۔ چند ضروری خط لکھے۔ کچھ دیر پڑھا اور گیارہ بجے کے قریب
سو گیا۔

جمعہ ۷ دسمبر ۱۹۶۲ء

ساڑھے پانچ بجے آنکھ کھلی۔ سردی خاصی تھی۔ اس لئے بستر ہی میں لیٹ کر پڑھتا رہا۔ ساڑھے سات بجے اُٹھ کر کھڑکیوں کے پردے اُٹھائے۔ آج مطلع صاف تھا۔ کہرا چھٹ چکا تھا۔ کچھ دھوپ کے بھی آثار نظر آ رہے تھے۔ دیکھ کر طبیعت خوش ہوئی۔ موسم کے بارے میں یہاں کی FORECAST بالکل صحیح ہوتی ہے۔ پرسوں ہی پیشن گوئی کی گئی تھی کہ جمعہ کو کہرا ختم ہو جائے گا۔

نو بجے ناشتہ کیا۔ ساڑھے دس بجے تیار ہو کر اسکول روانہ ہوا۔ کمرے میں پہنچا۔ سوا گیارہ بجے چارلس ٹامس آ گئے۔ انہیں ایک بجے تک نذیر احمدؒ کا ناول "فسانۂ مبتلا" پڑھایا۔ مسز مایات آج بھی نہیں آئیں۔ ایک بجے اسکول کی عمارت میں جا کر ڈاک دیکھی۔ آج بھی گھر سے کوئی خط نہیں آیا۔ آج کی ڈاک میں بینک کی طرف سے ایک لفافہ تھا جس میں حساب کی تفصیل تھی۔ جتنے چیک میں نے دیئے تھے۔ وہ سب بھی ان لوگوں نے واپس کر دیئے تھے۔ ایک کاغذ پر جمع اور خرچ کی تفصیل تھی۔ آج کمانڈر چودھری کا خط بھی ملا۔ جس میں یہ لکھا تھا کہ اُن کی بیگم رضیہ صاحبہ مجھ سے اسکول میں مل چکی ہیں۔ اُن کی خواہش ہے کہ میں اُن کے ساتھ ۱۳ دسمبر کو رات کا کھانا کھاؤں۔

میں نے کھڑے کھڑے یہ خط پڑھے۔ پھر ڈاک خانے گیا۔ وہاں سے دس لیٹر خریدے۔ پھر حلال بوچر کی دوکان پر آیا۔ گوشت خریدا۔ اور دو بجے کے قریب وارن اسٹریٹ سے ٹیوب میں بیٹھ کر گھر آ گیا۔ فہمیدہ نے جلدی جلدی قیمہ پکایا۔ ڈھائی بجے ہم لوگوں نے کھانا کھایا۔ کافی پی اور باتیں کرتے رہے۔

ساڑھے تین بجے باہر نکلے۔ بس میں بیٹھ کر کنٹش ٹاؤن پہنچے۔ وہاں بچوں کی گاڑیوں کی ایک دوکان PRAMCENTRE میں گاڑیاں دیکھیں۔ ایک خوبصورت سی لڑکی نے دیر تک ہم لوگوں کو مختلف قسم کی گاڑیاں دکھائیں۔ ایک گاڑی پسند آئی۔ اس کی قیمت نو پونڈ ادا کی۔ بچے کو گاڑی میں بٹھایا اور پیدل سیر

کرتے ہوئے پانچ بجے کے قریب گھر آ گئے۔ چائے پی اور کچھ دیر باتیں کرتے رہے۔ پھر میں ڈاکٹر حق اور عبدالکریم کے کمرے میں گیا۔ وہ لوگ نہیں ملے۔ واپس آ کر میں خط لکھتا اور کچھ دیر پڑھتا رہا۔ ساڑھے نو بجے کھانا کھایا۔ گیارہ بجے سو گیا۔

ہفتہ ۸ دسمبر ۱۹۶۲ء

صبح کو اٹھ کر گھڑی دیکھی تو چھ بجے تھے۔ آج موسم صاف تھا۔ تھوڑی دیر میں دھوپ نکل آئی۔ کھڑکیوں کے تمام پردے ہٹا دیئے اور لطف لینے لگا۔ آج بالکل ویسی ہی دھوپ نکلی جیسے لاہور میں نکلتی ہے۔ نو بجے ناشتہ کیا۔ دس بجے کے قریب چغتائی صاحب آ گئے۔ اُن سے کچھ دیر باتیں ہوتی رہیں۔ پوچھنے لگے۔ آپ نے پرویز صاحب کی تحریریں پڑھیں ہیں؟ میں نے کہا "آج سے کچھ عرصے قبل دیکھی تھیں"۔ کہنے لگے "وہ اسلام کو مذہب نہیں کہتے دین کہتے ہیں۔ مجھے اُن کی یہ بات بہت پسند ہے اور میں انہیں بہت پسند کرتا ہوں۔ میں نے جواب دیا، جی ہاں اسلام کو ایک باقاعدہ نظام کی طرح دنیا کے سامنے پیش کرنا چاہیئے۔ کہنے لگے "اچھا پرویز صاحب کے خیالات کے بارے میں کبھی اطمینان سے باتیں ہوں گی۔ یہ کہہ کر وہ رخصت ہوئے۔

ایک بجے ہم لوگوں نے کھانا کھایا۔ اُس کے بعد میں کچھ دیر لکھتا پڑھتا رہا۔ ۲ بجے کے قریب ایک لڑکا ریاض بٹ آیا۔ اُس کے والد نے اس کو ایک قالین بھیجا تھا۔ فہمیدہ ساتھ لے آئی تھیں۔ وہ کچھ دیر بیٹھا رہا۔ ۳ بجے وہ قالین لے کر رخصت ہوا تو ڈاکٹر شاہ آ گئے۔ اُن سے اِدھر اُدھر کی باتیں ہوتی رہیں۔ وہ رخصت ہوئے تو میں پھر پڑھنے لگا۔ چھ بجے سعید اور اسلم آئے، اور کھانا ساتھ لائے۔ اُن کے ساتھ کھانا کھایا اور سات بجے ہندوستان ہاؤس میں ایک کلچرل شو دیکھنے گئے۔ موسیقی اور رقص کا یہ پروگرام طالب علموں نے ترتیب دیا تھا۔ اِس میں کوئی خاص بات نہیں تھی۔ وہاں سے گیارہ بجے واپسی ہوئی۔ ساڑھے

گیارہ بجے ہم لوگ سو گئے۔

اتوار ۹ر دسمبر ۱۹۶۲ء

صبح کو پانچ بجے اُٹھا۔ بستر ہی میں چائے پی۔ سات بجے کے قریب کھڑکیوں کے پردے اُٹھا کر دیکھا۔ آج پھر دھوپ نظر آئی۔ دیکھ کر جی خوش ہوا۔ سردی بھی ایسی کچھ زیادہ نہیں تھی۔ نو بجے نہا کر ناشتہ کیا۔ پھر لکھنے پڑھنے بیٹھ گیا۔

ساڑھے گیارہ بجے کے قریب اُٹھ کر تیار ہوا۔ کھانا کھایا اور سینما جانے کی تیاری کی۔ آج Baker Street. کے کلاسیک سینما میں "دل اپنا اور پریت پرائی" دکھایا جانے والا تھا۔ پونے بارہ بجے ہم لوگ ٹیوب میں بیٹھے اور سینما ہاؤس پہنچے۔ پکچر ایک بجے شروع ہوئی اور ساڑھے چار بجے تک جاری رہی۔ اِس فلم میں ایک ڈاکٹر اور نرس کا عشقیہ قصّہ پیش کیا گیا ہے۔ فلم میں کوئی خاص بات نہیں تھی۔ بعض حصّے اچھے تھے۔ پکچر ختم ہوا تو ہم لوگ ٹیوب میں بیٹھ کر پانچ بجے کے قریب گھر آ گئے۔ چائے بنائی۔ مونگ کی دال کا ڈبہ کھولا۔ دال کھائی اور چائے پی۔ اور دیر تک آپس میں باتیں کرتے رہے۔

اس کے بعد میں ساڑھے نو بجے تک پڑھتا لکھتا رہا۔ پھر کھانا کھایا۔ ساڑھے دس بجے سو گئے۔

پیر ۱۰ر دسمبر ۱۹۶۲ء

صبح چار بجے آنکھ کھلی۔ پھر سو گیا اور پھر جو اٹھ کر دیکھا تھا تو آٹھ بجے تھے۔ کھڑکیوں کے پردے اُٹھائے۔ آج پھر بہت اچھی دھوپ نکلی ہوئی تھی۔ موسم خوشگوار تھا۔ سردی بھی زیادہ نہیں تھی۔

آج پھر بستر ہی میں چائے پی۔ اس کے بعد کچھ دیر لکھتا پڑھتا رہا۔ پروگرام یہ تھا کہ آج دس بجے سیدھا برٹش میوزیم جاؤں گا اور وہاں دیر تک کام کروں گا۔ لیکن پھر یہ خیال آیا کہ آج موسم اچھا ہے۔ فہمیدہ کو ہائیڈ پارک کی سیر کرا دوں۔ ایسا اچھا موسم شاید پھر کئی مہینے تک نہ آئے۔

اس لیئے ہم لوگ دس بجے ناشتہ کرکے باہر نکلے۔ بچے کی گاڑی ساتھ لی اور ۱۳۷ نمبر بس میں بیٹھ کر ہائیڈ پارک کارنر پہنچے۔ بس سے اُتر کر بچے کو گاڑی میں بٹھایا اور ہائیڈ پارک کی طرف چل دیئے۔ البرٹ گیٹ سے پارک میں داخل ہوئے۔

آج ہائیڈ پارک میں سناٹا تھا۔ بہت کم لوگ نظر آرہے تھے۔ لیکن موسم بہت اچھا تھا۔ دھوپ نے بہت لُطف دیا۔ Serpentine جھیل کے کنارے ہم لوگ پانی کی لہروں کو دیکھتے اور کبوتروں اور مرغابیوں سے کھیلتے رہے۔ بنچ پر بیٹھ کر دھوپ کا بھی خوب لُطف لیا۔ پھر ہائیڈ پارک وسیع لان کی سیر کی۔

اب ڈیڑھ بج چکا تھا اور ہمیں بھوک لگنے لگی تھی۔ اس لئے سوچا پاکستان ہاؤس چل کر کھانا کھانا چاہیئے۔ چنانچہ پیدل چل کر البرٹ گیٹ سے گزر کر Chesham Place. پہنچے۔ کھانا کھایا۔ اخبار پڑھے۔ بچے کے کپڑے بدلے اور ڈھائی بجے کے قریب وہاں سے نکلے۔

موسم ابھی تک بہت اچھا تھا۔ دھوپ کھلی ہوئی تھی۔ اس لئے خیال ہوا کہ گھر جانے کے بجائے کیوں نہ بکنگھم پیلس دیکھ لیا جائے چنانچہ ہم لوگ چیشم پیلس بلگریو اسکوئر Belgrade Square ہوتے ہوئے بکنگھم پیلس پہنچے۔ کچھ وقت وہاں گزارا اور پھر Green Park. میں سے ہو کر پکاڈلی Picadilly آئے۔ پکاڈلی سے لیسٹر اسکوئر کا رخ کیا۔ وہاں سے فرانس کے بارے میں دو کتابیں خریدیں اور پھر ٹیوب میں بیٹھ کر گھر آگئے۔ چائے پی کر میں نے لکھنا پڑھنا شروع کیا۔ نو بجے کھانا کھایا اور کافی پی۔ گیارہ بجے سو گئے۔

منگل ۱۱ر دسمبر ۱۹۶۲ء

صبح چار بجے آنکھ کھُل گئی۔ سونے کی کوشش کرتا رہا لیکن نیند نہیں آئی۔

نہ جانے کب پھر سو گیا اور پھر جو اُٹھ کر گھڑی دیکھی تو ساڑھے سات بجے تھے۔ کھڑکیوں سے پردے اُٹھائے۔ باہر دیکھا تو چاروں طرف ابر چھایا ہوا نظر آیا۔ بستر میں چائے پی لیکن آج چائے پینے میں نہ جانے کیوں کچھ مزہ نہیں آیا۔

نو بجے اُٹھا۔ تیار ہوا۔ ناشتہ کیا۔ اور دس بجے کے قریب اسکول روانہ ہوا۔ ڈاک دیکھی۔ فہمیدہ کے نام بھنا کا خط ملا۔ خط جیب میں رکھا اور برٹش میوزیم کی طرف چل دیا۔ میوزیم کے قریب جاکر Marion کو فون کیا۔ فہمیدہ نے انہیں آج کھانے پر بلایا تھا۔ انہوں نے فون پر بتایا کہ وہ سوا چھ بجے ہمارے یہاں پہنچ جائیں گی۔ فون کرنے کے بعد برٹش میوزیم پہنچا۔ کلیات میر حسن، کلیات میر سوز اور کلیات جرأت کے نسخے نکلوائے اور کام شروع کیا۔ ڈیڑھ بجے تک کام کرتا رہا۔

ڈیڑھ بجے بہت بھوک لگی۔ کام بند کیا۔ میوزیم سے باہر نکلا۔ بارش ہو رہی تھی۔ سیدھا ڈرومنڈ اسٹریٹ آیا۔ گوشت خریدا اور Warren Street. سے ٹیوب میں بیٹھ کر گھر آگیا۔ کھانا کھایا۔ کافی پی اور باتیں کرتا رہا۔ تین بجے کے قریب خط لکھنا شروع کئے۔ شکور صاحب کو مفصل خط لکھا۔ ساڑھے پانچ بجے باہر نکلا۔ ٹیوب اسٹیشن جاکر MARION کا انتظار کرتا رہا اس خیال سے کہ کہیں وہ گھر نہ بھول جائیں۔ وہ ٹھیک سوا چھ بجے آئیں۔ انہیں لے کر گھر آیا۔ چائے پی۔ پھر سات بجے کے قریب کھانا کھایا اور کافی پی۔ وہ آٹھ بجے واپس گئیں۔ انہیں ٹیوب اسٹیشن تک پہنچا اور واپس آکر لکھتا پڑھتا رہا۔ گیارہ بجے کے قریب نیند آگئی۔

بُدھ ۱۲ ؍ دسمبر ۱۹۶۲ء

صبح کو اُٹھ کر دیکھا تو ساڑھے چار بجے تھے۔ آٹھ بجے تک بستر میں لیٹا رہا۔ پھر اُٹھ کر تیار ہوا۔ ناشتہ کیا۔ دس بجے اسکول روانہ ہوا۔ آج ٹرم کا آخری دن تھا۔ گیارہ بجے چارلس ٹامس کو کلاس میں آنا چاہیئے تھا لیکن وہ نہیں آئے۔ میں بارہ

بجے تک اپنے کمرے میں بیٹھا رہا۔ پھر اسکول جا کر ڈاک دیکھی اور برٹش میوزیم چلا گیا۔ وہاں جا کر میر حسن، میر سوز اور جرأت کے نسخے نکلوائے اور تین بجے تک کام کیا۔ تین بجے باہر نکلا تو دیکھا بارش ہو رہی ہے اور برف گر رہی ہے۔ چھتری نے بہت کام دیا اور میں اُس کے سہارے وارن اسٹریٹ .Warren Street

کے ٹیوب اسٹیشن تک آیا۔ وہاں سے ٹرین میں بیٹھ کر گھر پہنچا۔

چائے پی اور باتیں کرتا رہا۔ شام کو بارش رُک گئی۔ برف ختم ہو گئی۔ مطلع بالکل صاف نظر آنے لگا۔ لیکن ٹھنڈی ہوا تیزی سے چلنے لگی۔ ہم لوگ کچھ دیر کے لئے بازار گئے اور کھانے پینے کی کچھ چیزیں خریدیں۔ واپس آئے۔ کھانا کھایا۔ کافی پی۔ میں ساڑھے دس بجے تک کام کرتا رہا اور اس کے بعد سو گیا۔

جمعرات ۱۳ر دسمبر ۱۹۶۲ء

صبح کو پونے تین بجے آنکھ کھل گئی۔ کچھ عجیب سے خیالات پریشان کرتے رہے۔ ساڑھے چار بجے کے قریب پھر نیند آ گئی اور پھر ساڑھے سات بجے اُٹھا۔ کچھ دیر لکھتا پڑھتا رہا۔ پھر اٹھ کر ناشتہ کیا۔ گیارہ بجے تیار ہو کر باہر نکلا۔ پہلے اسکول گیا۔ ڈاک دیکھی۔ اور وہاں سے سیدھا بینک گیا۔ اپنے خرچ کے لئے ۱۵ پونڈ نکلوائے۔ پھر برٹش میوزیم پہنچا۔ تین بجے تک کام کیا۔ وہاں سے کوئی پونے چار بجے کے قریب گھر آیا۔ چائے پی اور کچھ دیر بیٹھا باتیں کرتا رہا۔

آج کمانڈر چودھری نے مجھے کھانے پر بُلایا تھا۔ یہ صاحب پاکستان ہائی کمیشن میں افسر ہیں۔ اِن کی اہلیہ رضیہ صاحبہ مجھ سے ایک روز اسکول میں ملنے آئی تھیں۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ کسی روز ہمارے یہاں کھانے پر آئیے۔ چنانچہ اُن کے شوہر نے مجھے فون بھی کیا اور خط بھی لکھا۔ آج ساڑھے سات بجے اُن کے ہاں پہنچنا تھا۔ میں نے دو روز قبل ودود کو لکھ دیا تھا کہ وہ مجھے، آج کے دن پاکستان ہاؤس میں ملیں۔ خیال یہ تھا کہ اس طرف جا رہا

ہوں تو اُن سے ملاقات بھی ہو جائے۔ اور وہ مجھے کمانڈر چودھری کی جائے قیام ۸۔ کنسنگٹن کورٹ پہنچا دیں گے۔ چنانچہ میں ساڑھے پانچ بجے ٹیوب میں بیٹھ کر نائٹس برج پہنچا۔ وددو میرا انتظار کر رہے تھے۔ کچھ دیر اُن سے باتیں کیں۔ سات بجے ہم لوگ کمانڈر چودھری کے یہاں جانے کے لئے وہاں سے روانہ ہوئے۔ بس میں بیٹھ کر وہاں پہنچے۔ مکان تلاش کیا۔ چند منٹ میں مکان مل گیا۔ وددو تو وہاں سے رخصت ہو گئے۔ میں نے گھنٹی بجائی۔ چند منٹ کے بعد دروازہ کھلا۔ میں اندر پہنچا۔ کمانڈر چودھری اور اُن کی بیگم رضیہ شبیر صاحبہ سے ملاقات ہوئی۔ اُن کے یہاں بچوں کے اسکول کے ایک انگریز ہیڈ ماسٹر اور اُن کی اہلیہ بھی مدعو تھے۔ اُن سے بھی ملاقات ہوئی۔ مختلف موضوعات پر ہم لوگ ۹ بجے تک باتیں کرتے رہے۔ پھر ٹیلی ویژن پر پنڈت نہرو اور صدر ایوب خاں کے بارے میں ایک فیچر بھی دیکھا۔ پھر کھانا کھایا اور پونے گیارہ بجے تک باتیں کرتے رہے۔ گیارہ بجے کے قریب کمانڈر چودھری نے مجھے Kensington High Street. کے ٹیوب اسٹیشن پہنچا دیا۔ میں ٹیوب میں بیٹھ کر Charing Cross. آیا اور وہاں سے نادرن لائن سے کر پونے بارہ بجے گھر پہنچا۔ تھک گیا تھا۔ اس لئے فوراً ہی سو گیا۔

جمعہ ۱۴؍ دسمبر ۱۹۶۲ء

پانچ بجے صبح سو کر اُٹھا۔ نو بجے اُٹھ کر تیار ہوا۔ ناشتہ کیا۔ دس بجے اسکول گیا۔ ڈاک دیکھی۔ وہاں سے برٹش میوزیم گیا۔ تین بجے تک کام کرتا رہا۔ پھر اسکول آیا۔ رسل مل گئے۔ اُن سے چند منٹ باتیں کیں۔ وہاں سے سیدھا حلال بوچرز کے یہاں پہنچا۔ گوشت لیا۔ مولی خریدی۔ پان بھی لئے اور ٹیوب میں بیٹھ کر چار بجے گھر آ گیا۔ ٹفنل پارک ٹیوب اسٹیشن سے باہر نکلا تو فہمیدہ بچے کو گاڑی میں لئے ہوئے کھڑی تھیں۔ اُن کے ساتھ بازار میں کچھ سودا وغیرہ خریدا۔ پھر گھر آیا۔ چائے پی۔ اور دیر تک باتیں کرتا رہا۔ ساڑھے سات بجے کھانا کھایا۔ گیارہ بجے

تک پڑھتا رہا۔ اور پھر سوگیا۔

ہفتہ ۱۵؍ دسمبر ۱۹۶۲ء

چھ بجے آنکھ کھلی۔ بستر میں آٹھ بجے تک لیٹا رہا۔ اُس کے بعد اٹھ کر گھر پر آئی ہوئی ڈاک دیکھی۔ تسکین کا خط ملا۔ اُس میں یہ اطلاع تھی کہ آج ہی وہ سوا آٹھ بجے کے جہاز سے لندن پہنچ رہا ہے۔ چنانچہ اُس کا انتظار کرنے لگا۔ دس بجے چغتائی صاحب آئے۔ انہیں چیک دیا۔ کچھ دیر باتیں ہوتی رہیں۔ چند منٹ میں وہ چلے گئے۔ ساڑھے دس بجے دروازے پر دستک ہوئی۔ دیکھا تو میرا چھوٹا بھائی تسکین کھڑا ہوا تھا۔ اس کو ڈیڑھ سال کے بعد دیکھا۔ بہت خوشی ہوئی۔ اُس کا سامان اندر رکھا۔ فہمیدہ نے کافی بنائی۔ پھر باتیں ہونے لگیں۔ اور ساڑھے بارہ بج گئے۔ لیسین کی بہن مریم بھی ریڈنگ سے آگئیں۔ ہم سب لوگوں نے ایک ساتھ کھانا کھایا۔ پھر باتیں کرتے رہے۔ چار بجے ہم لوگ باہر نکلے۔ پہلے آکسفورڈ اسٹریٹ گئے۔ وہاں سے ریجنٹ اسٹریٹ ہوتے ہوئے پکاڈلی آئے۔ وہاں سے لیسٹر اسکوائر پہنچے۔ آج سڑکوں پر خوب رونق تھی۔ روشنی نے بہت لطف دیا۔ لیکن آج سڑکوں پر ہجوم کم تھا۔ شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ ہفتے کو عام طور پر دوکانیں بند ہوتی ہیں۔ ان سڑکوں کی سیر کرنے کے بعد ہم لوگ لیسٹر اسکوائر سے ٹیوب میں بیٹھے اور گھر آگئے۔ گھر آکر کھانا کھایا۔ پھر باتیں کرتے رہے گیارہ بجے کے قریب سوئے۔

اتوار ۱۶؍ دسمبر ۱۹۶۲ء

صبح کو اُٹھ کر دیکھا تو سات بجے تھے۔ اُٹھ کر چائے بنائی۔ نو بجے کے قریب ناشتہ کیا۔ فہمیدہ نے جلدی جلدی کھانا پکایا۔ آج پکچر جانے کا پروگرام تھا۔ Notting Hill Gate. کے کلاسیک سینما میں آج ایک بجے ہندوستانی فلم نیا دور دکھائی جانے والی تھی۔ ساڑھے گیارہ بجے ہم لوگوں نے کھانا کھایا اور ٹیوب میں بیٹھ کر ناٹنگ ہل گیٹ Notting Hill Gate.

چل دیئے۔ ایک بجے کے بعد پہنچے۔ پکچر شروع ہو چکی تھی۔ جلدی جلدی ٹکٹ خریدے اور پکچر ہاؤس میں جا بیٹھے۔ فلم اچھی تھی۔ اس میں انسان اور مشین کی کشمکش دکھائی گئی تھی۔ ہندوستان آج کل اسی دور سے گزر رہا ہے۔ اچھی خاصی تفریح رہی۔ فلم ختم ہوا تو ہم لوگ ٹیوب میں بیٹھ کر گھر آئے۔ فہمیدہ اور مریم نے آلو کے پراٹھے پکائے۔ گرم گرم پراٹھوں نے بہت لطف دیا۔ دہی پھلکیاں بھی پکائی گئیں۔ کھانا کھا کر کافی پی۔ آج بچے نے بہت پریشان کیا۔ کسی طرح سوتا ہی نہیں تھا۔ اُس کو بہلاتا رہا۔ تشکن گیارہ بجے واپس آیا اُس نے بھی کھانا کھایا اور کافی پی۔ ساڑھے گیارہ بجے ہم لوگ سوئے۔

پیر ۱۷ ؍ دسمبر ۱۹۶۲ء

پانچ بجے آنکھ کھلی۔ ساڑھے سات بجے بستر سے اُٹھا۔ پردے اُٹھا کر دیکھا۔ مطلع صاف تھا۔ تھوڑی دیر میں دھوپ نکل آئی۔ نو بجے ناشتہ کیا۔ پھر کچھ لکھتا پڑھتا رہا۔ فہمیدہ اور مریم بازار چلی گئیں۔ بارہ بجے واپس آئیں۔ میں نے معمولی سا کھانا کھایا اور برٹش میوزیم چل دیا پہلے اسکول میں ڈاک دیکھی۔ ڈاکٹر اطہر عباس رضوی اور ڈاکٹر ستیش چندر مل گئے۔ اُن سے کچھ دیر باتیں ہوئیں۔ اُن سے رخصت ہو کر میں برٹش میوزیم کی طرف چل دیا۔ لیکن دھوپ کی وجہ سے نیت بدل گئی۔ سوچا کیوں نہ چیئرنگ کراس روڈ پر چل کر کتابوں کی دوکانیں دیکھوں۔ سیر بھی ہو جائے گی۔ دو چار کام کی کتابوں بھی خرید لوں گا۔ چنانچہ ٹوٹنہم کورٹ روڈ ہوتا ہوا چیئرنگ کراس روڈ پر گیا۔ کتابوں کی دوکانیں دیکھیں۔ چار پانچ کتابیں خریدیں۔ اور وہاں سے سیدھا برٹش میوزیم چلا گیا۔ وہاں چار بجے تک کام کیا۔ واپسی پر گوشت خریدا اور ٹیوب میں بیٹھ کر گھر آ گیا۔ چائے پی اور باتیں کرتا رہا۔ آٹھ بجے کے قریب کھانا کھایا۔ پھر پڑھتا لکھتا رہا۔ بچے نے آج پھر بہت پریشان کیا۔ گیارہ بجے سویا۔

منگل ۱۸ / دسمبر ۱۹۶۲ء

صبح کو پانچ بجے آنکھ کھلی - سات بجے بستر سے باہر نکلا - چائے بنائی - آج بھی موسم بہت اچھا تھا - دھوپ نکلی ہوئی تھی - اور دن بھر نکلی رہی - نو بجے ناشتہ کیا - اور پھر کچھ پڑھتا لکھتا رہا -

اسکول اور برٹش میوزیم جانے کا ارادہ تھا - خیال تھا - ۱۲ بجے جاؤں گا - لیکن کھانے میں دیر ہوگئی اور دو بج گئے - اس لئے ارادہ ملتوی کر دیا - کھانا کھا کر چائے پی اور باتیں کرتا رہا - تین بجے کے قریب لیلین کی بہن مریم کو بس اسٹاپ پر پہنچایا - آج وہ تین روز لندن میں قیام کر کے Henley جا رہی تھیں - واپس آکر پھر کچھ لکھتا پڑھتا رہا -

نو بجے کھانا کھایا اور گیارہ بجے سویا -

بُدھ ۱۹ / دسمبر ۱۹۶۲ء

پونے پانچ بجے آنکھ کھلی - ساڑھے سات بجے اُٹھ کر باہر دیکھا تو آج بھی مطلع صاف تھا اور دھوپ کھلی ہوئی تھی - البتہ سردی زیادہ تھی باہر سرد ہوا چل رہی تھی -

نو بجے ناشتہ کیا - پھر لکھنا پڑھنا شروع کیا - ساڑھے بارہ بجے کھانا تیار ہوگیا - کھانا کھایا - کافی پیتے اور باتیں کرتے ڈیڑھ بج گیا اس لئے آج بھی اسکول اور برٹش میوزیم جانے کا پروگرام ملتوی کر دیا -

دو بجے کے بعد کچھ ضروری سامان لینے کے لئے باہر نکلا - چوراہے پر پہنچ کر یہ خیال آیا کہ آج سیدھے جنکشن روڈ پر چلنا چاہیئے - چنانچہ اسی پر ٹہلتا ہوا چلا گیا - آج ایک نئی سڑک دیکھی - اس پر اچھا خاصا بازار بھی نظر آیا - کچھ خریدا نہیں - بس ایک جائزہ لے کر واپس آگیا - واپسی پر اپنے مکان کے قریب سے دو بلب خریدے -

سوا تین بجے کے قریب بیٹھے بیٹھے طبیعت گھبرائی - چنانچہ باہر نکلا اور

فارٹریس روڈ Fortress Road. پر پیدل چلا۔ کینٹش ٹاؤن Kentish Town. اور کیمڈن ٹاؤن ہوتا ہوا۔ Gower Street. پہنچا۔ ڈرومنڈ اسٹریٹ Drummond Street. سے گوشت خریدا، اور Warren Street. سے ٹیوب میں بیٹھ کر گھر آ گیا۔

ساڑھے پانچ بجے بیوی اور بچے کے ساتھ باہر نکلا۔ اس خیال سے کہ اِن لوگوں کو بھی ذرا سیر کرا دوں۔ چنانچہ ہم لوگ تھوڑی دیر بازار گھومے۔ ٹافیاں اور پھل وغیرہ خریدے۔ سات بجے واپس آئے۔ میں نو بجے تک لکھتا پڑھتا رہا۔ سوا نو بجے کھانا کھایا۔ ساڑھے دس بجے، ہم لوگ سو گئے۔

جُمعرات ۲۰ / دسمبر ۱۹۶۲ء

صبح کو ساڑھے پانچ بجے سو کر اُٹھا۔ آٹھ بجے ناشتہ کیا۔ آج موسم خراب تھا۔ دھند چھائی ہوئی تھی۔ اس لئے کمرے میں بیٹھا رہا۔ آتش دان میں کوئلہ جلایا اور پڑھتا لکھتا رہا۔ ایک بجے کھانا کھایا۔

دو بجے پھر کھانا پکانے کی تیاری شروع ہوئی۔ شام کو ڈاکٹر شاہ، ڈاکٹر کریم اور ڈاکٹر حق سے کھانے کے لئے کہہ دیا تھا۔ اُن کے لئے دِن میں پلاؤ اور قورمہ پکا۔ وہ لوگ رات کو ساڑھے سات بجے آئے۔ آٹھ بجے سب نے مل کر کھانا کھایا۔ نو بجے کھانا کھا کر رخصت ہوئے۔

میں نے کچھ دیر لکھا پڑھا۔ گیارہ بجے سو گیا۔

جمعہ ۲۱ / دسمبر ۱۹۶۲ء

صبح کو پانچ بجے آنکھ کھُلی۔ سات بجے بستر سے باہر نکلا۔ چائے بنائی۔ اُس کے بعد تیار ہوا۔ ساڑھے آٹھ بجے ناشتہ کیا۔ آج بھی موسم بہت اچھا تھا خوب دھوپ نکلی ہوئی تھی۔ فہمیدہ اور بچے کو ساتھ لیا اور یونیورسٹی کالج ہسپتال روانہ ہوا۔ آج Dr. Flew. نے فہمیدہ کو دیکھنے کے لئے وقت دیا تھا۔ وہاں کوئی ڈیڑھ گھنٹہ صرف ہوا اُس نے دیکھا اور پھر Dr. Super. سے وقت مقرر

کیا۔اب ۲۶ فروری کو یہ صاحب دیکھیں گے۔

یونیورسٹی کالج ہسپتال سے نکل کر سوچا ذرا اسکول کی طرف ہوتا چلوں۔ فہمیدہ کو بھی دکھا دوں گا۔چنانچہ ہم لوگ اسکول کی طرف چلے میں نے فہمیدہ سے کہا کہ وہ دھوپ میں باہر کھڑی رہیں اور اندر ڈاک دیکھنے کے لئے گیا۔ گھر سے آیا ہوا خط ملا۔ عالم علی رضوی صاحب نے بھی مجھے پھر ایک خط لکھا کہ ملاقات ہونی چاہیئے۔ڈاک لے کر چلا تو POSTER نے تنخواہ کا خط بھی دیا۔

وہاں سے ہم لوگ اپنے کمرے میں Woburn Street. آئے۔ فہمیدہ کو کمرہ دکھایا اور پھر گوشت لینے کے لئے یونیورسل حلال بوچرز کی دوکان کی طرف چل دیئے۔ وہاں سے مرغ اور گوشت وغیرہ خریدا۔اور بس میں بیٹھ کر گھر آگئے۔

ڈیڑھ بجے کھانا کھایا۔شکن اور شاہ آگئے۔انہوں نے بھی کھانا کھایا اور پھر باتیں ہوتی رہیں۔چھ بجے شکن بلفاسٹ کے لئے رُخصت ہوا۔

میں نے کچھ دیر پڑھا لکھا۔پھر کھانا کھایا۔اس کے بعد پھر پڑھتا رہا۔ گیارہ بجے سویا۔

ہفتہ ۲۲ دسمبر ۱۹۶۲ء

صبح پانچ بجے سو کر اُٹھا۔ سات بجے چائے پی۔آج بھی دن بہت اچھا تھا۔ دھوپ نکلی ہوئی تھی۔اس لئے سوچا کہ کھانا کھانے کے بعد کہیں باہر نکلنا چاہیئے۔چُنانچہ بارہ بجے کھانا کھایا اور بس میں بیٹھ کر Trafalgar Square. پہنچے۔کچھ دیر وہاں کی سیر کی۔پھر NATIONAL GALLERY چلے گئے۔ وہاں چار بجے تک گھوم پھر کر مصوری کے شاہکار دیکھے اور اُن سے خوب لُطف لیا۔چار بجے وہاں سے باہر نکلے۔لیسٹر اسکوائر آئے اور وہاں سے ٹیوب میں بیٹھ کر گھر آگئے۔چائے پی اور کچھ پڑھنے لکھنے کی کوشش کرتا رہا۔بچے نے آج بہت پریشان کیا۔ساڑھے دس بجے سویا۔

اتوار ۲۳ر دسمبر ۱۹۶۲ء

پانچ بجے صبح آنکھ کھلی۔ساڑھے سات بجے اُٹھ کر چائے پی۔آج بھی موسم اچھا تھا۔باہر دھوپ تھی۔لیکن تیز ہوا چل رہی تھی۔سردی کا شباب تھا۔میں نے نیچے جاکر غار میں سے کوئلہ نکالا اور اوپر لاکر آتش دان میں جلایا۔اور اُس کے سامنے پڑھتا لکھتا رہا۔

گیارہ بجے اُٹھ کر تیار ہوا۔کھانا کھایا اور ہم لوگ ٹیوب میں بیٹھ کر Notting Hill Gate. چل دیئے۔آج وہاں کلاسیک سینما میں ہندوستانی فلم کٹھ پتلی دکھایا جانے والا تھا۔ہم لوگ آج وقت سے پہلے ہی وہاں پہنچ گئے۔ایک بجے سے قبل ہی فلم شروع ہوگیا۔فلم بہت اچھا تھا۔امیا چکرورتی کے ڈائرکشن،بلراج ساہنی کی ایکٹنگ اور وجنیتی مالا کے رقص نے بہت لُطف دیا۔

ساڑھے چار بجے فلم دیکھ کر واپس آئے۔گھر آکر چائے پی اور باتیں کرتے رہے۔چھ بجے کے بعد میں نے لکھنا پڑھنا شروع کیا۔آٹھ بجے کھانا کھایا۔پھر کچھ خط لکھے۔گیارہ بجے سویا۔

پیر ۲۴ر دسمبر ۱۹۶۲ء

صبح کو پانچ بجے سو کر اُٹھا۔چائے پی اور لکھنے کے لئے بیٹھ گیا۔آج بھی دھوپ نکلی رہی تھی۔لیکن سخت سردی تھی۔بارہ بجے کھانا کھایا۔اس کے بعد پھر لکھتا پڑھتا رہا۔چار بجے باہر نکلا۔دوکانیں کھلی ہوئی تھیں۔خوب رونق تھی۔بے شمار لوگ کرسمس منانے کے لئے سامان خرید رہے تھے۔گھر سے پیدل Comedon Town. کی طرف چلا۔کیمڈن ٹاؤن سے دو کتابیں Story of women. اور Coloridges Poetical works. خریدیں—
وہاں سے ایورشالٹ اسٹریٹ Eversholt Street. ہوتا ہوا ایوسٹن روڈ Euston Road. پر آیا۔پھر Tottenham Court Road اور Warren Strret. پر کچھ دیر گھومتا رہا— وہاں سے پھر Comedon Town.

آیا اور وہاں سے ٹیوب میں بیٹھ کر گھر آگیا۔ چھ بجے کے بعد ڈاکٹر حق اور ڈاکٹر کریم آگئے۔ اُن سے باتیں ہوتی رہیں۔ وہ لوگ گئے تو کھانا کھایا۔ چائے پی۔ پڑھتا لکھتا رہا۔ گیارہ بجے سویا۔

منگل ۲۵ر دسمبر ۱۹۶۲ء

صبح کو پونے چار بجے آنکھ کھل گئی۔ سردی شدید تھی اس لئے بستر میں لیٹا رہا۔ لیٹے لیٹے پھر نیند آگئی۔ سو کر اُٹھا تو ساڑھے آٹھ بجے تھے۔ آج بھی دھوپ تھی۔ کرسمس کی وجہ سے ہر طرف سناٹا تھا۔ بسیں تک بند تھیں۔ آج دن بھر گھر ہی پر رہا۔ شام کو بیوی اور بچے کے ساتھ باہر نکلا۔ ہم لوگ Kentish Town. تک گئے۔ ہو کا عالم تھا۔ صرف کاریں اور ٹیکسیاں سڑکوں پر چل رہی تھیں۔ سردی شدید تھی۔ ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ اس لئے ہم لوگ جلد ہی واپس آگئے۔ آٹھ بجے کھانا کھایا۔ کھانا کھا کر میں نے لکھنا شروع ہی کیا تھا کہ گھنٹی بجی۔ باہر جا کر دیکھا تو خاور کے بھائی مقصود تھے۔ اُن کو کمرے میں لا کر بٹھایا۔ دیر تک وہ اپنے گھر والوں کے بارے میں باتیں کرتے رہے۔ ساڑھے دس بجے رخصت ہوئے۔ تو میں بستر میں لیٹ گیا۔ گیارہ بجے نیند آگئی۔

بدھ ۲۶ر دسمبر ۱۹۶۲ء

صبح چھ بجے سو کر اُٹھا۔ ساڑھے سات بجے اُٹھ کر چائے پی۔ باہر دیکھا تو برف گرنے کے آثار تھے۔ ہلکی ہلکی برف گر رہی تھی۔ دوپہر تک اچھی طرح برف گرنے لگی۔ اور شام تک تو ہر چیز سفید ہوگئی۔ آج میں دن بھر گھر ہی پر رہا۔ "ارضِ پاک سے دیارِ فرنگ تک" رپورتاژ لکھتا رہا۔ چار بجے ذرا دیر کے لئے باہر نکلا۔ لیکن چند منٹ کے بعد واپس آگیا۔ کھانا کھانے کے بعد پھر لکھتا رہا۔ ساڑھے دس بجے سویا۔

جمعرات ۲۷ دسمبر ۱۹۶۲ء

رات کو ذرا جلدی سو گیا تھا۔ اس لئے صبح پونے چار بجے آنکھ کھل گئی۔ پردے اُٹھا کر کھڑکی میں سے دیکھا تو ہر چیز سفید تھی۔ بستر میں لیٹا رہا پھر نیند آگئی۔ اب جو اُٹھ کر دیکھا تو آٹھ بجے تھے۔ فوراً اٹھا۔ منہ ہاتھ دھویا۔ ناشتہ کیا۔ آتش دان میں آگ جلائی اور لکھنے کے لئے بیٹھ گیا۔ ایک بجے تک کام کرتا رہا۔ پھر کھانا کھایا اور کچھ دیر کے لئے باہر نکلا۔ برف تو اب نہیں گر رہی تھی لیکن ہر چیز سفید ہو چکی تھی سڑکوں پر خاصی برف جمع تھی۔ بازار میں تھوڑی دور تک گیا۔ لیکن برف میں چلنا مشکل تھا۔ اس لئے جلد ہی گھر واپس آگیا۔ چائے پی کر کام کرنے بیٹھ گیا۔ رپورتاژ کے کچھ حصے لکھے۔ رات ہو گئی۔ آگ کے سامنے بیٹھا رہا۔ پھر کھانا کھایا اور پڑھتا رہا۔ گیارہ بجے کے قریب نیند آ گئی۔

جُمعہ ۲۸ دسمبر ۱۹۶۲ء

پانچ بجے صُبح سو کر اُٹھا۔ کھڑکی کے پردے ہٹا کر دیکھا۔ برف کا وہی عالم تھا۔ لیکن برف گرنا بند ہو گئی تھی۔ بستر میں لیٹ گیا۔ سات بجے اُٹھا۔ ناشتہ کیا۔ چائے پی۔ کچھ دیر لکھتا رہا۔ گیارہ بجے اُٹھا تیار ہوا۔ باہر نکلا۔ سوچا ذرا ڈاکٹر حق اور ڈاکٹر عبدالکریم سے ملتا چلوں۔ اُن کے کمرے میں گیا۔ کچھ دیر باتیں ہوتی رہیں۔ وہاں سے واپس آیا تو دیکھا ہمارے مکان میں ٹیلی فون لگ رہا ہے۔ باہر ہی سے دیکھ کر یس اسٹیشن کی طرف چل دیا۔ سیدھا Drummond Street. پہنچا۔ گوشت خریدا۔ پھر اسکول گیا۔ اسکول بند تھا۔ دو آدمی باہر برف ہٹا رہے تھے۔ اُن میں سے ایک نے بتایا کہ اسکول ابھی بند ہے۔ اب ۲۹ کو کُھلے گا۔ چنانچہ میں وہاں سے واپس Warren street. آیا اور ٹیوب میں بیٹھ کر گھر پہنچا۔ ایک بج چکا تھا۔ فہمیدہ نے جلدی جلدی قیمہ بھونا۔ کھانا کھایا۔ کوئلہ ختم ہو گیا تھا۔ اس لئے نیچے Basement. میں گیا۔ چغتائی صاحب سے ملاقات ہوئی تھی۔ انہوں نے ایک کوٹھری دکھائی جس میں کوئلہ تھا۔

کہنے لگے اس میں سے لے لیجئے۔ میں دو تھیلے کوئلے سے بھرے اوپر لایا۔ اتنے میں کوئلے والا آگیا۔ اُس سے فہمیدہ نے ایک بوری کوئلہ لیا اور آتش دان میں خوب آگ جلائی۔ اس کے سامنے بیٹھ کر میں لکھتا پڑھتا رہا۔ شام کو چغتائی، بیگم چغتائی اور اُن کی بیٹی فریدہ کھانے پر آئیں۔ سب نے بیٹھ کر کھانا کھایا۔ لیکن بچے نے بہت پریشان کیا۔ وہ لوگ کھانا کھا کر ساڑھے آٹھ بجے کے قریب رخصت ہوئے۔ میں کچھ دیر لکھتا پڑھتا رہا۔ ساڑھے دس بجے بستر میں لیٹا۔ گیارہ بجے کے قریب سوگیا۔

ہفتہ ۲۹ دسمبر ۱۹۶۲ء

آج صبح ذرا دیر میں آنکھ کھلی۔ گھڑی دیکھی تو آٹھ بجے تھے۔ فہمیدہ نے اُٹھ کر چائے بنائی۔ ہم لوگوں نے ناشتہ کیا۔ نو بجے آتش دان میں آگ جلائی۔ اُس کے بعد وہ تو بچے کو لے کر ڈاکٹر کے یہاں چلی گئیں۔ میں نہایا اور پھر آگ کے سامنے بیٹھا رہا۔ گیارہ بجے کے قریب چغتائی صاحب آگئے۔ انہیں چیک دیا۔ چند منٹ باتیں ہوتی رہیں۔ وہ چلے گئے تو میں نے رپورتاژ لکھنا شروع کیا۔ بارہ بجے فہمیدہ واپس آئیں۔ ایک بجے کھانا کھایا۔ کھانا کھا کر بیٹھے ہی تھے کہ مقصود آگئے۔ اُن سے باتیں ہوتی رہیں فہمیدہ نے پھر کھانا پکایا۔ سات بجے مقصود نے ہم لوگوں کے ساتھ کھانا کھایا اور آٹھ بجے کے قریب رخصت ہوئے۔ بچہ پریشان کرتا رہا۔ کسی طرح سوتا ہی نہیں تھا۔ دس بجے اُسے دودھ پلایا۔ خیر دودھ پی کر سوگیا۔ اس کے بعد میں کچھ دیر لکھتا رہا۔ سوا گیارہ بجے سویا۔

اتوار ۳۰ دسمبر ۱۹۶۲ء

صبح کو سوا پانچ بجے اُٹھا۔ کھڑکی کے پردے اُٹھا کر دیکھا تو ہر چیز سفید نظر آئی۔ رات کو خوب برف گری۔ پھر بستر میں لیٹ گیا اور سوگیا۔ آٹھ بجے آنکھ کھلی۔ اُٹھ کر ناشتہ کیا۔

پھر تیار ہو کر باہر نکلا اس خیال سے کہ ذرا برف سے لُطف لوں اور اتوار کے اخبار بھی خرید لاؤں۔ ساڑھے گیارہ بجے مع فہمیدہ اور بچے کے نیچے اُترا تو ڈاکٹر بیگم احسان نے دیکھ لیا۔ وہ بھی نیچے آگئیں۔ خان صاحب بھی آگئے۔ فصیح اور نظام بھی آگئے۔ اِن لوگوں نے تصویریں کھینچیں اور پھر یہ طے ہوا کہ پارلیمنٹ ہل پر چلنا چاہیئے۔ وہاں برف کا منظر بہت خوبصورت ہو گا۔ چنانچہ ہم لوگ کم از کم دو دو فٹ برف میں چل کر پہاڑی پر پہنچے۔ واقعی اس پہاڑی کا منظر بہت خوبصورت تھا۔ حدِ نظر تک سفید سفید برف نظر آتی تھی۔ عجیب منظر تھا۔ بہت لُطف آیا۔ وہاں سے بہت لوگ سیر کرنے اور SKATING کرنے کے لئے جمع تھے اور برف باری کا لُطف حاصل کر رہے تھے۔ تھوڑی دیر میں سرد برفانی ہوا چلنے لگی۔ بچے نے رونا شروع کیا۔ اس لئے ہم لوگ وہاں سے چل دیئے اور ڈیڑھ بجے گھر پہنچے۔ آگ جل رہی تھی۔ کمرہ خاصا گرم تھا۔ آگ کے سامنے بیٹھے رہے۔ یہیں کھانا کھایا اور اُس کے بعد لکھتا پڑھتا رہا۔ آٹھ بجے کھانا کھا کر پھر کام کرتا رہا۔ گیارہ بجے سونے کی کوشش کی۔

۳۱ دسمبر ۱۹۶۲ء

صبح کو سوا پانچ بجے آنکھ کھلی۔ فوراً بستر سے اُٹھا۔ چائے بنائی۔ اور بیٹھ کر لکھنا شروع کر دیا۔ آٹھ بجے پردے اُٹھا کر باہر دیکھا۔ برف بدستور تھی۔ البتہ رات کو مزید برف نہیں گری تھی۔ سفیدی کا وہی عالم تھا۔ سردی بھی خوب تھی۔

نو بجے آتش دان میں آگ جلائی۔ دس بجے تیار ہو کر باہر گیا۔ کھانے پینے کا کچھ سامان لایا۔ پھر ناشتہ کیا۔ گیارہ بجے باہر نکلا برف سے اُلجھتا ہوا اور کہیں کہیں اُس پر پھسلتا ہوا بس اسٹاپ پر پہنچا۔ بس میں بیٹھ کر اسکول پہنچا۔ ڈاک دیکھی۔ ڈاکٹر بیشم اور ڈاکٹر ایشر .Dr. Asher مِل گئے۔ اُن سے چند منٹ باتیں

ہوئیں - وہاں سے ڈاک خانے گیا - Air letter. خریدے - خیال تھا ذرا بازار کی بھی سیر کروں گا لیکن برف کی وجہ سے ہمت نہیں پڑی - پھر اسکول لوٹ آیا - احتیاطاً پھر ڈاک دیکھی - ایک بجے کے قریب وہاں سے چلا — Drummond Street. سے گوشت خریدا اور ٹیوب میں بیٹھ کر گھر آ گیا - کھانا کھایا کافی پی اور کچھ دیر پڑھتا رہا -

شام کو بیوی اور بچے کے ساتھ باہر نکلا - ٹیلی ویژن والے کمرے میں سیٹ لگانے کے بارے میں بات چیت کی - خاصا مہنگا سودا معلوم ہوا اس لئے خیال چھوڑ دیا - پھر ایک دوسری دوکان میں کیمرے دیکھے - اور ایک معمولی Brownie کیمرہ خریدنے کا فیصلہ کیا - کل چیک دے کر لے لیا جائے گا -

دوکان سے باہر نکلے تو سرد ہوا چل رہی تھی - اُس سے اُلجھتے ہوئے ہم لوگ گھر آئے - آگ جلائی اور اُس کے سامنے بیٹھ کر باتیں کرتے رہے - آٹھ بجے کھانا کھایا - اُس کے بعد میں نے ساڑھے دس بجے تک رپورتاژ لکھنے کا کام کیا - گیارہ بجے سویا -

منگل یکم جنوری ۱۹۶۳ء

صبح کو پانچ بجے اُٹھا - چائے پی - برف کا وہی عالم تھا - اس لئے باہر نکلنے کا پروگرام ملتوی کر دیا - کمرے میں لکھتا پڑھتا رہا ۱۲ بجے کے قریب باہر نکلا - کل جو تصویریں کھینچی تھیں وہ دُھلنے کے لئے دیں - واپس آکر کھانا کھایا - پھر شام تک گھر ہی پر رہا - رات کو گیارہ بجے سویا -

بدھ ۲ جنوری ۱۹۶۳ء

چار بجے آنکھ کھلی لیکن پھر سو گیا - نو بجے اُٹھا ناشتہ کیا - بارہ بجے اسکول گیا ڈاک دیکھی - وہاں سے بینک گیا - ۲۵ پونڈ نکالے - میوزیم اسٹریٹ آیا - کتابوں کی دوکانیں دیکھیں - برنارڈ شا پر ایک کتاب خریدی - پھر چیئرنگ کراس روڈ Charring Cross. پر FOYLES کی دوکان میں گیا - وہاں کوئی

ایک گھنٹہ گزارا۔ مندرجہ ذیل کتابیں خریدیں۔

1. Walter Aelen, The English Novel
2. Graham Honguh. The Dark Sun.
   (A study D. H. Lawrence.)
3. Eric Heller. The Disinherited mind.
4. H. Mantgomery Hyde Famous Trials of Osear Wilde
5. J. L. Gili: Lore

پانچ بجے کے قریب گھر واپس آیا۔ چائے پی اور باتیں کرتا رہا۔ ذرا دیر کے لئے بازار گیا۔ چند چیزیں خریدیں اور واپس آ گیا۔ پھر لکھنے پڑھنے کا کام کرتا رہا۔ گیارہ بجے سویا۔

جمعرات ۳ جنوری ۱۹۶۳ء

صبح کو پونے چھ بجے آنکھ کھلی۔ بستر میں لیٹا رہا۔ ساڑھے آٹھ بجے اُٹھ کر تیار ہوا۔ ناشتہ کیا۔ سوا نو بجے فہمیدہ کو لے کر یونیورسٹی کالج ہاسپٹل گیا۔ آج اُن کا X - RAY ہونے والا تھا۔ وہاں سے پونے گیارہ بجے فارغ ہوا۔ Warren Street. سے فہمیدہ کو تو گھر جانے والی ٹرین میں سوار کیا اور میں Knights Bridge. کی طرف روانہ ہوا۔ آج ایجوکیشنل اتاشی، خالق صاحب سے ملنے کے لئے وقت مقرر ہوا تھا۔ سوا گیارہ بجے اُن کے دفتر میں پہنچا۔ سکریٹری سے معلوم کیا۔ اُس نے بتایا کہ وہ ہائی کمشنر سے ملنے گئے ہیں۔ جلد ہی واپس آجائیں گے۔ چنانچہ میں سید عالم علی رضوی صاحب ڈائرکٹر آڈٹ اینڈ اکاؤنٹس سے ملنے چلا گیا۔ اُن سے ملاقات ہوئی۔ نہایت نستعلیق اور مہذب آدمی ہیں۔ دیر تک لکھنؤ یونیورسٹی اور وہاں کے اساتذہ کے بارے میں باتیں ہوتی رہیں۔ وہاں سے اُٹھ کر خالق صاحب

کے پاس آیا۔ اُن سے کوئی ایک گھنٹے تک باتیں ہوئیں۔ ساڑھے بارہ بجے اُن کے دفتر سے باہر نکلا تو بارش ہو رہی تھی۔ برف نے سڑکوں کا بُرا حال کر رکھا تھا۔ Knights Bridge. کے ٹیوب اسٹیشن آیا اور ٹیوب میں بیٹھ کر گھر پہنچا۔ کھانا کھایا اور لکھتا پڑھتا رہا۔ گیارہ بجے سو یا۔

جمعہ ۴ جنوری ۱۹۶۲ء

آج پونے سات بجے آنکھ کُھلی۔ باہر دیکھا تو کہرا چھایا ہوا تھا۔ برف کا وہی عالم تھا۔ ہر چیز سفید تھی۔ سردی کا بھی وہی رنگ تھا۔ بستر سے باہر نکلا۔ چائے بنائی اور کام کرنے کے لئے بیٹھ گیا۔

دس بجے تیار ہو کر باہر نکلا۔ پہلے بیوی اور بچے کو لے کر Kentish Town. کے کلینک میں گیا۔ وہاں یہ معلوم ہوا کہ مجھے Brackenock Road. کے قریب کسی کلینک میں جانا چاہیئے۔ چنانچہ وہاں سے واپس آئے۔ راستے میں ہلکی ہلکی بارش ہونے لگی۔ برف نے بہت پریشان کیا۔ اب برف پگھلنے لگی ہے اور اس پر چلنا دشوار ہو گیا ہے۔ پاؤں پھسلتے ہیں۔ بہر حال کسی نہ کسی طرح ساڑھے بارہ بجے گھر واپس پہنچے۔ آگ جلائی اور کچھ دیر اُس کے سامنے بیٹھے رہے اور کافی پی کر اپنے آپ کو گرم کیا۔

ایک بجے ٹیوب میں بیٹھ کر مور گیٹ گیا۔ ویسٹ منسٹر بینک West Minister Bank. سے چیک بُک لی۔ انجمن نے جو چیک بھجوایا تھا وہ جمع کرایا۔ وہاں سے ٹیوب میں ایوسٹن اسکوائر Euston Square. آیا اور برف سے اُلجھتا ہوا اسکول پہنچا۔ ڈاک دیکھی۔ پھر لیسٹر اسکوائر گیا۔ چند کتابوں کی دوکانیں دیکھیں۔ کوئی قاعدے کی کتاب نہیں ملی۔ چنانچہ Tottenhum Court Road. کے ٹیوب میں بیٹھ کر گھر آ گیا۔ چائے پی اور آگ کے سامنے بیٹھا رہا۔ ساڑھے سات بجے کھانا کھایا اور لکھتا پڑھتا رہا۔ گیارہ بجے سو یا۔

ہفتہ ۵ جنوری ۱۹۶۳ء

پانچ بجے اُٹھا۔ سات بجے کے قریب بستر سے باہر نکلا۔ موسم کا وہی عالم تھا۔ سڑکیں برف سے ڈھکی ہوئی تھیں۔ غسل خانے میں گیا پھر چائے پی اُس کے بعد کچھ دیر لکھتا پڑھتا رہا۔ ساڑھے دس بجے تیار ہوا اور بیوی اور بچے کے ساتھ آکسفورڈ اسٹریٹ گیا۔ دوکانیں دیکھیں۔ تقریباً ہر جگہ سیل Sale. کا بورڈ لگا ہوا تھا۔ فہمیدہ کے لئے Dolcis کی دوکان سے ایک جوتا خریدا۔ کوٹ بھی خریدنے کا پروگرام تھا۔ کئی دوکانیں دیکھیں لیکن کوئی اچھا کوٹ نہیں ملا۔ Self Ridges گئے لیکن اس عرصے میں ایک بج گیا اور وہ اسٹور بند ہو گیا۔ اس لئے بس میں بیٹھ کر گھر آگئے۔ آتش دان میں آگ جلائی۔ کھانا کھایا اور لکھتا پڑھتا رہا۔ شام کو شاہ آگئے۔ اُن سے باتیں ہوتی رہیں۔ اُن کے جانے کے بعد لکھنا شروع کیا۔ نو بجے کھانا کھایا اور کام کرتا رہا۔ گیارہ بجے سویا۔

اتوار ۶ جنوری ۱۹۶۳ء

صبح سوا پانچ بجے آنکھ کُھلی۔ اُٹھ کر چائے بنائی۔ چائے پی کر کام کرنے کے لئے بیٹھ گیا۔ دس بجے کے قریب اُٹھ کر تیار ہوا۔ آج کے دن مختلف سینماؤں میں ہندوستانی فلم دکھائے جاتے ہیں۔ فون کر کے آج کا پروگرام معلوم کیا لیکن بیشتر جگہ ایسے فلم تھے جو یا تو دیکھے ہوئے تھے یا جن میں کوئی خاص بات نہیں تھی۔ اس لئے باہر جانے کا پروگرام ملتوی کر دیا۔ گھر پہ بیٹھا ہوا کام کرتا رہا۔ دوپہر میں جا کر کئی اخبار خرید لایا۔ اُن کو پڑھتا رہا۔

شام کو اس خیال سے باہر نکلا کہ پاکستان ہاؤس جاؤں گا۔ گھر سے نکل کر حسان صاحب کے یہاں چند منٹ ٹھہرا۔ اُن کی بیگم نے بہت تکلف کیا۔ چائے اور کافی بنتی رہی اور باتوں کا سلسلہ جاری رہا۔ سات بج گئے۔ اس لئے کہیں اور جانے کا پروگرام مُلتوی کر کے گھر آگیا۔ کھانا کھا کر گیارہ بجے تک

لکھتا پڑھتا رہا۔ اُس کے بعد نیند آنے لگی۔

پیر ۷ر جنوری ۱۹۶۳ء

صبح چھ بجے اُٹھا۔ ناشتے کے بعد کوئی گیارہ بجے تک لکھنے کا کام کرتا رہا۔ اُس کے بعد کھانا کھا کر۔ اسکول پہنچا۔ ڈاک دیکھی۔ پھر برٹش میوزیم چلا گیا۔ وہاں چار بجے تک کام کیا۔ پھر Drummond Street آ کر گوشت خریدا اور بس میں بیٹھ کر گھر آ گیا۔ چائے پی۔ بچے کے ساتھ کھیلتا رہا۔ سات بجے کے قریب وہ سو گیا لیکن آج کلینک میں اُس کے انجکشن لگایا گیا تھا۔ اس لئے تکلیف رہی کئی دفعہ جاگا اور تکلیف سے روتا رہا۔ اس لئے میں کچھ کام نہ کر سکا۔ ساڑھے گیارہ بجے کے قریب سویا لیکن نیند نہیں آئی۔ رات بے چینی سے گزری۔

منگل ۸ر جنوری ۱۹۶۳ء

صبح سوا پانچ بجے اُٹھا۔ سات بجے کے قریب دھوپ نکل آئی۔ موسم کی اس تبدیلی سے طبیعت بہت خوشی ہوئی۔ ناشتہ کر کے کچھ دیر کام کرتا رہا۔ پھر چند چیزیں خریدنے کے لئے بازار گیا۔ سخت سردی تھی۔ واپس آ کر کھانا کھایا اور اسکول کی طرف چل دیا۔ اپنے کمرے میں گیا۔ رسل بیٹھے ہوتے تھے۔ اُن سے مُلاقات ہوئی۔ ہم لوگ آج عرصے کے بعد ملے تھے۔ اس لئے سوا تین بجے تک باتیں کرتے رہے۔ ہم لوگ باتیں کر ہی رہے تھے کہ نعیم ملک آ گئے۔ ۲۳ر دسمبر کو لاہور سے واپس لندن آئے ہیں۔ وہ چند منٹ بیٹھے رہے۔ پھر وہاں سے اُٹھے اور کافی ہاؤس میں جا بیٹھے۔ دیر تک ہم لوگ کافی پیتے اور لاہور کے بارے میں باتیں کرتے رہے۔ وہاں سے ساڑھے چار بجے اُٹھے۔ میں اُن سے رخصت ہو کر بس میں بیٹھا اور گھر آ گیا۔ آج بی بی سی کے ایشین کلب کی میٹنگ تھی۔ اُس میں Prof. Fitzgerold آنے والے تھے۔ میں بھی اُن سے چند سوال پوچھنا چاہتا تھا۔

اس لیئے پروگرام یہ بنایا کہ گھر پر چائے پی کر اور تھوڑی دیر بیٹھ کر کوئی چھ سوا چھ بجے چلوں گا اور اطمینان سے سات بجے .Picadilly پہنچ جاؤں گا — لیکن ابھی چائے پی ہی رہا تھا کہ ڈاکٹر حق آ گئے۔ اُن سے باتیں ہوتی رہیں۔ ساڑھے چھ بج گئے۔ وہ رخصت ہوئے تو میں سیدھا ٹیوب اسٹیشن گیا لیکن سات بجنے والے تھے اس لیئے میٹنگ میں جانے کا پروگرام ملتوی کر کے گھر آ گیا اور پھر کھانا کھایا اور لکھتا پڑھتا رہا۔ گیارہ بجے سویا۔

بُدھ ۹ر جنوری ۱۹۶۳ء

صبح پانچ بجے آنکھ کھلی۔ لکھتا پڑھتا رہا۔ ۱۲ بجے کے قریب کھانا کھا کر اسکول پہنچا۔ کمرے میں نعیم ملک اور میرین رسل کے ساتھ باتیں کر رہے تھے۔ اُن کے ساتھ Brikbeck College گیا۔ وہاں اُن لوگوں نے کھانا کھایا۔ پھر رسل کے ساتھ کامن روم میں آیا۔ کافی پی۔ پروفیسر بشیم اور ڈاکٹر اطہر عباس رضوی مل گئے۔ اُن سے باتیں ہوتی رہیں — ۲ بجے ڈیپارٹمنٹ کی میٹنگ تھی۔ اُس میں شریک ہوا — رسمی سی میٹنگ تھی۔ آج نیا ٹرم شروع ہوا تھا، اس لیئے سب لوگ مل بیٹھے۔ کوئی کام کی بات نہیں ہوئی — وہاں سے واپس کمرے میں آئے —۔ تین بجے کے قریب رسل سے رخصت ہو کر گھر آ گیا۔ اور رات کے گیارہ بجے تک لکھتا پڑھتا رہا۔

جمعرات ۱۰ر جنوری ۱۹۶۳ء

صبح چھ بجے اُٹھا۔ نہا دھو کر ناشتہ کیا۔ دس بجے تیار ہو کر اسکول گیا۔ چارلس ٹامس آ گئے۔ انہیں ایک بجے تک پڑھایا۔ پھر کامن روم میں گیا کافی پی۔ دو بجے کمرے میں واپس آیا۔ رسل سے ملاقات ہوئی۔ کچھ دیر باتیں ہوتی رہیں۔ تین بجے وہاں سے اُٹھ کر گھر آیا۔ چند منٹ آرام کر کے بیوی اور بچے کے ساتھ .Kentish Town تک گیا۔ کچھ سامان خریدا۔ واپس آ کر کھانا کھایا اور پڑھتا لکھتا رہا۔ گیارہ بجے سویا۔

جمعہ ۱۱ر جنوری ۱۹۶۳ء

صبح سات بجے آنکھ کھلی۔ مطلع صاف تھا۔ دھوپ کے آثار نظر آئے۔ لیکن سردی شدید تھی۔ آگ جلائی۔ چائے پی اور صوفے پر بیٹھ کر لکھنا شروع کیا۔ دس بجے تیار ہو کر اسکول گیا۔ چارلس ٹامس آگئے۔ انہیں میر حسن کی مثنوی پڑھائی۔ انہیں پڑھا رہا تھا کہ رسل کمرے میں آئے اور کہنے لگے آپ کو ساڑھے بارہ بجے Prof. Brough. سے ملنا ہے۔ Mrs. Garland نے آپ کو اطلاع بھجوائی ہے۔ میں نے کہا مجھے اطلاع نہیں ملی۔ ساڑھے بارہ بجنے میں صرف پانچ منٹ باقی تھے۔ اس لئے میں نے چارلس ٹامس کو رخصت کیا اور پروفیسر براف کے پاس گیا۔ اُن سے دیر تک باتیں ہوتی رہیں۔ کہنے لگے آپ سے ملا نہیں تھا۔ اس لئے آپ کو زحمت دی۔ لاہور کی تعریف کرتے رہے۔ میرا حال دریافت کیا۔ پھر اپنے سفر کے حالات بیان کئے کہ کس طرح وہ کار میں ہندوستان، پاکستان، ایران، عراق اور یورپ کے مختلف ممالک سے ہوتے ہوئے حال ہی میں لندن پہنچے ہیں۔ ڈیڑھ بجے اُن سے رخصت ہو کر کامن روم میں آیا۔ کافی پی اور رسالوں کی ورق گردانی کرتا رہا۔ ۲ بجے رسل کے پاس آیا۔ ساڑھے تین بجے تک اُن سے باتیں ہوتی رہیں۔ لائبریری کے لئے رسالوں کی فہرست بھی بنائی۔ اُن سے رخصت ہو کر ڈرومنڈ اسٹریٹ Drumond Street. آیا۔ گوشت خریدا اور بس میں بیٹھ کر گھر آگیا۔ گھر پر سناٹا تھا۔ بیوی لینین کی بہن مریم کے ساتھ بازار گئی ہوئی تھیں۔ وہ پانچ بجے واپس آئیں۔ چائے پی۔ اور باتیں کرتا رہا۔ نو بجے کھانا کھایا۔ پھر لکھنا شروع کیا۔ گیارہ بجے سویا۔

ہفتہ ۱۲ر جنوری ۱۹۶۳ء

صبح پونے سات بجے سو کر اُٹھا۔ چائے بنا کر پی اور پھر لکھتا پڑھتا رہا۔ ساڑھے گیارہ بجے کھا کر باہر نکلا۔ بیوی اور بچے کے ساتھ Kentish

Town. تک گیا۔ضروری سامان خریدا۔۲ بجے واپس آیا اور آگ کے سامنے بیٹھ کر لکھتا پڑھتا رہا۔ شام کو حسان اُن کی بیگم محترمہ مصباح اور نسیم وغیرہ کھانے پر آئے۔ نو بجے تک اُن سے باتیں ہوتی رہیں۔ اُن کے جانے کے بعد لکھنا شروع کیا۔ گیارہ بجے سو گیا۔

اتوار ۱۳ جنوری ۱۹۶۳ء

چھ بجے آنکھ کھلی۔ ناشتہ کیا اور لکھتا پڑھتا رہا۔ ساڑھے گیارہ بجے تیار ہو کر ہندوستانی فلم کالا بازار دیکھنے کے لئے ناٹنگ ہل گیٹ Notting Hill Gate. گیا۔ فلم دیکھا۔ پانچ بجے گھر واپس آیا اور پڑھتا لکھتا رہا۔ نو بجے کھانا کھایا اور کھانا کھا کر پھر کام کرتا رہا۔ گیارہ بجے سو یا۔

پیر ۱۴ جنوری ۱۹۶۳ء

صبح سوا پانچ بجے سو کر اُٹھا لیکن سردی بہت تھی اس لئے بستر ہی میں لیٹا رہا۔ ساڑھے سات بجے اُٹھ کر ناشتہ کیا۔ گیارہ بجے بیوی اور بچے کو ساتھ لے کر آکسفورڈ اسٹریٹ گیا۔ وہاں مختلف اسٹور دیکھے۔ کچھ چیزیں خریدیں۔ ۲ بجے گھر واپس آیا۔ کھانا کھا کر اسکول گیا۔ ۳ بجے ہندی بی۔ اے آنرز کے طالب علم آ گئے۔ اُردو Subsidiary کے لئے اُن کا ٹائم ٹیبل بنایا۔ پھر برٹش میوزیم چلا گیا اور وہاں پونے پانچ بجے تک کام کیا۔ ریڈنگ روم سے نکلا تو سعید اور مسز ام سنگھ شان مل گئے۔ اُن سے باتیں کرتا رہا۔ ساڑھے پانچ بجے Drumond Street. آ کر گوشت خریدا اور کیمڈن ٹاؤن Cameden Town کی طرف چل دیئے۔ بسوں میں جگہ کا ملنا مشکل تھا اور خبر یہ گرم تھی کہ بجلی بند ہو گئی ہے۔ ٹیوب کی بعض لائنیں بند ہو گئی ہیں۔ اس لئے پیدل Cameden Town تک آیا۔ وہاں پوچھا تو معلوم ہوا ٹیوب چل رہی ہے۔ ٹکٹ لے کر نیچے گیا اور گاڑی میں بیٹھ گیا۔ Tufnel Park. ٹیوب اسٹیشن سے باہر نکلا تو ہر طرف تاریکی تھی۔ لوگوں کے مکانوں میں موم بتیاں

جل رہی تھیں۔ یہ گھر آیا تو وہاں بھی تاریکی تھی۔ دیا سلائی جلائی۔ ڈاکٹر عبدالکریم سے موم بتی لی۔ بازار گیا۔ یونانی کی دوکان سے موم بتیاں خریدیں۔ اُن کی روشنی بہت کم تھی۔ اس لئے کڑوے تیل کا دیا جلایا۔ ڈاکٹر کریم کے ساتھ باتیں کرتا رہا۔ وہ چلے گئے تو نو بجے کھانا کھایا۔ دس بجے سو گیا۔

منگل ۱۵ جنوری ۱۹۶۳ء

صبح ساڑھے چار بجے آنکھ کھلی۔ نہ جانے کیا کیا سوچتا رہا اور سوچتے سوچتے سو گیا۔ پھر اُٹھا تو آٹھ بج چکے تھے۔ پردے اُٹھا کر باہر دیکھا۔ دھوپ نکلی ہوئی تھی۔ منہ ہاتھ دھو کر ناشتہ کیا اور پھر لکھتا پڑھتا رہا۔ بارہ بجے کھانا کھا کر پہلے اسکول گیا۔ ڈاک دیکھی۔ کمرے میں رسّل کے لئے کتاب رکھی اور برٹش میوزیم چلا گیا۔ کلیاتِ میر حسن کی ردیف الف ختم کر دی۔ آج غالب کے چار خطوط بھی نکلوائے۔ اور نقل کر لئے۔ یہ خطوط نعمان احمدؐ تعلقہ مھولی ضلع سیتنا پور کے نام ہیں۔ سحر البیان کے دو نسخے بھی دیکھے۔ ایک نسخہ تو عہد آصف الدولہ کا لکھا ہوا ہے۔ کاتب مہر علی۔ تاریخ کتابت کا پتہ نہیں چلتا۔ لیکن بہت خوبصورت نسخہ ہے۔ ساڑھے چار بجے کام ختم کر کے گھر آیا۔ چائے پی اور باتیں کرتا رہا۔ ۹ بجے کھانا کھایا۔ پھر لکھنا شروع کیا۔ گیارہ بجے سویا۔

بدھ ۱۶ جنوری ۱۹۶۳ء

چھ بجے آنکھ کھلی۔ سات بجے اُٹھ کر چائے پی۔ آگ جلائی اور اُس کے سامنے بیٹھ کر لکھتا پڑھتا رہا۔ دس بجے تیار ہو کر اسکول گیا۔ ۱۱ بجے مسٹر چارلس ٹامس آ گئے۔ انہیں پڑھایا۔ ایک بجے سعید آ گئے۔ اُن سے کچھ دیر باتیں ہوتی رہیں۔ ساڑھے بارہ بجے کے قریب سعید کے ساتھ باہر نکلا تو خوب برف گر رہی تھی۔ وارن اسٹریٹ تک پیدل آیا۔ وہاں سے ٹیوب لے کر گھر پہنچا۔ کھانا کھایا۔ چائے پی اور بیوی اور بچے کو لے کر Kentish

Town. گیا۔ LISLIC BROTHER کے یہاں سے۔ بیوی نے اپنے لئے کوٹ پسند کیا۔ وہ کوٹ اُنیس پونڈ کا چیک دے کر خرید لیا۔ وہاں سے اِن لوگوں کو گھر کے لئے رخصت کیا اور میں بس میں بیٹھ کر اسکول کی طرف روانہ ہوا۔ آج مس جمنا کیسکر لیکچرار شعبہ ہندی کا ہندی شاعری کے بارے میں لیکچر تھا۔ ساڑھے چار بجے اُس میں شرکت کی۔ رسل بھی موجود تھے۔ ساڑھے چھ بجے لیکچر ختم ہوا تو رسل کے ساتھ Euston Square station. آیا۔ انہیں وہاں چھوڑا اور خود وارن اسٹریٹ سے ٹیوب میں بیٹھ کر گھر آیا۔ چائے پی اور باتیں کرتا رہا۔ کھانا کھا کر لکھنا شروع کیا۔ گیارہ بجے سویا۔

جمعرات ۱۷ر جنوری ۱۹۶۳ء

سوا پانچ بجے آنکھ کھلی۔ سوچتے سوچتے پھر سو گیا۔ اور اب جو اُٹھ کر دیکھا تو آٹھ بج چکے تھے۔ ناشتہ کیا۔ آگ جلائی اور لکھتا پڑھتا رہا۔ آج کھڑکیوں میں سے دھوپ نظر آ رہی تھی۔ اس نے بہت لُطف دیا۔ یہ دھوپ خاصی دیر تک رہی لیکن اس نے سردی میں اضافہ کر دیا۔ ۱۲ بجے کھانا کھا کر اسکول گیا۔ ایک بجے سے تین بجے تک چارلس ٹامس اور ہندی کے لڑکوں کو پڑھایا۔ تین بجے کلاس ختم کر کے برٹش میوزیم گیا۔ پونے پانچ بجے تک سحرالبیان کے دو نسخے دیکھے۔ پانچ بجے اسکول آ کر ڈاک دیکھی۔ خالق صاحب ایجوکیشنل اتیشے کا پیغام ملا کہ ملاقات ہونی چاہیئے۔ ساڑھے پانچ بجے گھر واپس آیا۔ چائے پی اور باتیں کرتا رہا۔ خالق صاحب کے گھر فون کیا۔ لیکن وہ نہیں ملے۔ کہیں دعوت میں گئے ہوئے تھے۔ اُن کی بیگم صاحبہ سے کہہ دیا کہ کل اُن سے دس بجے ملوں گا۔ ساڑھے آٹھ بجے کچھ کھا کر لکھنا شروع کیا۔ ساڑھے دس بجے تک لکھتا رہا۔ گیارہ بجے سویا۔

جمعہ ۱۸ر جنوری ۱۹۶۳ء

صبح پونے چھ بجے اُٹھا۔ چائے پی اور کچھ دیر لکھتا رہا۔ ۹ بجے ناشتہ کر

کے گھر سے باہر نکلا۔ ساڑھے نو بجے ٹیوب میں بیٹھ کر پاکستان ہائی کمیشن پہنچا۔ خالق صاحب سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے کہا کہ ہر کالج میں پاکستانی طالب علموں کی ایک انجمن بنانی چاہیئے۔ اسکول آف اورینٹل اسٹڈیز میں بھی ایک انجمن ہونی چاہیئے۔ یہ انجمن کبھی کبھی اپنے جلسے کر سکتی ہے۔ ساڑھے دس بجے تک اُن سے اس موضوع پر باتیں ہوتی رہیں۔

ساڑھے دس بجے وہاں سے رُخصت ہو کر اسکول کی طرف چلا۔ راستے میں لیسٹر اسکوائر کے اسٹیشن میں افریقہ کا رہنے والا ایک شخص ملا۔ مجھ سے کہنے لگا۔ میں طالب علم ہوں۔ مجھے لیسٹر جانا ہے۔ ٹکٹ میں دو شلنگ چھ پنس کم ہیں۔ اگر آپ دے دیں تو عنایت ہو۔ میں نے اس کو پیسے دے دیئے اور سیدھا اسکول آیا۔ گیارہ سے بارہ بجے تک چارلس ٹامس کو میر حسن کی مثنوی پڑھائی۔ بارہ بجے ہندی کے طالب علم کلارک اور گولڈنگ آ گئے۔ اُنہیں بات چیت پر لیکچر دیا۔ ایک بجے فارغ ہوا تو سینیئر کامن روم میں جا کر بسکٹ کھائے اور کافی پی۔ ۲ بجے کمرے میں آیا اور پانچ بجے تک رسل کے ساتھ مل کر لائبریری کے لئے کتابوں کی فہرست بنائی۔ پانچ بجے وہاں سے چلا۔ ڈرومنڈ اسٹریٹ Drummond Street. سے گوشت خریدا۔ اُس کی دوکان پر آج مولی بھی نظر آئی۔ ایک مولی لی۔ ایک شلنگ سات پنس کی۔ یعنی ایک روپے سے کچھ زیادہ — یہ چیزیں لے کر ٹیوب میں بیٹھا اور گھر آ گیا۔ راستے میں خوب برف گری۔ ٹیوب اسٹیشن سے گھر تک پہنچنا مشکل ہو گیا۔ گھر آ کر چائے پی اور باتیں کرتا رہا۔ آٹھ بجے کھانا کھا کر لکھنا شروع کیا۔ گیارہ بجے سو یا۔

ہفتہ ۱۹ جنوری ۱۹۶۳ء

صبح پانچ بجے اُٹھا۔لیکن لیٹا رہا۔ سات بجے جب خوب دھوپ نکل آئی تو اُٹھا۔لیکن سخت سردی تھی۔ برفانی ہوا چل رہی تھی۔ اس میں شمشیر کی سی تیزی تھی۔ اس لئے آتش دان میں آگ جلائی۔ناشتہ کیا اور آگ کے سامنے بیٹھا لکھتا رہا۔ ساڑھے بارہ بجے کھانا کھا کر بیوی اور بچے کے ساتھ کیمڈن ٹاؤن Camedon Town. تک گیا لیکن سردی اتنی شدید تھی کہ بچہ گھبرا گیا۔ میری بھی بُری حالت ہوئی۔ اس لئے ٹیوب میں بیٹھ کر گھر آ گیا۔ آگ جلائی۔ چائے پی اور رات تک کام کرتا رہا۔ شام کو خوب برف گری۔ ہر چیز سفید ہو گئی۔ آٹھ بجے کے قریب حسان اور بیگم حسان آ گئے۔ اُن سے باتیں ہوتی رہیں۔ ۹ بجے وہ لوگ رخصت ہوئے تو کھانا کھایا۔ گیارہ بجے تک لکھا۔ اُس کے بعد سو گیا۔

اتوار ۲۰ جنوری ۱۹۶۳ء

بچے نے رات بھر پریشان کیا۔ اُس کی طبیعت کچھ خراب رہی۔ چار بجے چائے بنا کر پی اور پھر بستر میں لیٹا رہا۔ سات بجے بستر سے باہر نکلا۔ کھڑکی میں سے باہر دیکھا۔ برف کی وجہ سے ہر چیز سفید ہو گئی تھی۔ سینما جانے کا ارادہ تھا لیکن برف گرنے اور بچے کی طبیعت خراب ہونے کی وجہ سے ملتوی کر دیا۔ دن بھر بچے کی وجہ سے پریشان رہا۔ کچھ لکھ پڑھ نہ سکا۔ رات کو گیارہ بجے سویا لیکن بے چینی کے عالم میں رات کٹی۔

پیر ۲۱ جنوری ۱۹۶۳ء

صبح ہوئی تو بچے کو چائے بنا کر پلائی۔ بہت بھوکا تھا۔ اس لئے اُس نے دو پیالی چائے پی۔ سات بجے میں نے ناشتہ کیا اور نو بجے بچے کو لے کر ڈاکٹر پلومر کے یہاں پہنچے۔ دھوپ نکلی ہوئی تھی لیکن سخت سردی تھی۔ سڑکوں پر برف کا وہی عالم تھا۔ نہ جانے کس طرح ڈاکٹر کے یہاں پہنچے۔ اُس نے یہ بتایا کہ اِس کے دانت نکل رہے ہیں گلے میں بھی کچھ تکلیف ہے۔ نسخہ لکھ دیا۔ دوا

فروش کے یہاں سے دوالی اور سیدھے گھر آگئے۔ بارہ بجے کھانا کھاکر بینک گیا۔ تیس پونڈ نکلوائے۔ وہاں سے برٹش میوزیم پہنچا۔ آج سحرالبیان کا کام ختم کردیا۔ اور اُس کے مختلف نسخے واپس کردیئے۔ چار بجے وہاں سے اُٹھا۔ اسکول آکر ڈاک دیکھی۔ گوشت خریدا اور گھر آگیا۔ چائے پی کر کچھ دیر لکھا۔ رات بھر کا جاگا ہوا تھا اس لئے دس بجے سوگیا۔

منگل ۲۲ جنوری ۱۹۶۳ء

صبح ساڑھے پانچ بجے اُٹھا۔ چھ بجے اُٹھ کر چائے بنائی اور لکھنے کا کام کرنے لگا۔ گیارہ بجے تیار ہوا اور کھانا کھاکر بچے کے لئے ہومیو پیتھک کی دو دوائیں Calcarca Phas. اور 30. Aevusa. لینے کے لئے ڈیوک اسٹریٹ گیا۔ Grosvenor Square. کا پتہ تھا۔ مجھے یہ خیال ہوا کہ یہ جگہ ہائیڈ پارک اور وکٹوریا کے درمیان ہے۔ لیکن وہاں نہیں ملی۔ پولیس والوں سے دریافت کیا تو انہوں نے کہا پارک لین سے دائیں جانب مڑیئے تب Grosvenor Square. آئے گا۔ چنانچہ ڈھونڈتا ہوا پہنچا۔ بڑی مشکل سے ڈیوک اسٹریٹ ملی۔ دوائیں خریدیں اور جس راستے سے وہاں پہنچا تھا اسی راستے سے لوٹا لیکن پھر یہ سوچا کہ ذرا دوسری طرف بھی جاکر دیکھنا چاہیئے کہ یہ سڑک کہاں جاتی ہے۔ چند قدم چلا تھا کہ یہ سڑک آکسفورڈ اسٹریٹ سے Self Ridges کے پاس جاکر ملی۔ اتنی قریب جگہ کے لئے میں نے اتنا چکر کاٹا۔

آکسفورڈ سٹریٹ سے میں پیدل Tottenhum Court Road. آیا اور ٹیوب میں بیٹھ کر گھر آگیا۔ آتش دان میں آگ جل رہی تھی۔ اُس کے سامنے بیٹھا رہا۔ چائے پی اور کچھ لکھا۔ دس بجے سوگیا۔

بدھ ۲۳ جنوری ۱۹۶۳ء

صبح چھ بجے اُٹھا۔ آج بچے کی طبیعت ٹھیک تھی۔ اس لئے کوئی پریشانی نہیں ہوئی۔ سات بجے اُٹھ کر چائے پی اور کام شروع کردیا۔ دس بجے ناشتہ

کر کے اسکول جانے کے لئے باہر نکلا۔ آج دھوپ نکلی تھی۔ دِن خشک تھا۔
لیکن غضب کی سردی تھی۔ گیارہ بجے اسکول پہنچا۔ چارلس ٹامس کو پڑھایا۔
انہیں آج سردی بہت لگ رہی تھی۔ اس لئے انہوں نے ایک بجے سے
قبل ہی گھر جانے کی اجازت مانگی۔ میں وہاں سے اُٹھ کر سیدھا گھر آیا۔ کھانا
کھایا۔ مکان کے سامنے کی برف صاف کی۔ تہہ خانے سے کوئلہ نکالا اور
پھر کام کرتا رہا۔ گیارہ بجے سویا۔

جمعرات ۲۴ر جنوری ۱۹۶۳ء

ساڑھے چار بجے آنکھ کُھل گئی۔ سردی بہت تھی۔ بستر میں چُپ چاپ
لیٹا رہا۔ ساڑھے چھ بجے اُٹھ کر چائے بنائی اور ایک پیالی پی کر کام کرنے لگا۔
نو بجے تک کام کرتا رہا۔ کھڑکی کے پردے اُٹھا کر دیکھا۔ باہر کہرا چھایا ہوا تھا
اور اُس کی وجہ سے خاصا اندھیرا تھا۔ ناشتہ کیا اور پھر کام کرنے لگا۔ ساڑھے
گیارہ بجے تیار ہوا۔ بارہ بجے کھانا کھایا اور بیوی بچے کو بس میں بٹھا کر آکسفورڈ
سرکس لے گیا۔ بیوی کو کچھ چیزیں خریدنا تھیں۔ انہیں وہاں چھوڑا اور سیدھا
بس میں بیٹھ کر اسکول پہنچا۔ کلاس میں چند منٹ کی دیر ہوگئی۔ چارلس ٹامس
موجود تھے۔ انہیں تین بجے تک پڑھایا اور پھر وہاں سے اُٹھ کر بی بی سی کے
دفتر بُش ہاؤس گیا۔ وہاں عباسی، قاسمی، قادری اور اظہار کاظمی سے باتیں ہوتی
رہیں۔ پانچ بجے وہاں سے اُٹھا Holborn کے اسٹیشن آیا۔ بہت مجمع تھا۔
اس لئے Tottenham Court Road کی طرف چل دیا۔ وہاں
تو تِل دھرنے کی جگہ نہیں تھی۔ پون گھنٹے کے انتظار کے بعد گاڑی ملی۔
ساڑھے چھ بجے گھر پہنچا۔ چائے پی اور باتیں کرتا رہا۔ آٹھ بجے کھانا کھا کر
کام شروع کیا۔ گیارہ بجے تک لکھتا رہا۔ اُس کے بعد سویا۔

جمعہ ۲۵ر جنوری ۱۹۶۳ء

صبح چھ بجے اُٹھا۔ چائے پی کر کام کرنے لگا۔ ساڑھے دس بجے ناشتہ

کر کے اسکول کی طرف روانہ ہوا۔گیارہ بجے پہنچا۔ رسل کمرے میں انتظار کر رہے تھے۔ہم لوگ وہاں سے اُٹھ کر سینیئر کامن روم میں گئے۔ وہاں کافی پی اور لائبریری کے لئے کتابوں کی فہرست بناتے رہے۔ بارہ بجے میں کمرے میں واپس گیا۔ طالب علم موجود تھے۔ انہیں ایک بجے تک پڑھایا۔ ایک بجے رسل کمرے میں آگئے۔ میرین بھی پڑھنے کے لئے آگئیں۔ میں وہاں سے رخصت ہوکر سینیئر کامن روم میں آیا اور وہاں چپ چاپ بیٹھا ہوا رسالوں کی ورق گردانی کرتا رہا۔ سوا دو بجے رسل آئے تو پھر فہرست بنانے کا کام شروع کیا۔ ساڑھے تین بجے رسل نے میرے ساتھ مل کر "آب حیات" پڑھنی شروع کی۔ پانچ بج گئے تو وہاں سے رخصت ہوا۔ Drummond Street. سے گوشت خریدا اور Warren Street سے ٹیوب میں بیٹھ کر گھر آگیا۔ چائے پی اور باتیں کرتا رہا۔ کھانا کھا کر نو بجے کام شروع کیا۔ گیارہ بجے تک لکھتا رہا۔ اُس کے بعد سویا۔

ہفتہ ۲۶ جنوری ۱۹۶۳ء

صبح ساڑھے پانچ بجے اُٹھا۔ آج سردی زیادہ نہیں تھی۔ نل جو جمے ہوئے تھے کھل گئے۔ دو بجے تک گھر ہی پر رہا۔ اُس کے بعد کھانا کھا کر باہر نکلا۔ کیمڈن ٹاؤن سے ریجنٹ پارک اور گریٹ پورٹلینڈ اسٹریٹ ہوتا ہوا آکسفورڈ سرکس پہنچا۔ وہاں سے ریجنٹ اسٹریٹ اور پکاڈلی ہوتا ہوا لیسٹر اسکوائر آیا۔ لیسٹر اسکوائر سے ٹیوب میں بیٹھ کر گھر آگیا۔ آج موسم بہت اچھا ہو گیا تھا۔ راستے میں یہ معلوم ہوا کہ ٹمپریچر ۴۲ ڈگری ہو گیا ہے۔ ساڑھے سات بجے گھر واپس پہنچ گیا۔ کھانا کھایا اور لکھتا رہا۔ ساڑھے دس بجے سویا۔

اتوار ۲۷ جنوری ۱۹۶۳ء

صبح سات بجے آنکھ کھلی۔ کھڑکیوں میں سے باہر دیکھا۔ آج بھی موسم اچھا تھا۔ چائے پی اور کام کرتا رہا۔ دس بجے اخبار OBSERUR اور Sunday Times. لینے کے لئے گیا۔ کمرے میں آکر اُن پر ایک نظر ڈالی گیارہ بج گئے تو

کھانا کھایا اور ساڑھے گیارہ بجے ہندوستانی فلم "بھابی کی چوڑیاں" دیکھنے کی غرض سے بیوی اور بچے کو ساتھ لے کر Notting Hill Gate. گیا۔ فلم ہندو متوسط طبقے کے بعض مسائل کے بارے میں تھا اور ان مسائل کو خوبی سے پیش کیا گیا تھا۔ فلم ختم ہوا تو ایک خاتون میری بیوی کے قریب آئیں اور اُن سے بڑے تپاک سے ملیں۔ یہ منیزہ تھیں جو اپنے شوہر بصیر حسن کے ساتھ آج کل کراچی سے لندن آئی ہوئی ہیں۔ وہ اپنے ساتھ ہم لوگوں کو اپنے ہوٹل Leinster Tower. لے گئیں۔ ہم لوگ وہاں آٹھ بجے تک بیٹھے کافی پیتے اور باتیں کرتے رہے۔ اُس کے بعد ٹیوب میں بیٹھ کر گھر آ گئے۔ میں کچھ دیر لکھتا پڑھتا رہا۔ ساڑھے دس بجے سو گیا۔

پیر ۲۸ / جنوری ۱۹۶۳ء

صبح ساڑھے چار بجے آنکھ کھل گئی۔ اُٹھ کر کام شروع کیا۔ کچھ دیر لکھا۔ آٹھ بجے چائے پی۔ ناشتہ کیا اور پھر لکھنے لگا۔ گیارہ بجے کے بعد کھانا کھایا اور تیار ہو کر اسکول گیا۔ ڈاک دیکھی اور وہاں سے برٹش میوزیم گیا۔ آج کلیات میر کے قلمی نسخے نکلوائے اور اُن کو دیکھا۔ میر حسن اور میر سوز پر بھی کچھ کام کیا۔ ساڑھے چار بجے وہاں سے اُٹھ کر Drumond Street. آیا۔ گوشت خریدا اور بس میں بیٹھ کر گھر آ گیا۔ چائے پی اور کام کرتا رہا۔ ساڑھے آٹھ بجے کھانا کھا کر پھر لکھنے لگا۔ دس بجے سو یا۔

منگل ۲۹ / جنوری ۱۹۶۳ء

صبح پانچ بجے آنکھ کھلی۔ اُٹھ کر چائے پی اور کام کرتا رہا۔ گیارہ بجے تیار ہو کر بیوی اور بچے کے ساتھ ٹیوب میں بیٹھ کر Leinster Tower. گیا۔ منیزہ نے بُلایا تھا۔ وہاں کچھ دیر بیٹھا۔ پھر بصیر حسن کے ساتھ بینک گیا۔ واپس آ کر انہیں کے ساتھ بس میں بیٹھ کر آکسفورڈ سرکس ہوتا ہوا برٹش میوزیم پہنچا۔ آج کریم خاں کا سیاحت نامہ لندن کا مخطوطہ نکلوایا اور اس کو دیکھتا رہا۔

پانچ بجے وہاں سے اُٹھا۔ آکسفورڈ روڈ ہوتا ہوا پیدل MARBLE ARCH تک آیا وہاں سے ٹیوب میں بیٹھا۔ لنکا سٹر گیٹ اُترا۔ وہاں فہمیدہ اور منیزہ مل گئیں۔ راستہ بھول کر اِدھر اُدھر بھٹک رہی تھیں۔ انہیں Lins.er Tower ہوٹل پہنچایا۔ اور وہاں بیٹھا رہا۔ باتیں ہوتی رہیں اور ٹیلی ویژن دیکھتا رہا۔ نو بجے کے بعد وہاں سے گھر آنے کے لئے باہر نکلا اب بھی ہلکی ہلکی بارش ہو رہی تھی۔ بہر حال لنکا سٹر گیٹ سے ٹیوب میں بیٹھا اور گھر آ گیا۔ تھک کر چور ہو گیا تھا۔ اس لئے کچھ کام نہ کر سکا۔ دس بجے ہی سو گیا۔

بُدھ ۳۰ رجنوری ۱۹۶۳ء

صبح ساڑھے چار بجے اُٹھا۔ آج سردی زیادہ نہیں تھی۔ ساڑھے پانچ بجے اُٹھ کر غسل خانے میں گیا۔ منہ ہاتھ دھویا اور چائے پی کر کام شروع کر دیا۔ دس بجے ناشتہ کر کے اسکول پہنچا۔ چارلس ٹامس آ گئے۔ انہیں ایک بجے تک پڑھایا۔ وہاں سے کام ختم کر کے سیدھا برٹش میوزیم آیا۔ میر تقی میر کے کلیات کے نسخے دیکھے اور کریم خاں کے سیاحت نامہ انگلستان کا مطالعہ کیا۔ یہ بہت دلچسپ کتاب ہے۔ یہ اُردو کی پہلی ڈائری ہے۔ اس کو چھپنا چاہیئے۔ انشاءاللہ جلد اس کا انتظام کروں گا۔ پانچ بجے برٹش میوزیم سے اُٹھ Tottenham Court Road. اور وہاں سے ٹیوب میں بیٹھ کر گھر آ گیا۔ کھانا تیار تھا۔ بہت بھوک لگی تھی۔ دو قسم کے سالن پکے تھے۔ خوب سیر ہو کر کھایا۔ چائے پی اور بیوی سے باتیں کرتا رہا۔ ساڑھے سات بجے لکھنا شروع کیا اور دس بجے تک لکھتا رہا۔ ساڑھے دس بجے بستر میں لیٹا، گیارہ بجے کے قریب نیند آ گئی۔

جمعرات ۳۱ رجنوری ۱۹۶۳ء

صبح سوا چار بجے اُٹھ گیا۔ لیکن بستر میں لیٹا رہا۔ ساڑھے پانچ بجے اُٹھا۔ نہایا۔ چائے پی اور لکھنے کے لئے بیٹھ گیا۔ ساڑھے دس بجے تک لکھتا رہا۔ گیارہ بجے تیار ہو کر باہر نکلا۔ کچھ چیزیں خریدیں۔ واپس آ کر کھانا کھایا اور اسکول چل دیا۔ ایک

بجے چارلس ٹامس اور گولڈنگ آگئے۔ انہیں پریم چند پڑھایا۔ پھر اسکول میں ڈاک دیکھی۔ باہر نکلا تو خوب برف گر رہی تھی۔ ٹیوب میں بیٹھ کر گھر آ گیا۔ منیزہ اور بصیر بیٹھے ہوئے تھے۔ اُن کے ساتھ چائے پی اور باتیں کرتا رہا۔ ساڑھے چار بجے انہیں بس اسٹاپ تک پہنچانے گیا۔ برف برابر گرتی رہی۔ واپس آ کر کام کرتا رہا۔

جمعہ یکم فروری ۱۹۶۳ء

پانچ بجے آنکھ کھلی۔ اُٹھ کر کھڑکی سے باہر دیکھا۔ ہر چیز سفید تھی۔ رات کو خوب برف گری تھی۔ چائے بنائی اور کام کرتا رہا۔ لیکن کچھ لکھ نہ سکا۔ گیارہ بجے کھانا کھا کر اسکول گیا۔ آج ٹامس نہیں آئے۔ کلارک اور گولڈنگ کو ایک بجے تک پڑھایا۔ ایک بجے نعیم آگئے۔ اُن کے ساتھ کافی پینے گیا۔ دو بجے تک باتیں ہوتی رہیں۔ واپس آیا تو رسل انتظار کر رہے تھے۔ اُن کے ساتھ سینئر کامن روم میں گیا۔ آج شاعری کی کتابوں کی فہرست مکمل کر لی۔ چار بجے چائے پی اور باتیں کرتے رہے۔ ساڑھے چار بجے اُن سے رُخصت ہو کر Tottenham Court Road. سے ٹیوب میں بیٹھ کر Leinster Tower. گیا۔ مُنیزہ اور بصیر سے مُلاقات ہوئی۔ فہمیدہ وہاں دن ہی میں چلی گئی تھیں۔ رات کو دس بجے ہم لوگ واپس آئے۔ بہت تھک گیا تھا۔ اس لئے لکھنے پڑھنے کا کام نہ کر سکا۔ بستر میں لیٹ گیا۔ گیارہ بجے نیند آ گئی۔

ہفتہ ۲ر فروری ۱۹۶۳ء

صبح کو ساڑھے چار بجے آنکھ کھُل گئی۔ سردی بہت تھی۔ اس لئے بستر سے باہر نکلنے کی ہمت نہیں پڑی۔ ساڑھے چھ بجے اُٹھا۔ چائے پی اور لکھنے کے لئے بیٹھ گیا۔ گیارہ بجے سعید آگئے۔ اُن کے ساتھ کھانا کھایا اور پھر ہم لوگ بجلی کا سامان دیکھنے کے لئے کنگس کراس ہوتے ہوئے اپر اسٹریٹ پہنچے۔ وہاں Kenroy Ltd. کے یہاں بجلی کا سامان دیکھا۔ ایک الیکٹرک بلینکٹ، ایک ٹوسٹر اور پرلیشر ککر خریدا۔ قیمت ادا کی اور ٹیکسی لے کر گھر آئے۔ ڈھائی بجے

بی بی سی جانا تھا۔ آج فہمیدہ کے مباحثے کی ریکارڈنگ تھی۔ اس لئے جلدی جلدی چائے پی کر بُش ہاؤس پہنچے۔ میں نے بچے کو اپنے پاس رکھا۔ فہمیدہ نے ریکارڈنگ کرائی۔ وہاں فیض بھی آ گئے۔ اُن سے بھی آج لندن میں پہلی بار مُلاقات ہوئی۔ وہاں سے پانچ بجے فارغ ہو کر ہم پاکستان ہوسٹل پہنچے۔ کھانا کھایا اور آٹھ بجے کے قریب گھر واپس آئے۔ میں کچھ دیر لکھنے کا کام کرتا رہا۔ گیارہ بجے سو گیا۔

اتوار ۳ ؍ فروری ۱۹۶۳ء

رات کو خدا جانے کیوں ٹھیک سے نیند نہیں آئی۔ صبح اُٹھ کر دیکھا تو گھڑی میں سوا تین بجے تھے۔ چُپ چاپ لیٹا رہا اور پھر سو گیا پھر جو اُٹھ کر دیکھا تو ساڑھے آٹھ بجے تھے۔ خیال تھا آج دن بھر گھر پر رہوں گا۔ لیکن دس بجے کے قریب منیزہ کا فون آیا۔ انہوں نے اصرار کیا کہ پکچر ضرور دیکھی جائے۔ بہت انکار کیا لیکن وہ نہیں مانی۔ اس لئے جلدی جلدی تیار ہو کر سینما دیکھنے چل دیئے۔ آج Notting Hill Gate میں ہندوستانی فلم مس میری تھا۔ وہ فلم دیکھا۔ وہاں سے پیدل Leinster Tower آئے۔ چائے پی اور چھ بجے وہاں سے ٹیوب میں بیٹھ کر گھر آ گئے۔ آگ جلائی۔ کھانا کھایا۔ چند منٹ کے لئے ڈاکٹر کریم اور ڈاکٹر حق کے پاس گیا۔ واپس آ کر لکھنا شروع کیا۔ گیارہ بجے سویا۔

پیر ۴ ؍ فروری ۱۹۶۳ء

صبح چار بجے آنکھ کُھل گئی لیکن سردی بہت تھی۔ اس لئے اُٹھ نہ سکا۔ بستر میں لیٹے لیٹے پھر سو گیا۔ سات بجے جاگا۔ باہر دیکھا تو اندھیرا تھا اور کہرا چھایا ہوا تھا۔ چائے پی اور کام کرتا رہا۔ بارہ بجے کھانا کھا کر اسکول گیا۔ ڈاک دیکھی۔ وہاں سے بینک گیا۔ تیس پونڈ نکلوائے۔ اور پھر برٹش میوزیم چلا گیا۔ کلیات میر کے نسخے دیکھے۔ کریم خاں کا سیاحت نامہ پڑھا۔ بہت دلچسپ

کتاب ہے۔ سوچتا ہوں اس کو ضرور چھپوا دوں گا۔ اُنیسویں صدی کے لندن کی بہت اچھی تصویر کھینچی ہے۔ پانچ بجے برٹش میوزیم سے اُٹھ کر Drumond Street. آیا۔ گوشت خریدا اور ٹیوب میں بیٹھ کر گھر آ گیا۔ چائے پی اور باتیں کرتا رہا۔ کھانا کھا کر لکھنا شروع کیا۔ گیارہ بجے سویا۔

منگل ۵ فروری ۱۹۶۳ء

سوا پانچ بجے آنکھ کھلی۔ اُٹھ کر چائے بنائی اور کام شروع کیا۔ ساڑھے سات بجے کھڑکیاں کھول کر باہر دیکھا۔ بہت اچھی دھوپ نکلی ہوئی تھی۔ سردی بھی کم تھی۔ بارہ بجے کھانا کھا کر باہر نکلا۔ برف پگھل رہی تھی۔ بیوی اور بچے کے ساتھ ٹیوب میں Leinster Tower. مُنیزہ کے یہاں گیا۔ اُن کو وہاں چھوڑ کر برٹش میوزیم آیا اور وہاں پانچ بجے تک کام کیا۔ اُس کے بعد اسکول میں جا کر ڈاک دیکھی۔ مرزا ریاض کا خط ملا۔ Tottenham Court Road. آکسفورڈ اسٹریٹ اور پکاڈلی سرکس کی سیر کرتا ہوا لیسٹر اسکوائر پہنچا۔ وہاں سے ٹیوب میں بیٹھ کر گھر آ گیا۔ چائے پی اور باتیں کرتا رہا۔ کھانا کھا کر کام شروع کیا۔ گیارہ بجے سویا۔

بدھ ۶ فروری ۱۹۶۳ء

صبح ساڑھے پانچ بجے سو کر اُٹھا۔ چائے پی اور کام کرنے کے لئے بیٹھ گیا۔ ساڑھے نو بجے اُٹھ کر تیار ہوا۔ ناشتہ کیا اور اسکول گیا۔ راستے میں برف گرنے لگی۔ کمرے میں پہنچا۔ چارلس ٹامس آ گئے۔ انہیں ساڑھے بارہ بجے تک نذیر احمد پڑھایا۔ برف برابر گرتی رہی۔ سامنے کھڑکی میں سے باہر کا منظر نظر آ رہا تھا۔ ٹامس نے اس منظر کو دیکھ کر مجھ سے کہا کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں گھر چلا جاؤں برف کی وجہ سے پریشان ہو رہا ہوں۔ پڑھنے میں جی نہیں لگتا۔ وہ ساڑھے بارہ بجے رخصت ہوئے۔ میں وہاں سے اُٹھ کر EUSTON SQUARE STATION پہنچا۔ فہمیدہ اور منیزہ آج ایک بجے یہاں پہنچنے والی تھیں۔ طے یہ ہوا تھا کہ انہیں یونیورسٹی کی مختلف عمارتیں دکھاؤں گا۔ ڈیڑھ بجے بس اسٹاپ پر اُن کا انتظار کرتا

رہا۔ برف برابر گرتی رہی ۔ جب ڈیڑھ بجے تک یہ لوگ نہیں آئے تو سوچا ٹیوب اسٹیشن سے فون کروں۔ اندر گیا۔ لیکن پھر یہ سوچ کر کے شاید اب تک پہنچ گئے ہوں باہر آیا۔ دیکھا تو سامنے یہ لوگ مع بچے کے چلے آ رہے ہیں۔ برف نے بُرا حال کر دیا ہے چھتری لگائی اور انہیں کمرے میں لایا۔ سعید بھی موجود تھے ۔ چند منٹ وہاں آرام کیا۔ پھر اُٹھے ۔ اسکول آف اورینٹل اسٹڈیز برک بک کالج، انسٹی ٹیوٹ آف ایجوکیشن، یونیورسٹی یونین کی عمارتیں انہیں دکھائیں۔ پھر برٹش میوزیم چلے گئے اُس کے بھی کچھ حصے دیکھے ۔ چار بجے وہاں کافی پی اور DRUMMOND STREET سے ضروری سامان خرید کر گھر آ گئے ۔ آگ جلائی ۔ چائے بنا کر پی اور بیٹھے باتیں کرتے رہے ۔ ساڑھے آٹھ بجے کھانا کھا کر کام شروع کیا ۔ اپنے رپورتاژ ارض پاک سے دیار فرنگ تک کا آخری حصہ لکھا۔ لیکن باوجود کوشش کے اس کو ختم نہ کر سکا ۔ گیارہ بجے سویا۔

جمعرات ۷ ر فروری ۱۹۶۳ء

آج ذرا دیر میں آنکھ کھلی ۔ گھڑی دیکھی تو پونے آٹھ بجے تھے ۔ باہر ابھی تک اندھیرا تھا۔ دُھندسی چھائی ہوئی تھی ۔ چائے بنا کر پی اور کام شروع کر دیا۔ آج اپنے رپورتاژ ارض پاک سے دیار فرنگ تک آخری حصہ مکمل کر لیا۔ خدا خدا کر کے آج یہ کام ختم ہوا۔ میرے ہاتھ کے لکھے ہوئے فل اسکیپ سائز کے ۲۶ صفحے ہوئے ۔ اب اس پر نظر ثانی کروں گا اور چھپنے کے لئے بھیج دوں، کتابی صورت میں بھی چھپوانے کا ارادہ ہے ۔ گیارہ بجے اُٹھ کر تیار ہوا۔ بارہ بجے کھانا کھایا اور اسکول روانہ ہوا ۔ ایک بجے کلاس تھا لیکن آج صرف ایک طالب علم گولڈنگ میرے پاس آیا۔ چارلس ٹامس اور کلارک نہیں آئے ۔ چند منٹ گولڈنگ سے باتیں کرتا رہا۔ لیکن پڑھایا نہیں۔ اُس کے جانے کے بعد اسکول کی اصل عمارت میں جا کر ڈاک دیکھی ۔ اور پھر دو بجے کے قریب برٹش میوزیم چلا گیا۔ میر کے دیوانوں کے دونوں نسخے دیکھے ۔ اِن دونوں میں کچھ کلام غیر مطبوعہ

ہے۔ ایک حصے میں کچھ مطلع درج ہیں۔ اگرچہ ان میں سے بعض مطلع نہیں ہیں۔ بہر حال ان کو نقل کرلیا۔ ان میں چند قصیدے اور مخمس اور مسدس بھی غیر مطبوعہ معلوم ہوتے ہیں۔ انہیں نقل کروں گا۔ اس کے بعد میرحسن کی کچھ غزلیں نقل کیں اور کریم خاں کے سیاحت نامے کا مخطوطہ دیکھتا رہا۔ ساڑھے چار بجے وہاں سے اٹھا۔ ڈرومنڈ اسٹریٹ سے آکر مرغ خریدا اور بس میں بیٹھ کر گھر آگیا۔ چائے پی اور آگ کے سامنے بیٹھا، سوا کام کرتا رہا۔ ۹ بجے کھانا کھا کر پھر کام شروع کیا۔ ساڑھے گیارہ بجے سویا۔

جمعہ ۸ / فروری ۱۹۶۳ء

آج پھر ذرا دیر میں آنکھ کھلی۔ اُٹھ کر گھڑی دیکھی تو ساڑھے سات بج رہے تھے۔ باہر دیکھا۔ ہر طرف دھند چھائی ہوئی تھی۔ چائے پی اور کام کرنے لگا۔ گیارہ بجے تیار ہو کر اسکول گیا۔ بارہ بجے گولڈنگ اور کلارک آگئے۔ انہیں پڑھایا۔ ایک بجے وہ دونوں رخصت ہوئے تو اسکول کی اصل عمارت میں گیا۔ ڈاک دیکھی اور پھر برٹش میوزیم چلا گیا۔ مخطوطات کے نسخے نکلوائے اور کام کرتا رہا۔ پانچ بجے واپس آیا۔ گھر پر سناٹا تھا۔ فہمیدہ بچے کو لے کر منیزہ کے ساتھ LEINSTER TOWER چلی گئی تھیں۔ تنہائی میں کمرہ کاٹنے لگا۔ چائے بنا کر پی رہا تھا کہ ٹیلی فون کی گھنٹی۔ فہمیدہ نے فون کیا کہ میں وہیں پہنچ جاؤں۔ چنانچہ میں چائے پی کر ٹیوب میں بیٹھا اور ہوٹل پہنچا۔ وہ لوگ انتظار کر رہے تھے۔ وہیں کھانا تیار ہوا —— اور وہاں سے ہم لوگ (فہمیدہ، منیزہ اور بچہ فرحان) نو بجے کے قریب گھر آئے۔ میں نے کچھ دیر کام کیا۔ گیارہ بجے سو گیا۔

ہفتہ ۹ / فروری ۱۹۶۳ء

صبح سات بجے آنکھ کھلی۔ چائے پی۔ آگ جلائی اور کام کرنے کے لئے بیٹھ گیا۔ آج بھی موسم خراب تھا۔ کہرے کی وجہ سے تاریکی تھی۔ آج گیارہ بجے

کے قریب سعید نے آنے کا وعدہ کیا تھا لیکن انہوں نے فون پر یہ اطلاع دی
کہ طبیعت خراب ہے اس لئے نہیں آسکتے۔ چنانچہ میں گھر ہی پر رہا۔ ڈیڑھ بجے
کھانا کھا کر بی بی سی کے دفتر بش ہاؤس گیا۔ قاسمی صاحب نے آج بلایا تھا۔
فیض صاحب کے ساتھ مباحثہ تھا۔ لیکن فیض صاحب نہیں آئے۔ عباسی
اور قادری سے باتیں کرتا رہا۔ ساڑھے چار بجے وہاں سے اٹھا اور چیرنگ
کراس روڈ پر آکر FOYLES کی دوکان میں کتابیں دیکھیں ـــــ لیکن کوئی
قاعدے کی کتاب نہیں ملی۔ اس لئے وہاں سے سیدھا گھر آگیا۔ شام کو بصیر حسن
آئے۔ سب نے مل کر کھانا کھایا۔ اُن کے جانے کے بعد کچھ دیر لکھنے پڑھنے
کی کوشش کی لیکن تھک گیا تھا۔ اس لئے کام نہ کر سکا۔ گیارہ بجے سویا۔

اتوار ۱۰ فروری ۱۹۶۳ء

ساڑھے پانچ بجے اُٹھا۔ چائے پی کر کام کرتا رہا۔ آج دھند چھائی ہوئی تھی۔
سردی بھی خاصی تھی۔ ساڑھے گیارہ بجے تیار ہو کر بیوی اور بچے کے ساتھ باہر
باہر نکلا۔ بارش ہو رہی تھی۔ بس میں بیٹھ کر ہم لوگ بیکر اسٹریٹ پہنچے۔ اب برف
گرنے لگی تھی۔ ایک بجے ہندوستانی فلم "پھر صبح ہوگی" دیکھا۔ وہاں سے نکلے
تو برف خاصی گر چکی تھی۔ بصیر اور منیزہ کے ساتھ اُن کے ہوسٹل گئے۔ وہاں
چائے پی اور وہاں سے اُٹھ کر ساڑھے سات بجے گھر واپس آئے۔ کافی پی کر
پڑھتا رہا۔ ساڑھے دس بجے سویا۔

پیر ۱۱ فروری ۱۹۶۳ء

صبح چھ بجے اُٹھا۔ دودھ گرم کیا۔ چائے پی اور کام کرنے لگا۔ ۱۲ بجے کھانا
کھا کر اسکول گیا۔ ڈاک دیکھی اور پھر برٹش میوزیم چلا گیا۔ پانچ بجے تک وہاں کام
کرتا رہا۔ اُس کے بعد گھر آیا۔ چائے پی۔ کھانا کھایا اور لکھتا پڑھتا رہا۔ ساڑھے
دس بجے سویا۔

منگل ۱۲ فروری ۱۹۶۳ء

ساڑھے پانچ بجے آنکھ کھلی - چائے پی کر لکھتا پڑھتا رہا - ساڑھے گیارہ بجے تیار ہو کر بیوی اور بچے کے ساتھ باہر نکلا - انہیں آکسفورڈ اسٹریٹ چھوڑا اور خود برٹش میوزیم چلا گیا - اور پانچ بجے تک کام کرتا رہا - آج میں نے دیوانِ میر کے مخطوطے پر اپنا مضمون مکمل کر لیا - برٹش میوزیم سے اُٹھ کر آکسفورڈ اسٹریٹ آیا - ایک دوکان سے قمیص، موزے اور مفلر خریدا - ماربل آرچ تک پیدل گیا - وہاں سے ٹیوب میں بیٹھا اور QUEENWAY اُتر کر LEINSTER TOWER پہنچا - فہمیدہ وہاں پہلے سے موجود تھیں - رات کا کھانا وہیں بصیرا اور منیزہ کے ساتھ کھایا - نو بجے واپس گھر آیا - گیارہ بجے تک کام کیا اور پھر سو گیا -

بُدھ ۱۳ فروری ۱۹۶۳ء

صبح سات بجے اُٹھا - آج مطلع صاف تھا - تھوڑی دیر میں دھوپ نکل آئی - دس بجے ناشتہ کر کے اسکول پہنچا - گیارہ بجے چارلس ٹامس آگئے - اُنہیں ایک بجے تک پڑھایا - ڈاکٹر شاہ آگئے - اُن سے باتیں کرتا رہا - پھر ڈیڑھ بجے کے بعد رسل آگئے - اُن کے ساتھ سینئر کامن روم میں گیا - کافی پی - اُن کے ساتھ آبِ حیات کے کچھ حصّے پڑھے - اور کتابوں کی فہرست بنائی - ساڑھے چار بجے وہاں سے رُخصت ہو کر گھر آیا - چائے پی اور باتیں کرتا رہا - آٹھ بجے کھانا کھا کر کام شروع کیا - گیارہ بجے سویا -

جمعرات ۱۴ فروری ۱۹۶۳ء

صبح ساڑھے سات بجے آنکھ کھلی - پردے اُٹھا کر کھڑکی کے باہر دیکھا - بہت اچھی دھوپ نکلی ہوئی تھی - دیکھ کر جی خوش ہوا - سردی بھی کم تھی - چائے پی کر کام کرنے لگا - گیارہ بجے تک کام کیا - بارہ بجے کھانا کھا کر اسکول گیا - ایک بجے کلارک، گولڈنگ اور ٹامس آگئے - انہیں تین بجے تک پڑھایا - اُس کے بعد

اسکول کے ریڈنگ روم میں جاکر یونیورسٹیوں کے کلنڈر دیکھے۔ ہفتے کو بی بی سی والوں کو ایک تقریر لکھ کر دینا ہے جس کا عنوان ہے برطانیہ میں مشرقی علوم کی تعلیم۔ اس کے لیئے ریڈنگ روم میں مختلف کتابوں سے مواد حاصل کرلیا۔ چار بجے وہاں سے اٹھ کر سینئر کامن روم میں آیا۔ چائے پی اور کچھ دیر بیٹھا رہا۔ ساڑھے پانچ بجے گھر آگیا۔ فہمیدہ ابھی تک نہیں آئی تھیں۔ کمرے میں سناٹا تھا۔ اس لئے باہر گیا اور ٹیوب اسٹیشن پر اُن کا انتظار کرتا رہا۔ پونے چھ بجے کے قریب وہ آئیں۔ برف گرنے لگی تھی۔ چھتری لگا کر ہم لوگ گھر آئے۔ چائے پی اور باتیں کرتے رہے۔ آٹھ بجے کھانا کھایا اور میں گیارہ بجے تک لکھتا پڑھتا رہا۔ اُس کے بعد سویا۔

جُمعہ ۱۵ر فروری ۱۹۶۳ء

پونے چھ بجے اُٹھا۔ ہیٹر جلایا اور کام کرنے لگا۔ آٹھ بجے کے قریب کھڑکیاں کھول کر باہر دیکھا۔ رات کو برف گری تھی لیکن زیادہ نہیں۔ سردی کچھ زیادہ نہیں تھی۔ نو بجے ناشتہ کیا اور پھر گیارہ بجے تک کام کرتا رہا۔ اِس کے بعد کھانا کھا کر اسکول گیا۔ بارہ بجے ٹامس اور گولڈنگ آگئے۔ اُنہیں پڑھایا۔ ایک بجے کے بعد برٹش میوزیم پہنچا اور وہاں ساڑھے چار بجے تک کام کیا۔ کریم خاں کی ڈائری "سیاحت نامہ" آج نقل کرنا شروع کردی۔ ساڑھے چار بجے وہاں سے اٹھا اور DRUMMOND STREET آکر گوشت خریدا۔ اور بس میں بیٹھ کر گھر آیا۔ چائے پی اور باتیں کرتا رہا۔ ساڑھے سات بجے حسان صاحب نے اطلاع دی کہ رسل اُن کے یہاں پہنچ گئے ہیں۔ آج انہوں نے رسل کو کھانے پر بلایا تھا۔ میں اُن کے یہاں پہنچا۔ کھانا کھایا اور کئی گھنٹے تک باتیں کیں۔ ۹ بجے رسل کو ٹفنل پارک ٹیوب اسٹیشن تک پہنچایا اور کمرے میں واپس آکر کام کرنے لگا۔ گیارہ بجے سویا۔

ہفتہ ۱۶ فروری ۱۹۶۳ء

صبح ساڑھے پانچ بجے سو کر اُٹھا۔ ہیٹر جلایا اور کام شروع کر دیا۔ ساڑھے نو بجے تک لکھتا رہا۔ بی بی سی کے لئے "انگلستان میں مشرقی زبانوں کی تعلیم" کے موضوع پر آج تقریر لکھ کر دینی تھی، بس اسی کو پورا کیا۔ کوئی اور کام نہ کر سکا۔ پھر چائے پی آگ جلائی اور باتیں کرتا رہا۔

ایک بجے کھانا کھا کر بی بی سی کے دفتر بش ہاؤس گیا۔ قاسمی صاحب اور عباسی میرے منتظر تھے۔ کچھ دیر اُن سے باتیں کیں۔ فیض صاحب آگئے۔ اُن کے ساتھ آج میرا پروگرام تھا۔ بی بی سی والے میرا اور اُن کا مباحثہ نشر کرنا چاہتے تھے۔ ہم لوگوں نے بش ہاؤس کے ریستوراں میں بیٹھ کر چائے پی اور سوچا کہ کس موضوع پر مباحثہ ہونا چاہیئے۔ میں نے کہا کہ پاکستان کے ثقافتی مسائل پر کچھ گفتگو ہو جائے تو اچھا ہے۔ فیض صاحب نے اس موضوع کو پسند کیا۔ میں نے کچھ پوائنٹس نوٹ کئے۔ اور پھر ہم لوگ ریستوران سے اُٹھ کر اسٹوڈیو میں آئے۔ قاسمی صاحب انتظار کر رہے تھے۔ مباحثہ ریکارڈ کرایا۔ دلچسپ گفتگو رہی۔ پانچ بجے انگلستان میں مشرقی تعلیم کے موضوع پر تقریر ریکارڈ کرائی۔ اور فیض صاحب سے رخصت ہو کر باہر نکلا۔ فیض صاحب نے کہا کہ وہ بدھ کو مجھ سے اسکول میں ملیں گے۔ میں وہاں سے سیدھا سعید کے یہاں پہنچا۔ وہ کئی روز سے بیمار تھے۔ سوچا ذرا انہیں دیکھتا چلوں۔ ملاقات ہوئی کہنے لگے۔ آج ہی بخار سے اُٹھا ہوں۔ وہاں اسلم بھی مل گئے۔ چند منٹ وہاں بیٹھا۔ اس کے بعد رخصت ہو کر سیدھا گھر آیا۔ فہمیدہ اداس بیٹھی تھیں۔ انہیں لے کر بازار گیا۔ کچھ چیزیں خریدیں۔ اور کمرے میں واپس آیا۔ کھانا کھایا اور گیارہ بجے تک کام کرتا رہا۔ اُس کے بعد سونے کی کوشش کی۔

اتوار ۱۷ فروری ۱۹۶۳ء

پونے پانچ بجے صبح آنکھ کھلی۔ بستر سے نکلا۔ ہیٹر جلایا اور کام کرنے کے

لئے بیٹھ گیا۔ آٹھ بجے چائے پی اور پھر کام کرتا رہا آج خیال یہ تھا کہ دن بھر گھر ہی پر رہوں گا۔ آرام کرنے کو جی چاہتا تھا۔ لیکن فہمیدہ نے ضد کی کہ سینما چلنا چاہیئے چنانچہ بارہ بجے کھانا کھا کر ہم لوگ کلبرن گئے اور وہاں ہندوستانی فلم "دھول کا پھول" دیکھا۔ فلم اچھا نہیں تھا۔ وقت ضائع ہوا۔ پانچ بجے ہم لوگ سیدھے گھر واپس آئے۔ چائے پی۔ کچھ دیر باتیں کرتے رہے۔ ساڑھے سات بجے کھانا کھا کر کام شروع کیا۔ گیارہ بجے تک لکھتا پڑھتا رہا۔ اس کے بعد سویا۔

پیر ۱۸ فروری ۱۹۶۳ء

صبح پانچ بجے سو کر اُٹھا۔ چائے پی کر کام کرتا رہا۔ ساڑھے سات بجے کھڑکیاں کھول کر باہر دیکھا۔ لاہور کی سی دھوپ نکلی ہوئی تھی بہت اچھا معلوم ہوا۔ ۹ بجے ناشتہ کیا اور پھر کام کرنے لگا۔ ایک بجے کھانا کھا کر اسکول گیا۔ ڈاک دیکھی۔ اور وہاں سے برٹش میوزیم چلا گیا۔ قلمی نسخے نکلوائے اور کام شروع کیا۔ آج میر تقی میر کے دوسرے تیسرے چوتھے اور پانچویں اور چھٹے دیوان کے نسخے پر مضمون تیار کیا۔ پانچ بجے وہاں سے اُٹھ کر اسکول آیا۔ تھک گیا تھا۔ سینئر کامن روم میں جا کر چائے پی۔ چائے پی اپنے کمرے میں آیا۔ رسل میرا انتظار کر رہے تھے۔ آج عباس احمد عباسی نے آنے کا وعدہ کیا تھا۔ وہ پی ایچ ڈی کرنا چاہتے ہیں۔ رسل نے کہا تھا کہ میں اُن سے موضوع کے بارے میں بات کروں۔ عباسی ٹھیک وقت پر آئے۔ چھ بجے تک اُن سے باتیں ہوتی رہیں۔ طے یہ ہوا کہ وہ سودا کے کلیات کو مرتب کریں گے اور اُس پر مقدمہ لکھیں گے۔ وہ رخصت ہوئے تو میں اور رسل کمرے سے باہر نکلے۔ اُن کے ساتھ EUSTON SQUARE آیا۔ انہیں وہاں رخصت کیا اور خود وارن اسٹریٹ سے ٹیوب میں بیٹھ کر گھر آیا۔ چائے پی رہا تھا کہ Cresta Sewing Machine. کے ایجنٹ Mr. Bending. آ گئے۔ انہوں نے مشین دکھائی۔ فہمیدہ کو پسند آئی۔ اس لئے خریدنے کا ارادہ کر لیا انہیں بیس پونڈ کا چیک دیا۔ کل قیمت ۵۷

پونڈ ہے۔ بقیہ رقم قسطوں میں ادا کی جائے گی۔ اُن کے جانے کے بعد کھانا کھایا۔
اور کچھ دیر کام کیا۔ ساڑھے گیارہ بجے سویا۔

منگل ۱۹ ر فروری ۱۹۶۳ء

ساڑھے پانچ بجے آنکھ کھلی۔ اُٹھ کر چائے بنائی۔ اور چائے پی کر کام کرنا شروع کیا۔ ساڑھے سات بجے تک کام کرتا رہا۔ کھڑکیوں کے پردے اُٹھا کر باہر دیکھا۔ رات کو برف گری تھی اور اس وقت بھی گر رہی تھی۔ ناشتہ کر کے اُدبی مسائل کے سلسلے کا مضمون فرانس کی چند ادبی مطبوعات، لکھنا شروع کیا۔ بارہ بج گئے۔ ایک بجے تیار ہوا۔ کھانا کھایا۔ باہر نکلا۔ برف اب بھی گر رہی تھی۔ افکار کے لئے مضمون پوسٹ کیا اور برٹش میوزیم چلا گیا۔ وہاں پونے پانچ بجے تک کام کیا۔ آج میر تقی میر کے دوسرے تیسرے، چوتھے، پانچویں اور چھٹے دیوان پر اپنا مضمون مکمل کر لیا۔ وہاں سے اٹھا اور اسکول آیا۔ ڈاک دیکھی اور پھر کمرے میں آکر خالد حسن قادری کا انتظار کیا۔ اب وہ پی ایچ ڈی کے لئے پانچ بجے شام کو منگل کے دن میرے پاس آتے ہیں۔ لیکن آج وہ نہیں آئے۔ اس لئے میں گھر آگیا۔ چائے پی اور کچھ دیر باتیں کرتا رہا۔ پھر کچھ خط لکھے۔ اور پھر کھانا کھا کر کام کرتا رہا۔ ساڑھے دس بجے بستر میں لیٹا اور کچھ پڑھنے کی کوشش کی۔ گیارہ بجے سو گیا۔

بدھ ۲۰ ر فروری ۱۹۶۳ء

صبح چار بجے آنکھ کھل گئی لیکن پھر سو گیا۔ سات بجے اُٹھا۔ اُٹھ کر چائے بنائی۔ ایک پیالی پی کر کام کرنے بیٹھ گیا۔ باہر کھڑکی میں سے دیکھا آج بھی برف گر رہی تھی۔ دس بجے تک کام کرتا رہا۔ اُس کے بعد ناشتہ کر کے اسکول گیا۔ راستے میں برابر برف گرتی رہی۔ گیارہ بجے پہنچا۔ چارلس ٹامس آگئے۔ اُنہیں پڑھایا۔ اُس کے بعد سینئر کامن روم میں گیا۔ کافی پی۔ رسل آگئے۔ اُن کے ساتھ شعبے کی میٹنگ میں گیا۔ میٹنگ شروع ہوئی۔ پروفیسر براف نے صدارت کی۔ سمینار کا

پروگرام بنایا گیا۔ پھر پروفیسر براف نے جب دفتر کے بارے میں کچھ باتیں کیں جس کا ماحصل یہ تھا کہ بعض اساتذہ دفتر والوں کا وقت ضائع کرتے ہیں۔ اس پر بعض اساتذہ نے دبے الفاظ میں ناراضی کا اظہار کیا تو براف صاحب کچھ نرم ہوئے۔ تین بجے کے بعد میٹنگ ختم ہوئی۔ تو میں اور رسل کامن روم میں آئے اور آب حیات کے کچھ حصّے پڑھے۔ ساڑھے چار بجے وہاں سے اُٹھ کر ڈرومنڈ اسٹریٹ آیا۔ گوشت لیا اور گھر آگیا۔ چائے پی اور باتیں کرتا رہا۔ ساڑھے آٹھ بجے کھانا کھایا اور کام کرتا رہا۔ گیارہ بجے سویا۔

جمعرات ۲۱ فروری ۱۹۶۳ء

صبح ساڑھے پانچ بجے اُٹھا۔ چائے بنا کر پی اور کام شروع کیا۔ دس بجے تک لکھتا پڑھتا رہا۔ پھر ناشتہ کیا اور خط لکھتا رہا۔ بارہ بجے کھانا کھا کر بیوی اور بچے کے ساتھ ٹیوب میں بیٹھ کر Tottenhum Court Road. پہنچا۔ انہیں آکسفورڈ اسٹریٹ پر چھوڑا اور میں اسکول آیا۔ ایک بجے گولڈنگ اور چارلس ٹامس آگئے انہیں پڑھایا۔ دو بجے فیض نے آنے کا وعدہ کیا تھا۔ لیکن وہ نہیں آئے۔ پونے چار بجے تک سینئر کامن روم میں اُن کا انتظار کیا۔ پھر چائے پی کر برٹش میوزیم گیا۔ میر امن کی گنج خوبی اور سر سید احمد خاں کا سفرنامہ پنجاب کے نسخے نکلوائے۔ پونے پانچ بجے تک انہیں دیکھتا رہا۔ پانچ بجے وہاں سے رخصت ہو کر میوزیم اسٹریٹ ہوتا ہوا آکسفورڈ اسٹریٹ پر آیا۔ برٹش ہوم سٹورز سے بیوی اور بچے کو لیا۔ LITTLEWOOD کے ریستوراں میں چائے پی اور ٹیوب میں بیٹھ کر گھر آگیا۔ ہیٹر جلایا اور باتیں کرتا رہا۔ ۹ بجے کھانا کھایا۔ اور کچھ دیر کام کیا۔ گیارہ بجے کے بعد سویا۔

جُمعہ ۲۲ فروری ۱۹۶۳ء

آج صبح چار بجے آنکھ کھُل گئی۔ سوچا اُٹھ کر کام کروں لیکن ہمت نہیں پڑی۔ لیٹے لیٹے پھر نیند آگئی۔ پھر جو اُٹھ کر دیکھا تو سات بجے تھے۔ اُٹھ کر چائے پی

اور کام کرنے لگا۔ دس بجے کے قریب گیس والے میٹر لگانے آ گئے۔ اُن کی وجہ سے اُلجھن رہی۔ گیارہ بجے ہلکا سا کھانا کھا کر اسکول گیا۔ بارہ بجے گولڈنگ اور ٹامس آ گئے۔ انہیں ایک بجے تک پڑھایا۔ اُس کے بعد برٹش میوزیم گیا اور وہاں پونے پانچ بجے تک کام کیا۔ پھر اُٹھ کر Tottenham Court Road. سے ٹیوب میں بیٹھ کر گھر آیا۔ چائے پی اور باتیں کرتا رہا۔ ساڑھے چھ بجے بیوی اور بچے کے ساتھ GOLDER'S GREEN پہنچا۔ وہاں نعیم ملک موجود تھے۔ وہ اپنے ساتھ بس میں ہم لوگوں کو اپنے گھر HAMPSTED, 29, KIDDERPORE AVENUE لے گئے۔ وہاں ہم لوگوں نے کھانا کھایا اور رات کے ساڑھے دس بجے تک باتیں کرتے رہے۔ GOLDER'S GREEN سے ٹیوب میں بیٹھ کر ساڑھے گیارہ بجے کے قریب گھر واپس پہنچے۔ ساڑھے بارہ بجے سویا۔

ہفتہ ۲۳ر فروری ۱۹۶۳ء

صبح سات بجے آنکھ کھلی۔ کھڑکی کے پردے اُٹھا کر باہر دیکھا۔ ہر چیز سفید تھی۔ رات کو خوب برف گری اور صبح بھی گر رہی تھی۔ چائے پی کر کام کرتا رہا۔ دس بجے بیگم حسان آ گئیں۔ آج بی بی سی میں فہمیدہ کے ساتھ اُن کا مباحثہ تھا۔ موضوع تھا A UNIVERSITY FOR THE REJECTS اس موضوع پر اُن سے باتیں کرتا رہا۔ چغتائی صاحب آ گئے۔ اُن سے باتیں ہوتی رہیں۔ ایک بجے کھانا کھا کر فہمیدہ بیگم حسان کے ساتھ بی۔ بی۔ سی گئیں۔ میں بچے کے ساتھ کھیلتا رہا۔ وہ چار بجے واپس آئیں۔ ہم لوگوں نے چائے پی اور باتیں کرتے رہے۔ آٹھ بجے کھانا کھایا۔ میں گیارہ بجے تک کام کرتا رہا۔ اُس کے بعد سویا۔

اتوار ۲۴ر فروری ۱۹۶۳ء

چھ بجے سو کر اُٹھا۔ چائے پی اور کام کرتا۔ ۹ بجے بیگم حسان اور فصیح ہم لوگوں کو اپنی کار میں لندن کے مشرقی حصّے میں لے گئے۔ وہاں ایک شخص مرغ ذبح کر کے دیتا ہے۔ میں اُن کے ساتھ اُس کی دوکان میں پہنچا۔ دوکان کیا تھی

اچھا خاصا مقتل تھا۔ مرغ ذبح کئے جا رہے تھے۔ وہاں سے مرغ لے کر ہم لوگ واپس ہوئے۔ راستے میں ALDGATE پڑتا ہے۔ وہاں اتوار کو ایک بازار لگتا ہے۔ سُنا ہے یہاں سستی چیزیں ملتی ہیں۔ مول تول بھی بہت ہوتا ہے۔ لیکن وقت کم تھا۔ اس لئے ہم لوگ وہاں ٹھہرے نہیں۔ سیدھے گھر آئے۔ جلدی جلدی کھانا کھا کر (چاول اور چنے کی دال گوشت) ہندوستانی فلم "پیغام" دیکھنے کے لئے No.ting Hill Gate گئے۔ فلم ختم ہوا تو بصیر حسن اور منیزہ مل گئے۔ اُن کے ساتھ وہیں بیٹھ کر ایک ریستوراں میں کافی پی۔ اُس وقت بہت اچھی دھوپ نکلی ہوئی تھی۔ موسم بہت ہی اچھا تھا۔ چھ بجے وہاں سے رخصت ہو کر گھر آئے۔ کچھ دیر ہیٹر کے سامنے بیٹھا رہا۔ طبیعت گھبرا رہی تھی اس لئے ذرا دیر کے لئے باہر نکلا Tufnell Park Road. سے گزر کر گھر آیا۔ اور سو گیا۔

پیر ۲۵ فروری ۱۹۶۳ء

ساڑھے پانچ بجے اُٹھا۔ چائے پی کر کام کرتا رہا۔ آج دن بہت اچھا تھا۔ خوب دھوپ نکلی۔ دس بجے کے بعد ناشتہ کر کے اسکول گیا۔ آج اسکول میں فیض نے آنے کا وعدہ کیا تھا۔ وہ بارہ بجے آ گئے۔ اُنہیں لے کر سینئر کامن روم میں گیا۔ رسل وہاں موجود تھے۔ چند منٹ باتیں ہوئیں۔ اُس کے بعد ہم لوگ اُٹھ کر لائبریری میں گئے۔ فیض کا کارڈ بننے کے لئے دیا۔ لیکن لائبریرین Mr. Pearson موجود نہیں تھے۔ اس لئے کارڈ نہ بن سکا۔ اس کے بعد ہم لوگوں نے اپنی REFECTORY میں جا کر کھانا کھایا اور کامن روم میں واپس آ کر کافی پی اور باتیں کرتے رہے۔ دو بجے کے قریب پھر لائبریری کا ایک چکر لگایا لیکن PEARSON ابھی تک واپس نہیں آئے تھے۔ دیر تک کتابیں دیکھتے رہے۔ اس کے بعد فیض میرے ساتھ برٹش میوزیم گئے۔ میں نے انہیں فارم وغیرہ لے کر دیا۔ فارم لے کر ڈھائی بجے کے قریب وہ رخصت ہوئے۔

میں ریڈنگ روم میں آیا اور کام شروع کر دیا۔ آج میں نے کلیات میرحسن، کلیات جُرأت اور سیاحت نامہ کے علاوہ علی ابراہیم خاں خلیل کے تذکرے گلزار ابراہیم اور حیدر زنامے کے قلمی نسخے بھی نکلوا کر دیکھے۔ پانچ بجے تک کام کرتا رہا۔ اُس کے بعد گھر واپس آیا۔ چائے پی اور باتیں کرتا رہا۔ ڈاکٹر حق آ گئے۔ اُن سے بھی کچھ دیر باتیں رہیں۔ اُن کے ساتھ عید کے لئے سامان خرید نے گیا۔ سوئیاں نہیں ملیں۔ سوئیوں سے ملتی جلتی اٹلی کی بنی ہوئی ایک چیز SPAGHATTI ہوتی ہے۔ وہ خریدی۔ حلوے کے لئے سوجی بھی لی اور ہم لوگ واپس آ گئے۔ طے یہ ہوا کہ کل صبح عید کی نماز پڑھنے کے لئے ہم لوگ ریجنٹ پارک چلیں گے۔ انہیں رخصت کر کے میں گھر آ گیا۔ کھانا کھایا اور کام کرتا رہا۔ گیارہ بجے سویا۔

منگل ۲۶ فروری ۱۹۶۳ء

صبح کو پانچ بجے اُٹھا۔ آج عید کا دن تھا۔ سوچا ذرا جلدی نہا دھو کر تیار ہو جاؤں۔ چنانچہ نہایا، کپڑے بدلے اور کچھ دیر کام کرتا رہا۔ اتنے میں فہمیدہ نے سیویاں اور حلوہ وغیرہ تیار کر لیا۔ ساڑھے آٹھ بجے ڈاکٹر حق کے کمرے میں گیا۔ انہیں جگایا اور کہا کہ چلنے کے لئے تیار ہو جائیں۔ خیال یہ تھا کہ ساڑھے نو یا دس بجے نماز ہوگی۔ لیکن نجم سے معلوم ہوا کہ گیارہ بجے نماز ہوتی ہے۔ چنانچہ ہم لوگ نجم کے کمرے میں بیٹھے رہے اور ریکارڈ سنتے رہے۔ ساڑھے دس بجے فصیح نے حسان صاحب کی کار نکالی اور ہم لوگ نماز پڑھنے کے لئے ریجنٹ پارک کی طرف چلے۔ وہاں پہنچے تو نماز شروع ہو چکی تھی۔ جلدی جلدی اندر داخل ہوئے اور جماعت میں شرکت کی۔ نماز ریجنٹ پارک کے سامنے اسلامک کلچرل سنٹر میں ہوئی۔ یہاں جگہ زیادہ نہیں تھی۔ اس لئے بہت سے لوگ نماز ادا نہ کر سکے۔ نماز کے بعد خطبہ شروع ہوا لیکن خطبہ سننے کا موقع نہ ملا۔ اس موقع پر دُنیا کے تمام ملکوں کے مسلمان موجود تھے۔ بہت اچھا معلوم ہوا۔ تھوڑی

دیر کھڑا رہا اور اس منظر کو دیکھتا رہا۔ کچھ جاننے والے مل گئے۔ اُن سے باتیں کیں۔ بارہ بجے گھر واپس آیا۔ جلدی جلدی کھانا کھایا اور فہمیدہ کو لے کر یونیورسٹی کالج ہسپتال گیا۔ آج ڈھائی بجے DR. SEAMSTRESS انہیں وقت دیا تھا۔ سوا دو بجے کے قریب وہاں پہنچے۔ ڈاکٹر نے بہت دیر لگائی۔ پھر دوا وغیرہ لی۔ اس میں پونے پانچ بج گئے۔ بچے نے بہت پریشان کیا۔ Goodge Street. سے ٹیوب میں بیٹھ کر LEINSTER TOWERS پہنچے۔ منیزہ اور بصیر نے بُلایا تھا۔ ہم لوگ کھانا بھی پکا کر لیتے گئے تھے۔ لیکن وہاں پہنچے تو وہ لوگ موجود نہیں تھے۔ طبیعت بدمزہ ہوئی۔ ساڑھے چھ کے قریب وہ لوگ آئے۔ باتیں ہوتی رہیں۔ لیکن میرے مزاج میں شگفتگی پیدا نہ ہو سکی۔ نو بجے کھانا کھایا۔ اور اُن سے رخصت ہو کر ہم لوگ گھر واپس آ گئے۔ ساڑھے گیارہ بجے تک باتیں کرتے رہے۔ اُس کے بعد سو گئے۔

بُدھ ۲۷ فروری ۱۹۶۳ء

ساڑھے پانچ بجے آنکھ کھل گئی۔ چائے پی کر کام شروع کر دیا۔ آٹھ بجے کے قریب اُٹھا۔ باہر بہت ہی خوبصورت دھوپ نکلی ہوئی تھی۔ لاہور کا سا موسم تھا۔ نو بجے تیار ہو کر بیٹھ گیا۔ ناشتہ کیا۔ پھر بیوی اور بچے کے ساتھ باہر نکلا۔ کچھ چیزیں خرید کر انہیں واپس گھر پہنچایا۔ ساڑھے دس بجے اسکول کی طرف چلا۔ بس میں اوپر بیٹھا۔ سامنے سے دھوپ آتی ہوئی بہت اچھی معلوم ہوئی۔ گیارہ بجے اسکول پہنچا۔ چارلس ٹامس آ گئے۔ اُنہیں ایک بجے تک پڑھایا۔ قلم گھر پر بھول گیا۔ اس لئے برٹش میوزیم نہیں گیا۔ دھوپ ابھی تک موجود تھی۔ موسم خشک تھا۔ اس لئے سوچا کہ گھر چلنا چاہیئے۔ بیوی اور بچے کے ساتھ کہیں سیر کے لئے نکلوں گا۔ چنانچہ ڈرمنڈ اسٹریٹ سے گوشت خرید کر بس میں بیٹھا اور گھر آ گیا۔ چائے پی اور سیر کرنے کے لئے باہر نکل گیا۔ ٹفنل پارک روڈ سے ہو کر Halloway Road. کے بازار کی سیر کی۔ پھر SevenSister Road

پر بھی کچھ دو کانیں دیکھیں۔ ایک ریستوراں میں کافی پی اور ساڑھے پانچ بجے گھر واپس آ گیا۔ منیزہ اور بصیر انتظار کر رہے تھے۔ اُن سے باتیں کرتا رہا۔ ان کے جانے کے بعد کھانا کھایا ——— ساڑھے دس بجے تک کام کرتا رہا۔ کام کرتے کرتے نیند آنے لگی۔ اس لئے آج گیارہ بجے سے قبل ہی سو گیا۔

جمعرات ۲۸ فروری ۱۹۶۳ء

صبح ساڑھے پانچ بجے سو کر اُٹھا۔ چائے پی اور کام کرنے کے لئے بیٹھ گیا۔ ساڑھے سات بجے کے قریب اُٹھ کر باہر دیکھا۔ بہت اچھی دھوپ نکل آئی تھی۔ دیکھ کر جی خوش ہوا۔ ناشتہ کر کے پھر کام کرنے لگا۔ بارہ بجے تیار ہو کر اسکول گیا۔ ٹامس اور گولڈ ٹانگ آ گئے۔ اُنہیں پڑھایا۔ تین بجے باہر نکلا۔ ابھی تک دھوپ موجود تھی اور اُس میں گرمی کا احساس ہو رہا تھا۔ اس لئے برٹش میوزیم نہیں گیا۔ یہ سوچا کہ گھر چلنا چاہئے۔ اس دھوپ میں بیوی اور بچے کے ساتھ گھر سے باہر نکلوں گا۔ چنانچہ گھر آیا اور بیوی بچے کو ساتھ لے کر Holloway Road کی طرف گیا۔ پانچ بجے تک گھومتا رہا۔ اُس کے بعد گھر واپس آیا۔ چائے پی اور باتیں کرتا رہا۔ کھانا کھا کر کام کرنا شروع کیا۔ گیارہ بجے سویا۔

جمعہ یکم مارچ ۱۹۶۳ء

صبح پونے چھ بجے اُٹھا۔ چائے پی کر کام کرنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد باہر دیکھا تو پھر دھوپ نکل آئی تھی — لاہور کا سا منظر تھا۔ ناشتہ کیا اور گیارہ بجے تک کام کرتا رہا۔ اُس کے بعد تیار ہو کر اسکول گیا۔ آج کوئی طالب علم نہیں آیا۔ اس لئے کمرے سے اُٹھ کر اسکول کی اصل عمارت میں آیا۔ ڈاک دیکھی اور وہاں سے بینک چلا گیا۔ تیس پونڈ نکلوائے اور پھر اپنے کمرے میں واپس آیا۔ رسل سے ملاقات ہوئی۔ چند منٹ باتیں کرتا رہا۔ میں کامن روم میں جا کر اُن کا انتظار کرنے لگا۔ وہ دو بجے آئے تو آبِ حیات پڑھنا شروع کی۔ ساڑھے چار بجے اُٹھ کر ڈرومنڈ اسٹریٹ آیا۔ گوشت خریدا اور گھر آ گیا۔ بصیر اور منیزہ موجود تھے۔ دن

پھر وہ یہاں پردے سلواتے رہے - میرے آنے کے بعد رخصت ہوئے
اُن کے جانے کے بعد میں بیوی اور بچے کے ساتھ باہر نکلا- kentish town.
تک گیا- آٹھ بجے کے قریب واپس آیا- کھانا کھایا اور کام کرنے لگا-
گیارہ بجے سویا-

ہفتہ ۲ر مارچ ۱۹۶۳ء

پانچ بجے اُٹھا- چائے بنائی اور ایک پیالی پی کر کام شروع کیا- ساڑھے سات بجے کے قریب پردے اُٹھائے- آج بھی دن بہت اچھا تھا- بہت اچھی دھوپ تھی- سردی بھی زیادہ نہیں تھی- اطمینان سے کام کرتا رہا- خیال یہ تھا کہ آج اگرچہ چھٹی کا دن ہے لیکن برٹش میوزیم جاؤں گا لیکن گلزار محمد چغتائی صاحب نے دن کو کھانے پر بلایا ہے، ارادہ ملتوی کر دیا- ساڑھے دس بجے تیار ہو کر باہر نکلا اس خیال سے کہ بچے کو ذرا ادھر- میں سیر کرا دوں- گیارہ بجے واپس آیا تو میرا چھوٹا بھائی (نزہت) دروازے پر کھڑا تھا- ابھی ابھی بلفاسٹ سے یہاں پہنچا تھا- میں نے دروازہ کھولا اور اُس کو اندر لے گیا- چائے بنائی اور کچھ دیر باتیں کرتا رہا- پیر کو اُس کا   کا امتحان ہے- وہ پڑھنے لگا اور میں بھی اپنے کام میں مصروف ہو گیا- ایک بجے چغتائی صاحب آ گئے- اور وہ اپنی کار میں مجھے، بیوی اور بچے کو اپنے گھر لے گئے- وہاں ہم لوگوں نے کھانا کھایا اور دن بھر باتیں کرتے رہے- شام کو پانچ بجے وہاں سے اُٹھے- وہ کار میں ہم لوگوں کو Kentor Garden. لے گئے- وہاں ابھی تک برف جمی ہوئی تھی پھسلن تھی- چلنا دشوار ہو گیا- چغتائی صاحب کی بیوی کو بڑی دشواری پیش آئی ——
وہاں سے ہم لوگ سیدھے گھر آئے- شام ہو چکی تھی- چائے پی - اُس کے بعد میں کچھ دیر کام کرتا رہا- ساڑھے دس بجے رات کو سویا-

اتوار ۳ر مارچ ۱۹۶۳ء

صبح پونے پانچ بجے آنکھ کھُل گئی - باورچی خانے میں گیا- چائے بنائی اور ایک

پی کر کام کرنے لگا۔ دس بجے تیار ہو کر باہر گیا۔ آج بھی موجود تھی۔ اس دھوپ نے بہت لُطف دیا۔ ٹفنل پارک سے اخبارات خریدے Observer اور Sunday Times. سے کمرے میں واپس آ کر اُن پر ایک نظر ڈالی۔ ساڑھے گیارہ بجے ہلکا سا کھانا کھا کر بیوی اور بچے کے ساتھ Kilburn. گیا۔ وہاں آج ہندوستانی فلم جھولا دیکھی۔ اِس میں کوئی خاص بات نہیں تھی۔ وقت ضائع ہوا۔ پانچ بجے واپس آیا۔ چائے پی اور باتیں کرتا رہا۔ کچھ دیر کام بھی کیا لیکن سر میں ہلکا ہلکا درد تھا اس لئے جی نہ لگا۔ ساڑھے سات بجے کھانا کھانے کی تیاری کی۔ شکن کے دوست سرفراز آ گئے۔ سب نے مل کر کھانا کھایا اور باتیں کرتے رہے۔ وہ رخصت ہوئے تو کچھ دیر پڑھتا رہا۔ ساڑھے دس بجے نیند آ گئی۔

پیر ۴ رمارچ ۱۹۶۳ء

صبح سوا پانچ بجے آنکھ کھلی۔ لیکن پھر سو گیا۔ سات بجے اُٹھا۔ چائے پی اور کام کرتا رہا۔ بارہ بجے کھانا کھا کر اسکول گیا۔ ڈاک دیکھی۔ پھر برٹش میوزیم چلا گیا اور وہاں پانچ بجے تک کام کیا۔ وہاں سے سیدھا ڈرومنڈ اسٹریٹ آیا۔ گوشت خریدا اور گھر آ گیا۔ چائے پی اور باتیں کرتا رہا۔ نو بجے کھانا کھا کر کچھ دیر کام کیا۔ گیارہ بجے سویا۔

منگل ۵ رمارچ ۱۹۶۳ء

صبح پانچ بجے آنکھ کھلی لیکن پونے سات بجے تک بستر میں لیٹا۔ سات بجے اُٹھ کر چائے پی۔ اس کے بعد کچھ دیر کام کرتا رہا۔ گیارہ بجے تیار ہو کر باہر نکلا۔ بس میں بیٹھ کر سیدھا برٹش میوزیم پہنچا۔ اور وہاں چار بجے تک کام کیا۔ برٹش میوزیم سے اُٹھ کر اسکول آیا۔ ڈاک دیکھی۔ یونس خالدی کا لکھنؤ سے اور مرزا ریاض کا سرگودھا سے آئے ہوئے خط ملے۔ کھڑے کھڑے دونوں خط پڑھے اور پھر اپنے کمرے میں گیا۔ رسل موجود تھے۔ اُن سے ملاقات ہوئی۔ باتیں ہوتی رہیں۔ ساڑھے چار بجے ہم لوگ اُٹھ کر اسکول کی سینئر رفیکٹری میں گئے۔ وہاں کلکتہ یونیورسٹی

کے بنگلہ کے پروفیسر داس گُپتا کے اعزاز میں پروفیسر براف کی طرف سے چائے تھی۔ براف علالت کی وجہ سے نہ آسکے۔ چائے پی کر سب لوگ برابر کے کمرے میں گئے وہاں لیکچر کا انتظام تھا۔ پروفیسر داس گُپتا نے ٹیگور کے بارے میں لیکچر دیا۔ پروفیسر براف کی عدم موجودگی میں مسٹر کلارک نے صدارت کی۔ سوا چھ بجے لیکچر ختم ہوا۔ میں اور رسل کمرے میں آئے اور اپنے اپنے تھیلے اور کوٹ لے کر گھر روانہ ہوئے۔ سات بجے گھر پہنچا۔ چائے پی اور باتیں کرتا رہا۔ ۹ بجے کھانا کھانے کے بعد گیارہ بجے تک کام کیا۔ اُس کے بعد سو گیا۔

بُدھ ۶ ، مارچ ۱۹۶۳ء

صبح چھ بجے اُٹھا۔ چائے بنائی اور ایک پیالی پی کر کام کرتا رہا۔ ساڑھے آٹھ بجے اُٹھ کر تیار ہوا۔ ناشتہ کیا اور دس بجے اسکول روانہ ہوا۔ گیارہ بجے چارلس ٹامس آگئے۔ اُنھیں ایک بجے تک پڑھایا۔ اُس کے بعد سینئر کامن روم میں گیا۔ کافی پی اور کچھ دیر بیٹھا رہا۔ ڈیڑھ بجے اُٹھ کر کمرے میں آیا اور اپنی چیزیں لے کر برٹش میوزیم چلا گیا۔ پونے دو بجے سے ساڑھے چار بجے تک کام کیا۔ اس کے بعد اُٹھ کر ڈرومنڈ اسٹریٹ گیا۔ گوشت خریدا اور گھر آگیا۔ چائے پی اور باتیں کرتا رہا۔ سات بجے کھانا کھایا۔ اُس کے بعد فہمیدہ میرے چھوٹے بھائی شکن کے ساتھ .Cinerama دیکھنے چلی گئیں اور میں بچے کو دیکھ بھال کرتا رہا۔ بہت دنوں سے وہ .Cinerama دیکھنا چاہتی تھیں لیکن بچے کی وجہ سے دیکھنے کا موقع نہیں ملتا تھا۔ آج میں نے اُن سے کہا کہ دیکھ آؤ۔ اُن کے جانے کے بعد میں نے بچے کو سلایا اور پھر کام کرتا رہا۔

جُمعرات ۷ ، مارچ ۱۹۶۳ء

صبح پانچ بجے آنکھ کُھل گئی۔ سردی نہیں تھی۔ اطمینان سے اُٹھ کر چائے بنائی، اور کام کرنے کے لئے بیٹھ گیا۔ سات بجے کے قریب خوب دھوپ نکل آئی۔ بالکل ایسا ہی موسم تھا جیسے مارچ کے مہینے میں اپنے ملک میں

ہوتا ہے۔ گیارہ بجے تک کام کرتا رہا۔ پھر اُٹھ کر تیار ہوا۔ کھانا کھایا۔ ڈاک خانے میں جا کر ٹکٹ خریدے اور مضمون پوسٹ کئے۔ واپس آکر اسکول گیا۔ کلاس کے وقت سے پہلے پہنچ گیا اس لئے کمرے میں بیٹھ کر کام کرتا رہا۔ ایک بجے چارلس ٹامس اور گولڈ نگ آگئے۔ انہیں پڑھایا۔ آج پریم چند ختم کر دیا۔ وہ لوگ رخصت ہوئے تو اسکول کی لائبریری میں گیا۔ اسپر نگر کی کیٹلاگ تلاش کی لیکن ملی نہیں۔ کاؤنٹر پر جو لڑکی کام کرتی ہے اُس نے کہا کہ تلاش کرے گی۔ اُمید ہے کل مل جائے گی۔ لائبریری سے نکل کر ڈاک دیکھی۔ انتظار کا خط اور فروری کا ادب لطیف ملا۔ اُس کو لے کر کمرے میں آیا۔ چند منٹ رسّل سے باتیں کیں اور پھر برٹش میوزیم چلا گیا۔ پونے پانچ بجے تک وہاں کام کیا۔ پھر گھر واپس آیا۔ ساڑھے چھ بجے تیار ہو کر بیوی اور بچے کے ساتھ سید عالم علی رضوی صاحب کے یہاں کھانے پر گیا۔ رضوی صاحب پاکستان ہائی کمیشن میں ڈائرکٹر آف اڈٹ اینڈ اکاؤنٹس ہیں۔ اُن کے یہاں ونگ کمانڈر قاسم حسین سے بھی ملاقات ہوئی۔ کبھی پنڈی جاتا تھا تو ملتان کے یہاں ملتے تھے۔ پرانی یاد تازہ ہوئی۔ بہت لُطف آیا۔ حبیب بینک کے مینیجر بخاری بھی ملے۔ دس بجے تک باتیں ہوتی رہیں۔ گیارہ بجے واپس گھر پہنچا۔ تھک گیا تھا اس لئے کپڑے بدل کر فوراً ہی سو گیا۔

جمعہ ۸ مارچ ۱۹۶۳ء

پانچ بجے اُٹھا۔ موسم بہت اچھا تھا۔ آج بھی سردی بالکل نہیں تھی۔ چائے پی کر کام کرتا رہا۔ دس بجے ناشتہ کر کے اسکول گیا۔ رسل انتظار کر رہے تھے۔ اُن کے ساتھ مل کر کتابوں کی فہرست بنائی۔ بارہ بجے چارلس ٹامس آئے۔ اُن سے باتیں کرتا رہا۔ وہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ عبدالستار دہلوی آگئے۔ بمبئی کے رہنے والے ہیں۔ اُردو میں وہاں سے پی ایچ ڈی کر چکے ہیں۔ آج کل لسانیات میں یہاں ام۔ اے کر رہے ہیں اُنہوں نے مجھے اور رسل کو

اپنی کتاب انتخاب مصحفی دی۔ کچھ دیر باتیں کرتے رہے۔ ایک بجے نعیم کی بیوی میرین آئیں اور میرے لئے اچھی قسم کی چائے لائیں۔ رسل نے انہیں پڑھانا شروع کیا۔ میں سینئر کامن روم میں گیا اور وہاں کافی پی۔ رسل آگئے اور کامن روم میں بیٹھ کر ہم لوگوں نے فہرست بنانے کا کام کیا۔ ساڑھے تین بجے انہیں کسی میٹنگ میں جانا تھا۔ وہ تو میٹنگ میں چلے گئے اور میں گھر آگیا۔ پانچ بجے کے قریب بیوی اور بچے کے ساتھ باہر نکلا۔ Cameden Town تک گیا۔ سات بجے واپس آیا۔ آٹھ بجے کھانا کھایا۔ کچھ دیر کام کیا۔ ساڑھے دس بجے سو گیا۔

ہفتہ ۹ر مارچ ۱۹۶۳ء

صبح ساڑھے چار بجے آنکھ کھل گئی۔ سونے کی کوشش کی۔ چھ بجے اُٹھ گیا۔ چائے بناکر کام کرنا شروع کیا۔ ساڑھے دس بجے ناشتہ کرکے برٹش میوزیم گیا۔ وہاں ایک بجے تک کام کیا۔ کچھ دیر سعید اور ڈاکٹر اطہر عباس رضوی سے باتیں کیں۔ ایک بجے میوزیم سے نکل کر گھر کی طرف چلا۔ اس وقت بارش ہو رہی تھی۔ اُس کے ساتھ اتنی تیز ہوا چلی کہ چھتری لے کر چلنا مشکل ہو گیا۔ الوسٹن اسکوائر کے قریب ہوا کے ایسے تیز جھونکے آئے کہ چھتری دوہری ہوگئی اور ٹوٹ گئی۔ بڑی مشکل سے اس کو بند کیا۔ ڈرومنڈ اسٹریٹ آیا۔ مُرغ اور گوشت خریدا اور بس میں بیٹھ کر گھر پہنچا۔ آج فہمیدہ نے آلو اور پوریاں پکائی تھیں۔ شوق سے کھائیں۔ چائے پی کر کام کرتا رہا۔ رات تک طوفانی ہوائیں چلتی رہیں اور بارش ہوتی رہی۔ اس لئے باہر نہیں نکلا۔ نو بجے کھانا کھایا اور کام کرتا رہا۔ گیارہ بجے سویا۔

اتوار ۱۰ر مارچ ۱۹۶۳ء

صبح چھ بجے اُٹھا۔ باہر ہلکی ہلکی روشنی تھی۔ بارش رک گئی تھی۔ ہوا بھی نہیں چل رہی تھی۔ تھوڑی دیر میں دھوپ نکل آئی اور موسم خوشگوار ہو گیا۔ نو بجے ناشتہ کیا اور باہر اخبار لینے کے لئے گیا۔ کمرے میں واپس آکر اخبارات پڑھے۔ بارہ

بجے کے قریب کھانا کھاکر بیوی اور بچے کے ساتھ اسٹاک ویل Stock well. گیا۔ وہاں ہندوستانی فلم "آزاد" دیکھا۔ پانچ بجے شام کو واپسی ہوئی۔ واپس آکر چائے پی اور تھوڑی دیر باتیں کیں۔ پھر کام کرتا رہا۔ گیارہ بجے سویا۔

پیر ۱۱؍مارچ ۱۹۶۳ء

آج خدا جانے کیوں دیر میں سوکر اُٹھا۔ اُٹھ کر دیکھا تو ساڑھے سات بجے تھے۔ اُٹھ کر چائے بنائی اور ایک پیالی پی کر کام کرنے کے لئے بیٹھ گیا۔ بارہ بجے کھانا کھا کر اسکول گیا۔ ڈاک دیکھی اور وہاں سے فوراً ہی برٹش میوزیم چلا گیا۔ ساڑھے چار بجے تک وہاں بیٹھ کر کام کیا۔ آج جُرأت کے مراثی اور میر حسن کی رباعیات کا کام ختم کرلیا۔ وہاں سے اُٹھ کر ڈرومنڈ اسٹریٹ آیا۔ گوشت خریدا اور گھر آیا۔ چائے پی اور بچے کے ساتھ کھیلتا رہا۔ تھوڑی دیر کے لئے اس کو باہر لے کر بھی نکلا۔ آٹھ بجے کے قریب واپس آیا۔ کھانا کھایا اور باتیں کرتا رہا۔ آج میرا چھوٹا بھائی تشکن D. C. H. کے امتحان سے فارغ ہو کر ملفاٹ واپس چلا گیا۔ اُس کے جانے کے بعد میں نے کام شروع کیا۔ ساڑھے گیارہ بجے سویا۔

منگل ۱۲؍مارچ ۱۹۶۳ء

صبح سوا پانچ بجے اُٹھا۔ چائے پی اور کام کرتا رہا۔ بارہ بجے کے قریب کھانا کھاکر بیوی اور بچے کے ساتھ باہر نکلا۔ ٹیوب میں ٹاٹنہم کورٹ روڈ Tottenham Court Road, گیا۔ انہیں آکسفورڈ اسٹریٹ پر چھوڑا اور خود وہاں سے اسکول گیا۔ اسکول میں ڈاک دیکھ کر برٹش میوزیم چلا گیا۔ وہاں ساڑھے چار بجے تک کام کیا۔ آکسفورڈ سرکس سے بیوی اور بچے کو لیا اور بس میں بیٹھ کر گھر آگیا۔ چائے پی اور باتیں کرتا رہا۔ آٹھ بجے کھانا کھاکے کام شروع کیا مراثی جُرأت، رباعیات میر حسن، اور جُرأت کی مثنوی داستان حسن و عشق، چھپنے کے لئے تیار ہو گئی ہیں۔ اب صرف اِن پر مقدمے لکھنا ہیں۔ انشاء اللہ چند روز

میں یہ کام بھی ہو جائے گا۔ ساڑھے دس بجے تک کام کرتا رہا۔ گیارہ بجے سویا۔

بدھ ۱۳؍مارچ ۱۹۶۳ء

چار بجے صبح کو آنکھ کھل گئی۔ کچھ دیر جاگتا تھا۔ پھر لیٹے لیٹے سو گیا۔ اُٹھ کر دیکھا تو پونے آٹھ بجے تھے۔ باہر خوب دھوپ نکلی ہوئی تھی۔ دیکھ کر جی خوش ہوا۔ دس بجے ناشتہ کر کے اسکول گیا۔ گیارہ بجے کلاس تھا لیکن آج "ٹامس نہیں آئے ساڑھے گیارہ بجے تک کمرے میں رہا اُسی کے بعد اسکول کی عمارت میں گیا۔ ڈاک دیکھی اور کچھ دیر کے لئے کامن روم میں چلا گیا۔ پھر نیچے ریڈنگ روم میں آیا۔ ایک بجے کے قریب باہر آیا۔ ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی مل گئے۔ اُن سے باتیں ہوتی رہیں۔ اتنے میں رسل آگئے۔ اُن کے ساتھ کامن روم میں جاکر کافی پی، اور پھر انڈیا آفس لائبریری پہنچے۔ کارڈ بنوایا۔ فہرستیں دیکھیں۔ عیار الشعراء اور کلیات سودا کے قلمی نسخے نکلوائے۔ پھر مسٹر سٹن لائبریری سے ملنے کی کوشش کی لیکن وہ موجود نہیں تھے۔ تین بجے تک اُن کا انتظار کیا۔ اس لئے ہم لوگ مایوس ہو کر باہر نکلے۔ سینٹ جیمسز پارک کے قریب پہنچے تو سٹن صاحب آتے ہوئے نظر آئے۔ ملاقات ہوئی۔ چند منٹ باتیں ہوئیں۔ میں نے اُن سے دن کے کھانے کے لئے کہا۔ اب وہ جمعرات ۲۱؍مارچ کو میرے ساتھ Banicafh Restaurent. میں کھانا کھائیں گے۔ رسل اور مسٹر پیرسن لائبریرین اسکول آف اورینٹل اسٹڈیز بھی موجود ہوں گے۔ MR. SUTTON سے رخصت ہونے کے بعد ہم لوگوں نے چند منٹ سینٹ جیمس پارک کی سیر کی لیکن بارش شروع ہو چکی تھی اس لئے جلدی جلدی Trafalgar Square. آکر بس لی اور اسکول آگئے۔ کامن روم میں چائے پی۔ چائے پی کر میں گھر آگیا۔ اور رات تک گھر ہی پر رہا۔ کھانا کھا کر کام شروع کیا۔ ساڑھے گیارہ بجے سویا۔

جمعرات ۱۴ ؍مارچ ۱۹۶۳ء

صبح پانچ بجے سو کر اُٹھا۔ چائے پی کر کام کرنے لگا۔ دس بجے بیوی کو لے کر یونیورسٹی کالج ہاسپٹل گیا۔ DR. SWYER کے ریسرچ روم میں اُن کا قارورہ دیا۔ پھر ڈرومنڈ اسٹریٹ آکر گوشت اور دوسرا سامان خریدا۔ بارہ بجے گھر پہنچے۔ کھانا کھایا اور اسکول روانہ ہوا۔ چند منٹ کمرے میں بیٹھ کر باہر نکلا۔ اسکول میں جاکر ڈاک دیکھی اور پھر برٹش میوزیم چلا گیا۔ آج نصرتی کا علی نامہ اور رنگین کے قلمی نسخے نکلوائے۔ میرحسن کی غزلوں اور کریم خاں کی ڈائری پر بھی کچھ کام کیا۔ ساڑھے چار بجے وہاں سے باہر آیا۔ لیسٹر اسکوائر گیا۔ راستے میں ایک کتاب INLEETTE DRONETT LOVE-LETTERS TO VICTOR HUGO خریدی۔ ٹیوب میں بیٹھ کر گھر آگیا۔ چائے پی اور باتیں کرتا رہا۔ پھر کتاب پڑھتا رہا۔ آٹھ بجے کھانا کھا کر کام شروع کیا۔ دس بجے کے قریب نیند آنے لگی اس لئے بستر میں لیٹ گیا۔

جمعہ ۱۵ ؍مارچ ۱۹۶۳ء

صبح ساڑھے پانچ بجے آنکھ کھلی۔ ناشتہ کر کے اسکول گیا۔ گیارہ بجے رسل آگئے۔ اُن کے ساتھ بیٹھ کر امتحان کے پرچے بنائے۔ ایک بجے جونیئر ریفکٹری میں جاکر کھانا کھایا۔ دو بجے واپس آکر سینئر کامن روم میں بیٹھے اور کتابوں کی فہرست بنائی۔ چار بجے وہاں سے رُخصت ہو کر گھر آیا۔ چائے پی اور باتیں کرتا رہا۔ آٹھ بجے کھانا کھا کر کام شروع کیا۔ گیارہ بجے سویا۔

ہفتہ ۱۶ ؍مارچ ۱۹۶۳ء

چار بجے آنکھ کھل گئی لیکن پھر سو گیا۔ ساڑھے سات بجے اُٹھا۔ چائے پی کر کام کرنے لگا۔ بارہ بجے کھانا کھا کر بیوی اور بچے کے ساتھ باہر نکلا۔ ٹیوب میں بیٹھ کر کیمڈن ٹاؤن پہنچا۔ وہاں سے پیدل ریجنٹ پارک گئے۔ کچھ دیر پارک کی سیر کی۔ موسم اچھا تھا دھوپ کھلی ہوئی تھی۔ ہری ہری گھاس پر

شباب تھا۔ تالاب میں کشتیوں کا نظارہ بھی کیا۔ ڈھائی بجے عجائب خانہ Zoo میں گئے۔ عجیب عجیب جانور دیکھے۔ ساڑھے چار بجے وہاں سے رخصت ہوئے اور گھر آئے۔ چائے پی اور باتیں کرتے رہے۔ آٹھ بجے کھانا کھا کر میں نے کام شروع کیا۔ ساڑھے دس بجے سو گیا۔

اتوار ۱۷ر مارچ ۱۹۶۳ء

صبح چھ بجے سو کر اُٹھا۔ موسم اچھا تھا۔ دھوپ تو آج نہیں نکلی لیکن سردی زیادہ نہیں تھی۔ چائے پی کر کام شروع کیا اور گیارہ بجے تک کام کرتا رہا۔ ساڑھے گیارہ بجے تیار ہو کر اخبار لینے گیا۔ واپس آکر اخبار پڑھتا رہا۔ دو بجے کے بعد ڈاکٹر کریم آگئے۔ اُن سے باتیں کرتا رہا۔ ساڑھے چار بجے بیوی اور بچے کو لے کر ڈاکٹر حق کے ساتھ باہر نکلا اور SCALA THEATRE میں جا کر ہندوستانی فلم پری نیتا دیکھا۔ اس کی کہانی فلم سرت چندر چیٹرجی کے ناول سے ماخوذ ہے۔ فلم واقعی دلچسپ تھا۔ نیو تھیٹرز کے پُرانے فلموں کی یاد تازہ ہو گئی۔ سینما سے ہم لوگ باہر نکلے تو بارش ہو رہی تھی۔ جلدی جلدی ٹیوب اسٹیشن پہنچے اور گھر آگئے۔ کھانا کھایا۔ کچھ دیر کام کیا اور گیارہ بجے سو گیا۔

پیر ۱۸ر مارچ ۱۹۶۳ء

صبح پانچ بجے اُٹھا۔ چائے پی کر کام کرتا رہا۔ گیارہ بجے کے قریب تیار ہو کر باہر نکلا۔ بارش ہو رہی تھی۔ اسی بارش میں اسکول پہنچا رسل نے جو پرچے بنائے تھے انہیں ایک نظر دیکھا اور اُن پر دستخط کئے۔ پھر ڈاک دیکھی اور سیدھا برٹش میوزیم چلا گیا۔ وہاں ساڑھے چار بجے تک کام کیا۔ باہر نکلا تو بارش ہو رہی تھی۔ ڈرومنڈ اسٹریٹ آیا۔ گوشت خریدا اور بس میں بیٹھ کر گھر آگیا۔ چائے پی باتیں کیں اور پھر بیوی اور بچے کے ساتھ گھومنے کے لئے باہر نکلا۔ ساڑھے سات بجے واپس آکر کھانا کھایا اور ساڑھے دس بجے تک لکھتا رہا۔ نیند آنے لگی۔ اس لئے آج کچھ جلدی سو گیا۔ رات کو بھیانک خواب دکھائی دیئے۔

منگل ۱۹ مارچ ۱۹۶۳ء

پونے پانچ بجے آنکھ کھل گئی - چائے بنائی اور ایک پیالی پی کر کام کرنے لگا۔ ساڑھے گیارہ بجے کھانا کھا کر برٹش میوزیم گیا اور وہاں ساڑھے چار بجے تک کام کیا۔ پانچ بجے واپس گھر پہنچا۔ چائے پی اور بیوی اور بچے کو ساتھ لے کر باہر گھومنے کے لئے نکلا۔ کنٹش ٹاؤن Kentish Town تک گیا۔ سات بجے واپس آیا۔ کھانا کھا کر کام کرتا رہا۔ ساڑھے دس بجے سویا۔

بدھ ۲۰ مارچ ۱۹۶۳ء

صبح چھ بجے اُٹھا۔ چائے پی کر کام کرتا رہا۔ دس بجے ناشتہ کر کے اسکول گیا۔ گیارہ بجے چارلس ٹامس آ گئے۔ انہیں ایک بجے تک پڑھایا۔ رسل آ گئے۔ اُن سے باتیں ہوتی رہیں۔ اسکول جا کر ڈاک دیکھی۔ لائبریری سے چند کتابیں لیں۔ کمرے میں واپس آیا اور پھر بینک گیا۔ بیس پونڈ نکلوائے۔ وہاں سے میوزیم پہنچا۔ چار بجے تک کام کیا۔ ساڑھے چار بجے ڈرومنڈ اسٹریٹ پہنچا۔ گوشت خریدا اور گھر واپس گیا۔ چائے پی اور بیوی بچے کے ساتھ گھومنے کے لئے باہر نکلا۔ ساڑھے سات بجے واپس آیا۔ — کھانا کھایا اور کام کرتا رہا۔ گیارہ بجے سویا۔

جمعرات ۲۱ مارچ ۱۹۶۳ء

صبح سوا پانچ بجے آنکھ کھلی۔ آج سردی کچھ زیادہ تھی۔ چائے پی اور کام شروع کیا۔ گیارہ بجے تک کام کرتا رہا۔ بارہ بجے کے قریب بیوی اور بچے کے ساتھ باہر نکلا۔ انہیں Kentish Town. چھوڑ کر اسکول پہنچا۔ ڈاک دیکھی۔ ڈاکٹر گوپی چند نارنگ کا خط ملا۔ کمرے میں آیا۔ خط پڑھنے بھی نہ پایا تھا کہ رسل آ گئے۔ اُن کے ساتھ Bertoralli Restaurent. گیا۔ آج میں نے وہاں انڈیا آفس کے لائبریرین مسٹر سٹن اور اسکول آف اورینٹل اسٹڈیز کے لائبریرین Mr. Pearson. کو دن کے کھانے پر بُلایا تھا۔ ہم لوگ وہاں پہنچے تو مسٹر پیرسن بیٹھے ہوئے تھے۔ چند منٹ بعد مسٹر سٹن بھی آ گئے۔ کھانا کھایا اور ڈھائی بجے تک باتیں کرتے رہے۔

سٹن بہت اچھے آدمی ہیں۔ بڑے ہمدرد اور دوست قسم کے انگریزی تیز بولتے ہیں اور ایسے لہجے میں کہ سو فی صدی سمجھنا مشکل ہوتا ہے مسٹر پیرسن بھی اچھے آدمی ہیں۔ ان دونوں سے مل کر لطف آیا۔ آج شمسہ کلثوم بھی ملیں۔ یہاں پی ایچ ڈی کرنا چاہتی ہیں۔ میں نے انہیں کل بلایا ہے۔ مفصل باتیں ہوں گی۔ کل وقت کم تھا۔ ریستوراں سے ہم لوگ اسکول آئے اور وہاں سے گھر آگیا۔ چائے پی کر بیوی اور بچے کے ساتھ باہر گھومنے کے لئے نکلا۔ سات بجے واپس آیا۔ کھانا کھا کر کام کرتا رہا۔ ساڑھے دس بجے سویا۔

جمعہ ۲۲ مارچ ۱۹۶۳ء

پانچ بجے اٹھا۔ چائے پی کر کام کرتا رہا۔ ساڑھے دس بجے تیار ہو کر اسکول گیا۔ گیارہ بجے شمسہ کلثوم کو وقت دیا تھا لیکن وہ نہیں آئیں۔ اسکول میں جا کر ڈاک دیکھی۔ آج رسالہ فنون کا بہت ہی حسین اور دلآویز پمفلٹ ملا۔ جی خوش ہوا۔ انتظار حسین کا خط بھی آیا۔ اس کو پڑھ رہا تھا کہ رسل آگئے۔ اُن کے ساتھ کمرے میں واپس آیا، اور لائبریری کے لئے کتابوں کی فہرست بنانے کا کام شروع کیا۔ ایک بجے اُٹھ کر سینئر کامن روم میں کافی پینے گئے۔ وہاں ستیش چندرا اور ڈاکٹر اطہر عباس رضوی سے ملاقات ہوئی۔ ڈاکٹر ریاض الاسلام بھی آگئے۔ دو بجے تک باتیں ہوتی رہیں۔ اُس کے بعد کمرے میں واپس آکر پھر فہرست بنائی۔ چار بجے کام ختم کیا اور گھر واپس آیا۔ چائے پی اور بیوی بچے کو ساتھ لے کر تصویر کھنچوانے کے لئے Kentish Town. اور Cameden Town گیا۔ کیمڈن ہائی اسٹریٹ پر ایک ریستوران میں چائے پی۔ ٹیوب میں بیٹھ کر گھر واپس آیا۔ کھانا کھا کر کام کرتا رہا۔ گیارہ بجے سویا۔

ہفتہ ۲۳ مارچ ۱۹۶۳ء

صبح ساڑھے چار بجے آنکھ کھلی۔ سوا پانچ بجے تک بستر میں لیٹا رہا۔ پھر اُٹھا۔ چائے بنائی۔ بیٹھ کر ندیم صاحب کو خط لکھا۔ سات بج گئے۔ باہر دیکھا۔ آج بہت

اچھی دھوپ نظر آئی۔ جی خوش ہوا۔ گیارہ بجے چغتائی صاحب آئے۔ بارہ بجے تیار ہو کر بیوی اور بچے کے ساتھ ٹیوب میں بیٹھ Collindale روانہ ہوا۔ آج کمانڈر قاسم حسین نے دن کے کھانے پر بلایا تھا۔ Collindale سے ہم لوگوں نے ۷۹ نمبر بس لی اور اُس میں بیٹھ کر 34. Roe Green پہنچے۔ قاسم صاحب آج کل یہیں رہتے ہیں۔ ایئر فورس سے انہوں نے پنشن لے لی ہے۔ لندن میں مکان خرید لیا ہے اور کچھ عرصے یہیں رہنا چاہتے ہیں۔ اُن کے ساتھ کھانا کھایا اور دن بھر ہم لوگ وہیں رہے۔ دلچسپ باتیں ہوئیں۔ بہت اچھا وقت گزرا۔ شام کو چھ بجے وہاں سے رخصت ہو کر گھر واپس آئے۔ کچھ دیر بیٹھ کر میں نے لکھنا پڑھنا شروع کیا۔ سوا گیارہ بجے سویا۔

اتوار ۲۴ مارچ ۱۹۶۳ء

ساڑھے چھ بجے سو کر اُٹھا۔ کھڑکیوں کے پردے اُٹھا کر باہر دیکھا۔ دھوپ کھلی ہوئی تھی۔ سردی بھی زیادہ نہیں تھی۔ موسم میں تبدیلی کا احساس ہوا۔ ناشتہ کر کے اخبار لینے گیا۔ واپس آکر کام کرتا رہا۔ بارہ بجے بیوی اور بچے کے ساتھ ہندوستانی فلم 'اناڑی' دیکھنے کے لئے بیکر اسٹریٹ گیا۔ فلم اچھا تھا۔ پانچ بجے گھر واپس آیا۔ چائے پی اور باتیں کرتا رہا۔ دن بھر بہت اچھی دھوپ رہی۔ شام کو چھ بجے کے بعد ٹہلنے نکلا اور ہائی گیٹ کے قریب تک گیا۔ سات بجے کے بعد واپس آیا۔ آٹھ بجے سعید آگئے۔ اُن سے باتیں کرتا رہا۔ کھانا کھایا۔ وہ دس بجے کے قریب رخصت ہوئے تو لکھنے پڑھنے کا کچھ کام کیا۔ گیارہ بجے سویا۔

پیر ۲۵ مارچ ۱۹۶۳ء

صبح ساڑھے پانچ بجے اُٹھا۔ چائے پی اور سامان ٹھیک کیا۔ دس بجے گھر آکسفورڈ جانے کے لئے Paddington Station. روانہ ہوا۔ ۲۷ نمبر بس میں بیٹھ کر وہاں پہنچا۔ آکسفورڈ کا ٹکٹ بنوایا۔ سوا گیارہ بجے آکسفورڈ کے لئے ٹرین چلی۔ ساڑھے بارہ بجے آکسفورڈ پہنچا۔ ڈاکٹر ستیش چندرا اور ڈاکٹر اطہر عباس

رضوی ساتھ آئے۔ اسٹیشن سے سینٹ جانس کالج پہنچے۔ وہاں ہم لوگوں کے ٹھہرنے کا انتظام تھا۔ کھانا کھا کر ہم لوگ باڈلین لائبریری Bodelane Library گئے۔ چار بجے تک وہاں رہے۔ فہرستیں دیکھیں۔ چار بجے کانفرنس Associator of British Orentelish کی کانفرنس شروع ہونے والی تھی۔ اس لئے سینٹ جانسن سے چھ بجے واپس آئے۔ جونیر کامن روم میں کے ڈیلیگیٹس جمع ہوئے۔ چائے پی اور آکسفورڈ کی سڑکوں پر گھومنے نکل گئے۔ سوا سات بجے سینٹ جانسن کالج کے ڈائیننگ ہال میں ڈنر تھا۔ اُس میں شرکت کی۔ سوا آٹھ بجے Prof. Hamedoff. نے نیپال کے بارے میں تقریر کی اور فلم بھی دکھائی۔ یہ لکچر Ashmolian Museum میں ہوا۔ دس بجے لکچر ختم ہوا تو اپنے کمرے میں آیا۔ کچھ دیر لکھتا رہا۔ گیارہ بجے سونے کی۔ کوشش کی لیکن دیر تک نیند نہیں آئی۔

منگل ۲۶ مارچ ۱۹۶۳ء (آکسفورڈ، سینٹ جانس کالج)

صبح پانچ بجے کے قریب آنکھ کُھل گئی۔ باہر روشنی پھیل چکی تھی۔ سینٹ جانس کالج میں بالکل سناٹا تھا۔ کبھی کبھی چڑیوں کے بولنے کی آواز آتی تھی جس سے خاموشی کا احساس کچھ اور بھی شدید ہو جاتا تھا۔ ہلکی ہلکی بارش ہو رہی تھی۔ میں بستر سے اُٹھ کر ہیٹر کے قریب آ کر بیٹھ گیا اور کچھ دیر لکھتا رہا۔ ساڑھے سات بجے کے قریب تیار ہو کر ڈاکٹر رضوی کے کمرے میں گیا۔ انہیں ساتھ لے کر ڈاکٹر سٹیتش کے کمرے میں پہنچا وہاں سے ہم لوگ ڈائننگ ہال میں ناشتہ کرنے گئے۔ ناشتے کے بعد Broadwood Street پر کتابوں کی دو کانیں دیکھیں۔ اور پونے دس بجے سینٹ جانس کالج واپس آئے اور کانفرنس کے اجلاس میں شرکت کی۔ آج کے اجلاس کے صدر پروفیسر فلپس تھے۔ اس اجلاس میں دو تین اُستادوں نے علاقائی مطالعے کے موضوع پر تقریریں کیں۔ گیارہ بجے یہ اجلاس ختم ہوا۔ کافی پی اور کافی پی کر ہم لوگ Ashmolian Museum کے Easter Art Section.

ہیں گئے۔ اس عمارت کے ایک کمرے میں علاقائی مطالعے کے موضوع پر بحث ہونے والی تھی۔ چنانچہ یہ بحث ٹھیک وقت پر شروع ہوئی۔ بحث میں بعض لوگوں نے یہ کہا کہ اب علاقائی مطالعے کی ضرورت نہیں۔ خاص طور پر مشرقی ممالک میں۔ کیونکہ اب انگریزوں کو اس سے کوئی فائدہ نہیں۔ اب تو امریکہ اور روس کے اثرات اِن علاقوں میں بڑھ رہے ہیں اس لئے انگریزوں کو اس کی طرف توجہ نہیں کرنی چاہیئے۔ لیکن بعض لوگوں نے یہ بھی کہا کہ کسی علاقے کا مطالعہ صرف سیاسی نقطۂ نظر ہی سے نہیں کیا جاتا۔ صرف علمی نقطہ نظر سے بھی کرنا چاہیئے۔ ایک گھنٹے تک اس بحث کا سلسلہ جاری رہا۔ ایک بجے وہاں سے رخصت ہوئے اور سینٹ جانس کالج میں دن کا کھانا کھایا۔ دو بجے Ashmolian Museum. گئے اور کوئی ڈیڑھ گھنٹے گھومتے رہے۔ چار بجے سینٹ جانس کالج واپس آکر جونیئر کامن روم میں چائے پی۔ اس کے بعد آکسفورڈ کی سڑکوں پر گھومتے رہے۔ چھ بجے Sherry Park تھی۔ ڈاکٹر رضوی اس کے لئے بہت بے چین تھے۔ چنانچہ ہم لوگ سینٹ جانس کالج واپس آئے۔ کافی شروع ہوئی۔ شراب آگئی۔ اتفاق سے جب بیرے شراب لے کر آئے تو سب سے پہلے اُس طرف سے دینا شروع کی جہاں میں اور عراق کے ڈاکٹر عباس کھڑے تھے۔ ہم لوگوں نے کہا ہم لوگ شراب نہیں پیتے۔ شکریہ! بے چاروں کو بہت تعجب ہوا۔ کہنے لگے آپ کے لئے ابھی Orange Juice لاتے ہیں۔ میں نے کہا "ہاں! وہ پی لیں گے۔ اس پارٹی میں سینٹ جانس کے سینئر ٹیوٹر نے کالج کی طرف سے اورینٹل کانفرنس کے ممبروں کا استقبال کیا۔ کھانے کے وقت تک شراب چلتی رہی اور یار لوگوں نے مفت کی شراب خوب خوب پی۔ میں ایک کونے میں صوفے پر بیٹھا گاجر اور بادام کھاتا اور یہ تماشہ دیکھتا رہا۔ سوا سات بجے ڈائننگ ہال میں آکر کھانا کھایا۔ کھانے کے بعد کانفرنس کے PLENARY SESSION میں شرکت کے لئے St. Anthony

College. گئے - ذرا دیر میں پہنچے۔ راستہ بھول گئے۔ اسی جلسے میں
Prof. Gibb نے علاقائی مطالعے کے موضوع پر تقریر کی
اور اس موضوع پر تبادلۂ خیال ہوا۔ بہت سے لوگ بولے۔ جلسہ دلچسپ
رہا۔ دس بجے ہم لوگ وہاں سے واپس سینٹ جانس آئے۔ ستیش کے
کمرے میں باتیں کرتے رہے۔ ہرنام سنگھ شان نے اپنی نظمیں سنائیں۔ ان
لوگوں سے رخصت ہو کر ساڑھے گیارہ بجے اپنے کمرے میں آیا اور سو گیا۔

بُدھ ۲۷ مارچ ۱۹۶۳ء

صُبح پانچ بجے آنکھ کھلی لیکن چُپ چاپ بستر میں لیٹا رہا۔ سات بجے اُٹھا
تیار ہوا اور ہیٹر کے سامنے لکھنے کے لئے بیٹھ گیا۔ آٹھ بجے ڈاکٹر اطہر عباس
رضوی کے کمرے میں گیا۔ ڈاکٹر ستیش چندر بھی آگئے۔ ساڑھے آٹھ بجے ہم
لوگ ناشتہ کرنے کے لئے سینٹ جانس کالج کے ڈائننگ ہال میں گئے۔
ناشتہ کیا۔ ناشتے کے بعد یہ طے ہوا کہ ذرا آکسفورڈ کی سڑکوں پر گھوما جائے۔
چنانچہ ہم لوگ سینٹ جانس کالج سے نکل کر St. Gile. اور St. Adelaw
ہوتے ہوئے دریائے ٹیمس کے پُل تک گئے۔ راستے میں ایک دو کالج
بھی دیکھے۔ پونے دس بجے کانفرنس کا جلسہ تھا۔ اس لئے جلد ہی واپس آگئے۔
جلسہ Oriental Institute میں تھا۔ ہم لوگ وہاں پہنچے تو جلسہ شروع
ہو چکا تھا اور زبانوں کی تعلیم کے موضوع پر بحث ہو رہی تھی۔ لسانیات کے
ماہر بول رہے تھے۔ گیارہ بجے یہ جلسہ ختم ہوا تو ہم لوگوں نے کافی پی اور پھر
کانفرنس کے PLENARY SESSION میں شرکت کے لئے Ashmolian
Museum میں گئے۔ اجلاس Randotph Lecture Room میں
ہوا۔ اس جلسے میں اڈنبرا یونیورسٹی کے فارسی کے اُستاد Mr. Sutton. نے
اپنے اُس کام کی تفصیل بیان کی جو انھوں نے ایران میں کیا۔ اُن کے بعد
Mr. Mitchele نے لسانیات کے موضوع پر ایک مقالہ پڑھا۔ ایک بجے کے

قریب جلسہ ختم ہوا تو ہم لوگوں نے سینٹ جانس کالج جاکر کھانا کھایا۔ کھانے کے بعد میں آکسفورڈ سے رخصت ہوا۔ ٹیکسی لی۔ اسٹیشن پہنچا اور پونے تین بجے کی گاڑی سے لندن روانہ ہوگیا۔ راستے میں Dr. Pande سے باتیں ہوتی رہیں۔ یہ صاحب بنارس کے رہنے والے ہیں۔ لندن سے پی ایچ ڈی کیا ہے اور آج کل S. O. A. S. میں تاریخ کے شعبے میں لکچرار ہیں۔ چار بجے ہم لوگ لندن پہنچے میں نے Paddington. سے بس لی اور گھر آیا۔ فہمیدہ بچے کو لے کر باہر گئی ہوئی تھیں۔ وہ ساڑھے پانچ بجے کے قریب آئیں۔ بچہ مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ دیر تک اس کے ساتھ کھیلتا رہا۔ رات کو کھانا کھایا لیکن کچھ پڑھ لکھ نہ سکا۔ جی نہیں لگا۔ دس بجے سوگیا۔

جُمعرات ۲۸ مارچ ۱۹۶۳ء

صبح پونے پانچ بجے اُٹھا۔ چائے پی اور کام کرنے لگا۔ سات بجے کے قریب بہت اچھی دھوپ نکل آئی۔ ناشتہ کیا اور پھر کام کرتا رہا۔ بارہ بجے تیار ہو کر بیوی اور بچے کے ساتھ Tottenham Court Road گیا۔ وہاں سے آکسفورڈ اسٹریٹ گئے۔ دوکانوں کو دیکھا۔ کئی اسٹورز کی سیر کی۔ کچھ چیزیں خریدیں۔ پانچ بجے واپس گھر آئے۔ چائے پی اور باتیں کرتے رہے۔ رات کو کھانا کھاکر کچھ دیر لکھا پڑھا۔ ساڑھے دس بجے سویا۔

جُمعہ ۲۹ مارچ ۱۹۶۳ء

پانچ بجے صبح اُٹھا۔ چائے پی کر کام کرتا رہا۔ دس بجے ناشتہ کرکے اسکول گیا۔ رسل کمرے میں موجود تھے۔ اُن کے ساتھ مل کر لائبریری کے لئے کتابوں کی فہرست بنائی۔ آج یہ کام ختم ہوگیا۔ ایک بجے ابراہم آئے۔ کچھ مشورہ کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے ایک تحریر دکھائی اور دریافت کیا کہ اُن کا نام کس طرح لکھا جاسکتا ہے۔ وہ رخصت ہوئے تو ہم لوگوں نے رسل اسکوائر میں جاکر کافی پی۔ اُس کے بعد میں گھر آگیا۔ راستے میں خالد حسن قادری ملے۔ اُن

سے چند منٹ باتیں ہوئیں۔ چار بجے گھر پہنچا۔ پانچ بجے کے قریب بیوی اور بچے کے ساتھ Archway. کی طرف گیا۔ ساڑھے سات بجے ہم لوگ واپس آئے۔ کھانا کھاکر کام کرتا رہا۔ دس بجے نیند آنے لگی۔ اس لئے سو گیا۔

ہفتہ ۳۰ مارچ ۱۹۶۳ء

صبح چھ بجے سوکر اُٹھا۔ آج دن بھر گھر ہی پر رہا۔ بارش ہوتی رہی۔ شام کو ذرا دیر کے لئے بیوی اور بچے کے ساتھ باہر نکلا۔ Halloway Road, پر گھومتا رہا۔ بارش ہونے لگی۔ اس لئے پانچ بجے کے قریب ہم لوگ گھر واپس آگئے۔ کافی پی اور باتیں کرتے رہے۔ کھانے کے بعد لکھنے کا کچھ کام کیا۔ ساڑھے دس بجے سویا۔

اتوار ۳۱ مارچ ۱۹۶۳ء

صبح پانچ بجے آنکھ کھلی۔ کام کرتا رہا۔ گیارہ بجے اخبار خریدنے کے لئے باہر نکلا۔ ٹفنل پارک ٹیوب اسٹیشن کی گھڑی میں ایک بج رہا تھا۔ میری گھڑی میں ساڑھے گیارہ بجے تھے۔ دوسری گھڑیوں کو دیکھا۔ اُن میں بارہ بج رہے تھے۔ کچھ سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ قصّہ کیا ہے چُپ چاپ گھر آگیا۔ اپنے ایک پڑوسی سے دریافت کیا۔ اُس نے کہا بارہ بج کر بیس منٹ ہوئے ہیں۔ بیوی اور بچے کے ساتھ ہندوستانی فلم مُسافر دیکھنے کے لئے بیکر اسٹریٹ گیا۔ راستے میں بس کنڈکٹر سے وقت کے بارے میں پوچھا۔ اُس نے بتایا کہ کل رات کو ایک گھنٹہ بڑھادیا گیا ہے۔ فلم شروع ہوچکا تھا۔ ایک شخص جو سینما میں کھڑا تھا اُس نے کہا کہ ہم نے دیر میں شروع کیا ہے دس منٹ ہوئے ہیں۔ دیکھ لیجیے۔ چنانچہ ٹکٹ لے کر ہم لوگ ہال میں چلے گئے۔ فلم شروع ہوچکا تھا۔ فلم بھی بے تکا تھا۔ طبیعت پریشان ہوئی۔ چار بجے ہم لوگ گھر واپس آگئے اور بور ہوتے رہے۔ اتوار کا دِن تھا اس لئے کہیں جا بھی نہ سکے۔ ہر چیز پر ویرانی تھی۔ چند منٹ کے لئے حسان صاحب کے یہاں گئے لیکن جلد ہی واپس آگئے۔

کچھ دیر میں کام کرتا رہا۔ رات کو ڈاکٹر کریم آگئے۔ اُن کے ساتھ کھانا کھایا۔ وہ رخصت ہوئے تو پھر کام شروع کیا۔ گیارہ بجے سویا۔

پیر یکم اپریل ۱۹۶۳ء

صبح پونے پانچ بجے آنکھ کھلی۔ اُٹھ کر کام کرنے لگا۔ چائے پی اور ناشتہ کیا۔ آج دن بہت اچھا تھا۔ سردی کم تھی۔ دھوپ بھی بہت اچھی تھی۔ دس بجے ناشتہ کر کے اسکول گیا۔ ڈاک دیکھی۔ اُس کے بعد بینک گیا۔ تیس پونڈ نکلوائے۔ وہاں سے سیدھا برٹش میوزیم پہنچا۔ ابھی کام کرنے بیٹھا ہی تھا کہ سعید آگئے۔ کہنے لگے میں نے ڈاکٹر گلکرسٹ کی تمام تصانیف کی فہرست بنالی ہے۔ میں اورینٹل سیکشن سے اُٹھ کر جنرل ریڈنگ روم میں گیا۔ وہاں کیٹلاگ دیکھی۔ گلکرسٹ کی تمام تصانیف مل گئیں۔ پھر ویلزلی کے کچھ خطوط وغیرہ بھی مل گئے Roebuck کے Annals of the collye of the Fort William بھی مل گئے۔ کچھ دیر ان کو پڑھتا رہا۔ اب کل سے ان کے نوٹس لوں گا۔ ڈیڑھ بجے اورینٹل ریڈنگ روم میں واپس آیا۔ چند منٹ کام کیا۔ دو بجے گھر روانہ ہوا۔ پونے تین بجے پہنچا۔ چار بجے کے قریب بیوی اور بچے کے ساتھ باہر نکلا۔ ریجنٹ پارک گیا۔ کیمڈن ٹاؤن سے بازار کی سیر کی۔ سات بجے واپس آیا۔ چند منٹ آرام کر کے کام شروع کیا۔ گیارہ بجے سویا۔

منگل ۲ر اپریل ۱۹۶۳ء

چھ بجے سو کر اُٹھا۔ منہ ہاتھ دھو کر چائے پی اور کام کرتا رہا۔ بارہ بجے تیار ہو کر بیوی اور بچے کے ساتھ ٹاٹنہم کورٹ روڈ گیا۔ اُنہیں آکسفورڈ اسٹریٹ پر چھوڑ کر اسکول آیا۔ ڈاک دیکھی اور پھر برٹش میوزیم چلا گیا۔ آج کلیات جُرأت کے نسخے کا کام ختم ہو گیا۔ کلیات میر حسن پر کام کیا اور پھر جنرل ریڈنگ روم میں جا کر فورٹ ولیم کالج کے بارے میں نوٹس لئے۔ چار بجے پھر اورینٹل سکشن میں واپس آیا۔ کریم خاں کے سیاحت نامے پر کچھ دیر کام کیا۔ پانچ بجے بیوی اور بچے کو آکسفورڈ

اسٹریٹ سے سامنھ لیا اور ریجنٹ اسٹریٹ اور پکاڈلی سرکس ہوتے ہوئے ہم لوگ لیسٹر اسکوائر پہنچے۔ وہاں سے ٹیوب میں بیٹھ کر گھر آ گئے۔ آٹھ بجے مارگریٹ اور چغتائی کے صاحب زادے آئے۔ اُن سے باتیں ہوتی رہیں۔ اُن کے جانے کے بعد کھانا کھایا اور کام کرتا رہا۔ گیارہ بجے سویا۔

بُدھ ۳ / اپریل ۱۹۶۳ء

صبح ساڑھے پانچ بجے اُٹھا۔ بارہ بجے تک گھر پر رہا۔ اُس کے بعد اسکول گیا۔ ڈاک دیکھی اور پھر برٹش میوزیم چلا گیا۔ ڈھائی بجے تک اورینٹل ریڈنگ روم میں کام کیا۔ اُس کے بعد جنرل ریڈنگ روم میں گیا اور فورٹ ولیم کالج کے بارے میں ویلزلی کی تحریروں کے نوٹس لئے۔ پانچ بجے میوزیم سے باہر نکلا۔ بارش شروع ہو چکی تھی۔ بادل گھرے ہوئے تھے۔ اس لئے ٹیوب میں بیٹھ کر گھر آ گیا۔ چائے پی اور باتیں کرتا رہا۔ بارش رک گئی تو باہر نکلا۔ چند چیزیں خریدیں۔ ڈاکٹر حق آ گئے۔ اُن سے باتیں کرتا رہا۔ ساڑھے نو بجے کھانا کھایا اور کام کرتا رہا۔ گیارہ بجے سویا۔

جمعرات ۴ / اپریل ۱۹۶۳ء

صبح پانچ بجے آنکھ کھُلی۔ چائے پی کر کام کرتا رہا۔ دس بجے ناشتہ کر کے میوزیم گیا۔ اورینٹل ریڈنگ روم میں قلمی نسخے نکلوائے اور بارہ بجے تک کام کیا۔ اُس کے بعد جنرل ریڈنگ روم میں پہنچا، اور فورٹ ولیم کالج کے بارے میں نوٹس لئے۔ چار بجے میوزیم سے اُٹھ کر گھر آیا۔ چائے پی اور بلفاسٹ (شمالی آئرلینڈ) جانے کے لئے سامان وغیرہ تیار کیا۔ آٹھ بجے کھانا کھا کر بیوی اور بچے کے ساتھ سامان لے کر ہوائی جہاز برٹش یوربین ایئرویز B. E. A. کے دفتر جانے کے لئے سامان لے کر باہر نکلا۔ بڑی مشکل سے ٹیکسی ملی۔ بی۔ ای۔ اے کے دفتر کرامویل روڈ پہنچا۔ ٹیکسی والے نے پندرہ شلنگ لئے۔ حالانکہ میٹر میں صرف نو شلنگ کچھ پنس ہوئے تھے۔ ٹکٹ بنوایا۔ ساڑھے دس بجے کوچ میں بیٹھ کر ہم لوگ ہوائی اڈے پہنچے۔ ساڑھے گیارہ بجے

B.E.A کا جہاز بلفاسٹ کے لیئے روانہ ہوا۔ ایک گھنٹے میں بلفاسٹ پہنچ گیا۔ میرا چھوٹا بھائی ڈاکٹر نزہت ایئرپورٹ پر موجود تھا۔ اُس کی موٹر میں بیٹھ کر ہم لوگ ۱۳۱۔ ریون بل ایونیو، بلفاسٹ (شمالی آئرلینڈ) آئے۔ جہاں ہمارے قیام کا انتظام تھا۔ چائے پی اور باتیں کرتے رہے۔ دو بجے سوئے۔

جمعہ ۵ راپریل ۱۹۶۳ء

رات کو دیر میں سویا تھا اس لیئے صبح دیر میں آنکھ کھلی۔ گھڑی میں دیکھا تو آٹھ بجے تھے۔ اُٹھ کر چائے بنائی۔ نئی جگہ تھی اس لیئے طبیعت گھبراتی رہی۔ سردی بھی خاصی تھی۔ دس بجے میرا چھوٹا بھائی شگن آیا۔ ناشتہ کیا اور تیار ہو کر شہر بلفاسٹ دیکھنے کے لیئے باہر نکلے۔ کوئنس یونیورسٹی Queene's University دیکھی۔ دریا کا نظارہ کیا۔ سٹی ہال گئے اور بازار دیکھا۔ دو بجے کے قریب واپس آئے۔ کھانا کھایا اور تین بجے کے بعد پھر موٹر میں باہر نکلے شہر سے باہر چند میل کے فاصلے پر ایک جگہ نیو کاسل New Castle. ہے۔ وہاں گئے۔ سمندر کی سیر کی اور پہاڑ دیکھے۔ خوبصورت جگہ تھی۔ بارش ہونے لگی۔ ایک ریستوراں میں بیٹھ کر چائے پی اور رات کو جائے قیام پر واپس آئے۔ کھانا کھا کر سو گئے۔

ہفتہ ۶ راپریل ۱۹۶۳ء

صبح سات بجے سو کر اُٹھا۔ چائے پی اور مکان میں اِدھر اُدھر ٹہلتا رہا۔ دھوپ اچھی تھی۔ لیکن ہوا سرد تھی۔ نو بجے تیار ہو کر ناشتہ کیا اور اپنے چھوٹے بھائی کی موٹر میں ہم لوگ ڈبلن روانہ ہوئے۔ راستے میں مختلف مقامات کی سیر کرتے ہوئے ایک جگہ نیوری Newry پہنچے۔ یہ چھوٹی سی جگہ ہے جو ایک پہاڑ پر واقع ہے۔ یہاں ایک ہسپتال ہے۔ اس ہسپتال میں کچھ پاکستانی اور ہندوستانی ڈاکٹر کام کرتے ہیں۔ یہ لوگ میرے چھوٹے بھائی کے جاننے والے ہیں۔ اُن سے ملاقات ہوئی۔ اُن کے ساتھ ایک پیالی چائے پی کر ڈبلن روانہ

ہوئے۔ ڈبلن یہاں سے کوئی پچاس ساٹھ میل ہے۔ چند میل چل کر سڑک پر ایک جگہ رکنا پڑا۔ یہاں شمالی آئرلینڈ کی حد ختم ہو جاتی ہے اور جنوبی آئرلینڈ کی جمہوریہ کا علاقہ شروع ہو جاتا ہے۔ یہاں کسٹم کی چوکیاں ہیں۔ لیکن یہاں کسی کو کوئی پریشانی نہیں ہوتی۔ دو تین منٹ میں کار لے جانے کے لئے ایک پرچی مل جاتی ہے اور لوگ سرحد پار کر لیتے ہیں۔ ہمیں پانچ منٹ سے زیادہ نہیں لگے اور ہم لوگوں کی کار جنوبی آئرلینڈ میں داخل ہو گئی۔ یہاں سے ڈبلن کوئی پچاس پچپن میل ہے۔ فضا میں کوئی خاص فرق محسوس نہیں ہوا۔ البتہ کہیں کہیں مکانوں پر چھپر نظر آنے لگے۔ یہ جنوبی آئرلینڈ کی خاص چیز ہے۔ ساڑھے چار بجے کے قریب ہم لوگ ڈبلن پہنچے۔ یہ جمہوریہ آئرلینڈ کا دارالسلطنت ہے۔ اس شہر کے درمیان سے دریا گزرتا ہے۔ آس پاس عمارتیں ہیں۔ O'Connel Street سے ہوتے ہوئے ہم لوگ پہلے ایک ہوٹل میں پہنچے۔ وہاں سامان رکھا۔ منہ ہاتھ دھوئے۔ چند منٹ آرام کیا اور شام کو سیر کے لئے باہر نکلے۔ آج ہفتہ تھا اس لئے بازار بند ہو رہے تھے لیکن سڑکوں پر خاصا ہجوم تھا۔ آئرش عورتیں اور مرد ہم لوگوں کو شوق سے دیکھتے اور آپس میں سرگوشیاں کرتے تھے۔ شاید اس وجہ سے کہ اس شہر میں ہندوستانی اور پاکستانی بہت کم ہیں۔ خاص طور پر میرے چھوٹے بچے سے عورتوں نے بڑی دلچسپی کا اظہار کیا۔ راستے میں رک رک کر اس کو پیار کرتی تھیں۔ ایک اخبار والا اخبار بیچ رہا تھا۔ ہم لوگوں کو دیکھ کر زور سے بولا "پاکستان پاکستان" ——— اور مجھے یہ سن کر بہت خوشی ہوئی۔ اس لئے کہ وہ پاکستان کو جانتا ہے اور ہم لوگوں کو پاکستانی سمجھتا ہے۔ آٹھ بجے تک ہم لوگ ڈبلن کی سیر کرتے رہے۔ نو بجے ایک ریستوراں میں جا کر کھانا کھایا۔ اس ریستوراں میں ہندوستانی انداز کا کھانا بھی مل جاتا ہے۔ ہم لوگوں نے کھانا منگوایا لیکن سیٹھا پھیکا تھا۔ البتہ ریستوراں کا ماحول اچھا تھا۔ ویٹرلیس بہت خلیق اور محنتی تھیں۔ ہم لوگوں کو بڑی دلچسپی سے کھانا کھلایا۔

ساڑھے دس بجے ہم لوگ ہوٹل واپس آئے اور سو گئے۔

اتوار ۷ اپریل ۱۹۶۳ء

صبح سات بجے اُٹھ کر ناشتہ کیا۔ اور پھر ٹرینیٹی کالج Trinity College. اور یونیورسٹی کی عمارت دیکھنے گئے۔ پارک بھی دیکھے اور عجائب گھر کی سیر کی۔ برنارڈ شا کا مکان اور W. B. Yeats. کی رہائش بھی دیکھی۔ دوپہر کے بعد ہم لوگ ڈبلن سے بلفاسٹ روانہ ہوئے اور ساڑھے پانچ بجے جائے قیام پر پہنچ گئے۔ تھک گئے تھے۔ اس لئے آرام کیا، اور ذرا جلدی سو گئے۔

پیر ۸ اپریل ۱۹۶۳ء

پانچ بجے آنکھ کھلی۔ چائے بنائی اور کمرے میں بیٹھا رہا۔ آج بہت اچھی دھوپ نکلی تھی۔ ناشتہ کر کے بیوی اور بچے کے ساتھ سٹی ہال گیا۔ یہ بلفاسٹ کی مرکزی جگہ ہے اور یہاں بہت اچھا بازار ہے۔ ہم لوگ ایک بجے تک بازار میں گھومتے رہے۔ واپس آ کر کھانا کھایا اور آگ کے سامنے بیٹھے رہے۔ آج میرا چھوٹا بھائی ہسپتال سے نہیں آیا۔ اُس کی ڈیوٹی تھی۔ شام کو طبیعت گھبرانے لگی تو باہر نکلے۔ بازار تک گئے۔ ڈاکٹر شاہ مل گئے۔ اُن کے ساتھ گھر آئے اور باتیں کرتے رہے۔ رات کا کھانا کھایا اور سو گئے۔

منگل ۹ اپریل ۱۹۶۳ء

صبح چھ بجے اُٹھا۔ چائے پی کر بیٹھا رہا۔ دھوپ نکل آئی۔ ناشتہ کر کے ریون ہل ایونیو Ravenhill Avenue. کے قریب، بیوی اور بچے کو ساتھ لے کر پارک میں گیا اور وہاں بارہ بجے تک دھوپ میں بیٹھا رہا۔ بہت لُطف آیا۔ ایک بجے واپس گھر آیا۔ میرا چھوٹا بھائی انتظار کر رہا تھا۔ ہم لوگوں نے ایک ساتھ کھانا کھایا اور پھر اُس کے موٹر میں سیر کے لئے نکلے۔ کئی خوبصورت اور پُرفضا مقامات دیکھے۔ رات کو نو بجے واپسی ہوئی۔ کھانا کھایا اور سو گئے۔

بُدھ ۱۰ اپریل ۱۹۶۳ء

صبح پانچ بجے آنکھ کھلی۔ سات بجے ناشتہ کیا اور تیار ہو کر ڈنگینن Dungannon روانہ ہوئے۔ یہ جگہ بلفاسٹ سے بیالیس میل ہے اور یہاں کے ہسپتال میں ڈاکٹر صلاح الدین کام کرتے ہیں۔ دن کا کھانا اُن کے ساتھ کھایا اور پھر آئرلینڈ کے مختلف مقامات دیکھنے کے لئے چل دیئے۔ گھومتے ہوئے سلائیگو Sligo پہنچے۔ یہ بہت مشہور جگہ ہے۔ انگریزی کے مشہور آئرش شاعر ڈبلو۔ بی۔ ییٹس W. B. YEATS کی شاعری نے یہیں آنکھ کھولی اور یہی فضا اُس کا موضوع ہے۔ حد نظر تک پھیلے ہوئے اونچے نیچے سبزہ زار اور پہاڑ جو کہیں کہیں سمندر سے ہم آغوش نظر آتے ہیں، ہم لوگوں کی دلچسپی کا باعث بنے Isle of Inisfree بھی گئے اور وہاں کچھ وقت گزارا لیکن سردی بہت تھی اس لئے جلد ہی واپس ہوئے۔ واپسی میں اُس سڑک سے گزرے جس کے ساتھ ایک لمبی جھیل نظر آتی ہے۔ یہ بہت ہی پُر فضا منظر تھا۔ اندھیرا ہو چکا تھا اس لئے اس جھیل پر ٹھہر کر موٹر کے اندر سے اس کا نظارہ کیا۔ دس بجے Dungannon واپس پہنچے اور کھانا کھا کر بارہ بجے بلفاسٹ آئے۔ تھک کر چور ہو گئے تھے۔ اس لئے کافی پی اور سو گئے۔

جُمعرات ۱۱ اپریل ۱۹۶۳ء

چھ بجے اُٹھا۔ آٹھ بجے ناشتہ کر کے باہر نکلے۔ ضروری چیزیں خرید کر واپس آئے۔ دس بجے چھوٹے بھائی کے ساتھ باہر نکلے اور بلفاسٹ کے آس پاس سمندری مقامات کی سیر کی۔ Carrickhings. کا مقام بہت پسند آیا۔ Whitehead بھی بہت اچھا معلوم ہوا۔ سردی بہت تھی اس لئے باہر نکل کر گھومنے کا موقع نہیں ملا۔ پانچ بجے واپس آئے اور پھر گھر پر ہی رہے۔ ٹیلی ویژن دیکھ کر وقت گزارا۔ دس بجے کھانا کھا کر سوئے۔

جمعہ ۱۲؍اپریل ۱۹۶۳ء

ساڑھے پانچ بجے اُٹھا۔ ناشتہ کر کے باتیں کرتا رہا۔ دس بجے کے بعد صلاح الدین آگئے۔ اُن کے ساتھ چھوٹے بھائی کی موٹر میں ہم لوگ Larne. ہوتے ہوئے Gaints Cansway دیکھنے گئے۔ وہاں سے Port Rush پہنچے۔ یہ ان دونوں مقامات سے سمندر کا نظارہ بہت دلکش معلوم ہوا۔ رات گئے واپس آئے۔ کھانا کھایا اور سو گئے۔

ہفتہ ۱۳؍اپریل ۱۹۶۳ء

چھ بجے سو کر اُٹھا۔ دس بجے کے بعد بیوی اور بچے کے ساتھ گھر سے باہر نکلا اور بلفاسٹ کے آس پاس کے مقامات کی سیر کی۔ آٹھ بجے واپس آئے۔

اتوار ۱۴؍اپریل ۱۹۶۳ء

صبح ساڑھے پانچ بجے اُٹھا۔ بارش ہو رہی تھی۔ دن بھر اس کا سلسلہ جاری رہا۔ طبیعت پریشان رہی۔ دوپہر کو Dudoneld Hospital گئے۔ وہاں سے واپس آکر کھانا کھایا۔ شام کو Bengor. چلے گئے۔ بارش نہیں رکی۔ اس لئے سارا مزہ کرکرا ہو گیا۔ اسی عالم میں واپس آئے۔ رات کو پراٹھے پکائے اور کھا کر سو گئے۔

پیر ۱۵؍اپریل ۱۹۶۳ء

صبح ساڑھے چھ بجے اُٹھا۔ چائے پی اور باتیں کرتا رہا۔ آج بہت اچھی دھوپ نکلی۔ دس بجے کے قریب ناشتہ کر کے بیوی اور بچے کے ساتھ کار میں باہر گیا۔ Cerick Furgus اور Whitehead. کی سیر کی۔ ان مقامات سے سمندر کا نظارہ بڑا دلکش ہوتا ہے۔ آج سمندر کچھ اُترا ہوا تھا۔ لیکن دھوپ لطف دے رہی تھی۔ تین بجے ہم لوگ وہاں سے اپنی جائے قیام پر واپس آئے۔ سامان باندھا اور شام کو بحری جہاز سے لندن جانے کی تیاری کی۔ سات بجے جہاز کے دفتر پہنچے۔ مجمع بہت تھا۔ ٹکٹ لئے اور

جہاز میں بیٹھ گئے - جہاز پونے نو بجے لندن کے لئے روانہ ہوا - آدمی پر آدمی تھا - رات بھر بڑی تکلیف رہی -

منگل ۱۶ را پریل ۱۹۶۳ء

صبح پانچ بجے کے بعد Hieyshan. پہنچے - یہ جگہ انگلستان کے ساحل پر ہے اور یہاں سے ریل لندن کے لئے چلتی ہے - جہاز سے اُتر کر ہم لوگ ریل میں بیٹھے اور بارہ بجے کے قریب لندن پہنچے - کھانا کھایا - کافی پی اور شام تک آرام کیا - شام کو باہر سیر کے لئے نکلے - نو بجے واپس آئے - میں کچھ دیر کام کرتا رہا - ساڑھے دس بجے سویا -

بُدھ ۱۷ را پریل ۱۹۶۳ء

صبح پانچ بجے اُٹھا - چائے پی اور کام کرنے کے لئے بیٹھ گیا - ساڑھے گیارہ بجے اسکول گیا - ڈاک دیکھی - آج بہت سے خط ملے - گوشت وغیرہ خرید کر گھر واپس آیا - شام کو بیوی اور بچے کے ساتھ باہر سیر کے لئے نکلا - شام کو حسان اور بیگم حسان کے ساتھ ہندوستانی فلموں کے ریکارڈ سُنے - آج موسم بہت اچھا رہا -

جمعرات ۱۸ را پریل ۱۹۶۳ء

صبح پانچ بجے آنکھ کھلی - چائے پی کر کچھ دیر کام کیا - گیارہ بجے بیوی کو لے کر یونیورسٹی کالج ہسپتال گیا - آج اُن کا ایکس رے ہونے والا تھا - ہسپتال والوں نے کہا کہ انہیں رات بھر وارڈ میں رہنا پڑے گا اور بے ہوش کر کے ایکسرے لیا جائے گا - چنانچہ انہیں وہاں چھوڑا اور بچے کو لے کر گھر واپس آیا - طبیعت بہت پریشان رہی - دن میں بچہ سو گیا - سہ پہر کو اُٹھا - چھ بجے کے قریب اُس کو لے کر پھر ہسپتال گیا - صرف دیکھنے کی اجازت ملی - ملاقات نہ ہو سکی - بچے کے ساتھ گھر واپس آیا - کچھ دیر کمرے میں چُپ چاپ بیٹھا رہا - پھر دل بہلانے کے خیال سے ڈاکٹر حق کے یہاں گیا - وہاں چائے پی اور کھانا بھی

کھایا۔ نو بجے واپس آیا۔ بچے کو سلایا اور خود کام کرنے کی کوشش کی لیکن جی نہیں لگا۔ ساڑھے دس بجے بستر میں لیٹا اور سونے کی کوشش کی۔ رات بھر نیند نہیں آئی۔

جُمعہ ۱۹/ اپریل ۱۹۶۳ء

صبح پانچ بجے اُٹھا۔ بچے کو دودھ بنا کر دیا۔ اُس کو کپڑے پہنائے۔ چائے پی اور آٹھ بجے کے بعد بیوی کو گھر لانے کے لئے ہسپتال گیا۔ ساڑھے نو بجے کے قریب اُنہیں ٹیکسی میں بٹھا کر گھر لایا۔ چائے بنائی اور ناشتہ کیا۔ فہمیدہ کو کمزوری بہت تھی اس لئے خود کھانا پکایا۔ کھانا کھا کر اسکول گیا۔ ڈاک دیکھی۔ یونیورسٹی بک شاپ میں کتابیں دیکھ کر دل بہلاتا رہا۔ مندرجہ ذیل کتابیں خریدیں :۔

1. Sime on Potter: Language in the modern world
2. Raymond Williams: Culture and society
3. George Watson: The Liter''y Critic
4. William C. Alkinsons: A History of Spa'n and Portagal
5. W.E.Williams: A Book of English Eassays

تین بجے گھر واپس آیا۔ بیوی اور بچے کے ساتھ شام کو سیر کے لئے باہر نکلا۔ واپس آکر کھانا کھایا۔ کچھ دیر کام کیا اور گیارہ بجے سو گیا آج موسم دن بھر بہت اچھا رہا۔ گرمی رہی اور دھوپ نکلی رہی۔

ہفتہ ۲۰/ اپریل ۱۹۶۳ء

ساڑھے پانچ بجے آنکھ کُھلی۔ بارش ہوتی رہی۔ اس لئے گھر ہی پر رہا۔ شام کو طبیعت گھبرا گئی تو بیوی اور بچے کو ساتھ لے کر باہر نکلا لیکن جلد ہی واپس

آگیا۔ طبیعت الجھی رہی۔ کھانا کھایا۔ کچھ دیر کام کیا اور گیارہ بجے سو گیا۔

اتوار ۲۱ ر اپریل ۱۹۶۳ء

صبح پانچ بجے اُٹھا۔ چائے پی کر کام کرتا رہا۔ آج موسم اچھا تھا۔ سردی کم تھی۔ دھوپ کھلی ہوئی تھی۔ گیارہ بجے تک کام کیا۔ بارہ بجے کھانا کھا کر ہندوستانی فلم خزانچی، دیکھنے کے لئے بیکر اسٹریٹ گیا۔ پانچ بجے واپس گھر آیا۔ چائے پی اور باتیں کرتا رہا۔ چھ بجے کے قریب بیوی اور بچے کے ساتھ ہائی گیٹ کی طرف گھومنے گیا۔ سات بجے کے بعد واپس آیا اور کام کرتا رہا۔ ۹ بجے کھانا کھا کر پھر کام شروع کیا۔ ساڑھے دس بجے سویا۔

پیر ۲۲ ر اپریل ۱۹۶۳ء

صبح پانچ بجے آنکھ کھلی۔ چائے پی کر کام کرتا رہا۔ گیارہ بجے کے بعد کھانا کھا کر اسکول گیا۔ اپنے کمرے میں جا کر اقبال کے بارے میں دو تین کتابیں لیں۔ اُس کے بعد اسکول میں جا کر ڈاک دیکھی۔ پھر برٹش میوزیم چلا گیا۔ مخطوطات کے نسخے نکلوائے اور کام شروع کیا۔ میرامن کی گنج خوبی اور کلیات صہبائی اور کاظم علی جوان کی شکنتلا بھی نکلوا کر دیکھیں۔ چار بجے تک وہاں کام کیا۔ اور پھر Tottenham Court Road. سے ٹیوب میں بیٹھ کر گھر آیا۔ ایک پیالی چائے پی اور بیوی بچے کو ساتھ لے کر کنٹش ٹاؤن Kentish Town. گیا۔ گھوم پھر کر سات بجے واپس آیا۔ رات کو دس بجے تک کام کیا۔ ساڑھے دس بجے سویا۔

منگل ۲۳ ر اپریل ۱۹۶۳ء

صبح پانچ بجے اُٹھا۔ اُٹھ کر بی۔ بی۔ سی کے لئے "اقبال اور مغرب" کے موضوع پر تقریر لکھی۔ ساڑھے نو بجے اس کو ریکارڈ کرانے کے لئے بُش ہاؤس گیا۔ تقریر ریکارڈ کرائی۔ عباسی اور اظہار کاظمی سے باتیں کرتا رہا۔ ساڑھے بارہ بجے واپس گھر آیا۔ بیوی کو لے کر یونیورسٹی کالج ہاسپٹل گیا۔ آج Dr. Swyer. نے اُن کو دیکھنے کے لئے وقت دیا تھا۔ تین بجے وہاں

سے چھٹکارا ہوا تو ہم لوگ آکسفورڈ اسٹریٹ گئے۔ چھ بجے تک مختلف دوکانیں دیکھیں اور پھر گھر واپس آئے۔ آج طبیعت گھبراتی رہی۔ لکھنے پڑھنے کی کوشش کی لیکن جی نہیں لگا۔ دس بجے کھانا کھایا۔ کافی پی اور گیارہ بجے کے قریب سوگیا۔

بُدھ ۲۴ اپریل ۱۹۶۳ء

صبح سوا پانچ بجے آنکھ کھُلی۔ چائے پی کر کام کرنے لگا۔ دس بجے ناشتہ کر کے باہر نکلا۔ بیوی اور بچے کو ڈاکٹر کے یہاں پہنچایا اور خود برٹش میوزیم چلا گیا۔ میوزیم میں ڈیڑھ بجے تک کام کیا۔ اُس کے بعد اسکول گیا۔ دو بجے شعبے کی میٹنگ میں شرکت کی۔ ساڑھے تین بجے رسل کے ساتھ چائے پی۔ اور پھر گھر واپس آگیا۔ پانچ بجے کے قریب بیوی اور بچے کے ساتھ باہر نکلا۔ سات بجے واپس آیا اور کام کرتا رہا۔ دس بجے کھانا کھایا۔ اور پھر کام شروع کیا۔ ساڑھے گیارہ بجے سویا۔

جُمعرات ۲۵ اپریل ۱۹۶۳ء

صُبح پانچ بجے اُٹھا۔ نو بجے تک کام کیا۔ گیارہ بجے میوزیم پہنچا۔ ایک بجے تک وہاں کام کیا۔ آج کاظم علی جوان کے شکنتلا کا مخطوطہ بھی نکلوا کر دیکھا۔ رسیلی زبان میں لکھی گئی ہے۔ اس کو چھپوانے کا خیال ہے۔ ایک بجے اسکول گیا۔ ٹامس کو میرحسن کی مثنوی سحر البیان پڑھائی۔ ڈھائی بجے اسکول میں ڈاک دیکھی۔ رسل سے کچھ دیر باتیں کیں اور پھر میوزیم واپس آیا۔ ساڑھے تین بجے تک کام کیا۔ چار بجے ٹیوب میں بیٹھ کر گھر روانہ ہوا۔ آج کمانڈر قاسم حسین اور اُن کی بیوی، کو کھانے پر بُلایا تھا۔ اُس کا کچھ انتظام کیا۔ وہ لوگ چھ بجے کے قریب آگئے۔ آٹھ بجے اُن کے ساتھ کھانا کھایا۔ دیر تک باتیں ہوتی رہیں۔ وہ لوگ دس بجے رُخصت ہوئے۔ اُن کے جانے کے بعد کچھ دیر پڑھنے کی کوشش کی لیکن تھک گیا تھا۔ اس لیئے ساڑھے دس بجے کے قریب بستر میں لیٹ گیا۔ جلد

ہی نیند آگئی۔

جمعہ ۲۶ راپریل ۱۹۶۳ء

صبح ساڑھے پانچ بجے آنکھ کُھلی۔ چائے پی کر کچھ دیر کام کیا۔ گیارہ بجے ناشتہ کرکے اسکول پہنچا۔ بارہ بجے ٹامس کو پڑھانا تھا لیکن آج وہ نہیں آئے۔ ساڑھے بارہ بجے دفتر میں جاکر ڈاک دیکھی۔ شکور صاحب کا خط ملا۔ اس کو پڑھ رہا تھا کہ سعید آگئے۔ اُن سے باتیں کرتا ہوا کمرے میں آیا۔ وہاں سے ہم لوگ ساتھ ساتھ میوزیم گئے۔ میوزیم میں میں نے چار بجے تک کام کیا۔ آج کاظم علی جوان کی شکنتلا مخطوطہ پڑھا اور ختم کردیا۔ میر حسن اور کریم خاں کی ڈائری پر بھی کام کیا۔ پانچ بجے سے قبل گھر پہنچا۔ چائے پی کر بیوی اور بچے کے ساتھ باہر نکلا Halloway. اور Seven Sisters Road. کا بازار دیکھا۔ آج بچے نے گاڑی پکڑ کر باقاعدہ چلنا شروع کیا۔ ساڑھے سات بجے گھر واپس آیا۔

ہفتہ ۲۷ راپریل ۱۹۶۳ء

صبح چھ بجے کے بعد اُٹھا۔ چائے پی اور کام شروع کیا۔ ۹ بجے کے قریب چغتائی آگئے۔ انہیں چیک دیا۔ دس بجے تیار ہوکر ناشتہ کیا اور سیدھا برٹش میوزیم گیا۔ آج کاظم علی جوان کے شکنتلا پر کام شروع کردیا۔ چھپے ہوئے نسخے کا مخطوطے سے مقابلہ کیا۔ کچھ حصے نقل بھی کئے۔ کوئی اور کام نہ کرسکا۔ اسی کام میں ایک بج گیا۔ اور ایک بجے سے قبل میوزیم کا اورنٹل سکشن بند ہوجاتا ہے۔ ایک بجے وہاں سے اُٹھا اور گھر واپس آیا۔ کھانا کھاکر بیوی اور بچے کے ساتھ باہر نکلا۔ آج ریجنٹ پارک جانے کا خیال تھا۔ چنانچہ ہم لوگ Kentish Town. ہوتے ہوئے Camden Town پہنچے۔ راستے میں دو کانیں بھی دیکھیں۔ اس میں ساڑھے چار بج گئے۔ اس لئے ریجنٹ پارک جانے کا ارادہ ملتوی کردیا، اور کیمڈن ٹاؤن سے ٹیوب

میں بیٹھ کر گھر واپس آ گئے۔ چھ بجے حسّان صاحب اور بیگم حسّان کے یہاں گئے۔ اُن کی بہن اور بہنوئی سے مُلاقات ہوئی۔ یہ دونوں ڈاکٹر ہیں اور آج کل Leeds. سے یہاں آئے ہوئے ہیں۔ اُن لوگوں سے دیر تک انگلستان کے کلچر اور خصوصاً انگریزی کھانوں پر باتیں ہوتی رہیں۔ رات کا کھانا بھی ہم لوگوں نے وہیں کھایا۔ ساڑھے نو بجے واپس آئے۔ میں نے گھر آ کر کام کرنے کی کوشش کی لیکن تھک گیا تھا۔ اس لئے ساڑھے دس بجے کے قریب سو گیا۔

اتوار ۲۸ / اپریل ۱۹۶۳ء

صبح ساڑھے چار بجے آنکھ کُھل گئی لیکن بستر میں لیٹا رہا۔ چھ بجے اُٹھ کر چائے پی اور لکھنے کے لئے بیٹھ گیا۔ دوپہر بیوی اور بچے کے ساتھ ہندوستانی فلم دیکھنے کے لئے Notting Hill Gate گیا۔ فلم اچھی نہیں تھی۔ طبیعت بدمزہ ہوئی۔ پانچ بجے گھر واپس آیا۔ چائے پی اور باتیں کرتا رہا۔ پھر کچھ لکھنا پڑھنا شروع کیا۔ نو بجے کھانا کھایا۔ ساڑھے گیارہ بجے سویا۔ آج دن بھر دھوپ نکل رہی اور موسم گرم رہا۔

پیر ۲۹ / اپریل ۱۹۶۳ء

پانچ بجے اُٹھا اور کام کرتا رہا۔ دس بجے ناشتہ کر کے اسکول گیا۔ ڈاک دیکھی۔ پھر بینک گیا۔ پندرہ پونڈ نکلوائے۔ اور پھر برٹش میوزیم چلا گیا۔ میر حسن کے کلیات اور کاظم علی جوان کے شکنتلا پر کام کیا۔ چار بجے وہاں سے اُٹھا ڈرمنڈ اسٹریٹ سے گوشت خریدا اور گھر واپس آیا۔ شام کو حسان اور بیگم حسان کے یہاں دعوت تھی۔ اُن کے چھوٹے بھائی فصیح کی شادی کے سلسلے میں وہاں کئی جاننے والے ملے۔ ایک پُرانے شاگرد اکرام ملے۔ میں اُنہیں نہ پہچان سکا۔ انہوں نے پہچان لیا۔ اُن سے دلّی اور مرحوم اینگلو عربک کالج کی باتیں ہوتی رہیں۔ گیارہ بجے وہاں سے واپس آیا۔ ساڑھے گیارہ کے

قریب سویا۔

منگل ۳۰ راپریل ۱۹۶۳ء

صبح پانچ بجے آنکھ کھلی۔ لکھتا پڑھتا رہا۔ دس بجے ناشتہ کرکے اسکول گیا۔ ڈاک دیکھی۔ اور پھر میوزیم چلا گیا۔ وہاں سے تین بجے تک کام کرتا رہا۔ آج صرف کاظم علی جوان کی شکنتلا کے علاوہ کوئی اور نسخہ نہ دیکھ سکا۔ تین بجے وہاں سے اُٹھا۔ پاٹھک کے یہاں سے کچھ مٹھائی خریدی اور گھر آگیا۔ آج بچے کی سالگرہ تھی۔ پانچ بجے پارٹی ہوئی۔ بہت سے لوگ آئے۔ سات بجے تک رونق رہی۔ آٹھ بجے کچھ لکھنا پڑھنا شروع کیا۔ دس بجے کھانا کھایا اور کام کرتا رہا۔ ساڑھے گیارہ بجے سویا۔ آج دن بھر دھوپ رہی اور گرمی کا احساس ہوا۔

بدھ یکم مئی ۱۹۶۳ء

صبح پانچ بجے اُٹھا۔ بارش ہو رہی تھی اور اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ کام کرتا رہا۔ دس بجے ناشتہ کرکے اسکول گیا۔ گیارہ بجے ٹامس کو پڑھانا تھا لیکن وہ پرچہ لکھ کر رکھ گئے تھے کہ آج انھیں کنسرٹ Concert. کے لئے کیو Queu میں کھڑا ہوتا ہے۔ اس لئے ذرا دیر میں آئیں گے۔ ساڑھے گیارہ تک اُن کا انتظار کیا۔ پھر اسکول کے دفتر میں جاکر ڈاک دیکھی۔ سعید مل گئے۔ خط پڑھتا ہوا اور اُن سے باتیں کرتا ہوا کمرے میں واپس آیا۔ کچھ دیر بیٹھا۔ عارف نقوی ملنے آگئے۔ اُن سے چند منٹ باتیں کیں۔ رسل بھی آگئے۔ اُن سے کچھ ضروری باتیں کرتا رہا۔ ساڑھے بارہ بجے میوزیم گیا اور وہاں چار بجے تک کام کیا۔ بارش ہوتی رہی۔ اسی بارش میں گھر آیا۔ چائے پی کر بیوی اور بچے کے ساتھ باہر نکلا۔ بازار سے کچھ چیزیں خریدیں۔ اور گھر واپس آگیا۔ کام کرتا رہا۔ آج تھکن بہت ہوئی۔ کچھ خطوط لکھے اور تھوڑی دیر پڑھتا رہا۔ ساڑھے دس بجے سویا۔

جمعرات ۲ مئی ۱۹۶۳ء

ساڑھے چار بجے آنکھ کھلی۔ چائے پی کر کام کرتا رہا۔ گیارہ بجے۔ بیوی اور بچے کو ساتھ لے کر باہر نکلا۔ انہیں آکسفورڈ اسٹریٹ پر چھوڑا اور خود اسکول گیا۔ ڈاک دیکھی۔ ساڑھے بارہ بجے کمرے میں پہنچا۔ شمسہ کلثوم ملنے کے لئے آئیں۔ کراچی یونیورسٹی کی ام۔ اے ہیں۔ یہاں پی۔ ایچ۔ ڈی کرنا چاہتی ہیں۔ اُن سے باتیں ہوتی رہیں۔ ایک بجے ٹامس آگئے۔ انہیں تین بجے تک میرحسن کی مثنوی سحرالبیان پڑھائی۔ اُس کے بعد اُٹھ کر برٹش میوزیم گیا۔ کاظم علی جوان کی کہانی شکنتلا پر کام کرتا رہا۔ مخطوطے سے مقابلہ کیا۔ پانچ بجے وہاں سے رخصت ہوا۔ آکسفورڈ اسٹریٹ سے بیوی اور بچے کو لیا۔ ایک ریستوراں میں چائے پی۔ ساڑھے سات بجے اُن کو لے کر گھر آیا۔ تھک گیا تھا۔ چائے پی۔ کچھ دیر آرام کیا۔ کھانا کھا کر کام کرتا رہا۔ گیارہ بجے سویا۔

جمعہ ۳ مئی ۱۹۶۳ء

صبح چھ بجے اُٹھا۔ چائے بنائی۔ ایک پیالی پی کر میرحسن کی غزلیں دیکھتا رہا۔ چھپے ہوئے نسخے سے مقابلہ کیا۔ اور غیر مطبوعہ غزلیں نکالیں۔ دس بجے ناشتہ کر کے اسکول پہنچا۔ گیارہ بجے مارگریٹ آگئی۔ دس منٹ بعد رسل آئے۔ مارگریٹ اُردو پڑھنا چاہتی ہے۔ میں نے اس کو رسل کے سپرد کیا ہے۔ رسل سے اُس کا تعارف کرایا۔ باتیں ہوتی رہیں۔ ساڑھے گیارہ بجے چارلس ٹامس آئے۔ اُنہیں مثنوی سحرالبیان پڑھائی۔ بارہ بجے کے بعد گولڈنگ اور کلارک آگئے۔ انہیں پڑھایا۔ ایک بجے سینئر کامن روم میں گیا۔ کافی پی اور رسالے دیکھتا رہا۔ ڈیڑھ بجے نیچے ریڈنگ روم میں جا کر انڈیا آفس کی کتابوں کی فہرست دیکھی۔ دو بجے کمرے میں گیا۔ رسل کے ساتھ کچھ دیر باتیں ہوئیں۔ پھر ہم لوگوں نے بیٹھ کر لائبریری کی کتابوں کی فہرست بنائی۔ چار بجے سینئر کامن روم میں چائے پی۔ اور پھر رسل سے رخصت ہو کر گھر آگیا۔ بیوی اور بچے کے ساتھ باہر جا کر کچھ

چیزیں خریدیں۔ بازار سے واپس آکر چائے پی۔ اور پھر کام کرتا رہا۔

ہفتہ ۴ مئی ۱۹۶۳ء

صبح چھ بجے آنکھ کھلی۔ آج عیدالاضحیٰ کا دن تھا۔ نہایا دھویا۔ کپڑے بدلے۔ ڈاکٹر حق اور ڈاکٹر وو ہرا آگئے۔ اُن کے لئے سوئیاں پکائیں۔ حلوہ بنایا۔ کھاکر ہم لوگ ریجنٹ پارک نماز پڑھنے کے لئے گئے۔ موسم اچھا تھا۔ دھوپ نکلی ہوئی تھی۔ سردی بھی زیادہ نہیں تھی۔ ساڑھے گیارہ بجے وہاں پہنچا۔ نماز پڑھی۔ دنیا کے تمام ملکوں کے لوگ نماز میں موجود تھے۔ بارہ بجے کے بعد ہم لوگ وہاں سے گھر واپس آئے۔ ایک بجے بیوی اور بچے کے ساتھ کمانڈر قاسم حسین سے یہاں Roe Green روانہ ہوا۔ آج انہوں نے کھانے پر بُلایا تھا۔ دو بجے کے قریب اُن کے یہاں پہنچے۔ وہ انتظار کر رہے تھے۔ اُن کے یہاں راجہ محمود آباد کے صاحبزادے عسکری صاحب اور اُن کی بیگم بھی تھیں۔ ہم لوگوں نے کھانا کھایا۔ اور شام تک باتیں کرتے رہے۔ پانچ بجے کے بعد اُن کے مکان کے قریب ایک مکان بھی دیکھا۔ چھ بجے واپسی ہوئی۔ رات کو حسّان اور بیگم حسّان آگئے۔ اُن سے گیارہ بجے تک باتیں ہوتی رہیں۔ میں تھک گیا تھا۔ اس لئے کچھ کام نہ کرسکا اور سو گیا۔

اتوار ۵ مئی ۱۹۶۳ء

صبح چھ بجے کے بعد سو کر اُٹھا۔ چائے پی کر کام کرتا رہا۔ بارہ بجے کھانا کھا کر کچھ دیر کے لئے حسان اور بیگم حسان کے لئے یہاں گیا۔ اُن کی بہن اور بہنوئی آج واپس جانے والے تھے۔ یہ دونوں ڈاکٹر ہیں اور LEEDS میں کام کرتے ہیں۔ انہیں رخصت کیا گھر واپس آیا۔ اس کے بعد بیوی اور بچے کے ساتھ ریجنٹ پارک گیا۔ ریجنٹ پارک میں آج کل بہار آئی ہوئی ہے۔ ہر طرف سبزہ ہی سبزہ نظر آتا ہے۔ رنگ برنگ کے پھول اپنی بہار دکھاتے ہیں۔ درخت بھی پھولوں اور پتیوں کے لدے ہوئے ہیں۔ آج موسم اچھا

تھا۔ دھوپ بہت پُرلطف تھی۔ دیر تک ہم لوگ بنچ پر بیٹھے رہے۔ تصویریں بھی کھینچیں۔ پارک میں آج بے شمار لوگ تھے۔ طبیعت خوش ہوئی۔ ساڑھے چار بجے Warren Street. آئے۔ اور وہاں سے ٹیوب میں بیٹھ کر گھر روانہ ہوئے۔ آکر چائے پی۔ ساڑھے چھ بجے کے قریب میں تنہا سیر کے لئے نکلا۔ Parliment Hill fields. گیا۔ پہاڑیوں کی بہار دیکھی۔ خوبصورت منظر تھا۔ طبیعت بشاش ہوئی۔ آٹھ بجے Kentish Town. ہوتا ہوا واپس آیا۔ کھانا کھایا۔ کچھ دیر کام کیا۔ گیارہ بجے سویا۔

پیر ۶ رمئی ۱۹۶۳ء

صبح چھ بجے اُٹھا۔ کھڑکیوں کے باہر تیز دھوپ نکلی ہوئی تھی۔ چائے پی کر کام کرنے لگا۔ دس بجے کے بعد ناشتہ کر کے اسکول گیا۔ ڈاک دیکھی اور پھر برٹش میوزیم چلا گیا۔ آج کاظم علی جوان کی شکنتلا کی تصحیح کا کام ختم کر دیا۔ نواب کریم خان کی ڈائری سیاحت نامہ کا کام بھی کچھ آگے بڑھا۔ چار بجے وہاں سے اُٹھ کر ڈرومنڈ اسٹریٹ آیا۔ گوشت خریدا اور گھر آگیا چائے پی کر بیوی اور بچے کے ساتھ باہر نکلا اور Parlimant Hill fields. گیا۔ دیر تک وہاں کی سیر کی۔ آج کل اِن پہاڑیوں کا منظر بہت ہی دلکش ہے۔ ہر طرف سبزہ ہی سبزہ نظر آتا ہے۔ بہت لطف رہا۔ آٹھ بجے Kentish Town. ہوتے ہوئے گھر واپس آئے۔ نو بجے کھانا کھایا۔ کچھ دیر کام کیا۔ گیارہ بجے سویا۔

منگل ۷ رمئی ۱۹۶۳ء

ساڑھے پانچ بجے صبح آنکھ کھلی۔ کام کرنے کے لئے بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر میں تیز دھوپ نکل آئی۔ ساڑھے دس بجے ناشتہ کر کے اسکول گیا۔ گولڈنگ اور کلارک آگئے۔ اُن کو ایک بجے تک بڑھایا۔ آج ٹامس نہیں آئے۔ اسکول میں جا کر ڈاک دیکھی اور پھر برٹش میوزیم چلا گیا۔ آج کاظم علی جوان کی کہانی شکنتلا کے مختلف نسخوں کا مقابلہ شروع کیا۔ بارہ ماسہ بھی نکلوایا۔ کریم خاں کی ڈائری

پر بھی کچھ کام کیا۔ ساڑھے تین بجے وہاں سے اُٹھا اور اسکول آیا۔ سامان کمرے میں رکھا اور سینیئر کامن روم میں گیا۔ ریاض الاسلام اور ڈاکٹر ستیش چند مل گئے۔ اُن کو ساتھ لے کر سینٹ ہال میں گیا۔ آج اسکول کا فاؤنڈیشن ڈے تھا۔ چار بجے چائے ہوئی۔ پانچ بجے Beveridge Hall میں جلسہ شروع ہوا۔ پروفیسر گب نے Areashades Reconsidered کے موضوع پر اپنا ایڈریس پڑھا۔ اسکول کے اساتذہ، طالب علم اور مہمان ہال میں موجود تھے۔ پروفیسر گب کی تقریر کے بعد اسکول کے ڈائریکٹر پروفیسر فلپس نے مختصر سی تقریر میں اُن کا شکریہ ادا کیا۔ چھ بجے جلسہ ختم ہوا۔ وہاں سے اُٹھ کر گھر آیا۔ چائے پی اور بیوی اور بچے کے ساتھ باہر سیر کے لئے نکلا۔ ساڑھے آٹھ بجے واپسی ہوئی۔ کھانا کھایا۔ کچھ دیر کام کیا۔ ساڑھے گیارہ بجے سویا۔

بُدھ ۸ مئی ۱۹۶۳ء

ساڑھے چار بجے آنکھ کھل گئی۔ لیکن لیٹا رہا اور سو گیا۔ پھر سات بجے اُٹھا۔ چائے پی کر کام کرتا رہا۔ دس بجے ناشتے کے بعد اسکول گیا۔ گیارہ بجے کلاس تھا لیکن آج ٹامس نہیں آئے۔ اس لئے کمرے سے باہر نکلا اسکول کی عمارت میں جا کر ڈاک دیکھی۔ بینک سے دس پونڈ نکلوائے اور پھر میوزیم چلا گیا۔ میوزیم میں کاظم علی جوان کی شکنتلا اور نواب کریم خاں کی ڈائری پر کام کیا۔ پونے چار بجے اُٹھا۔ بیوی اور بچے کو آج میں نے میوزیم ہی بلایا تھا۔ اس خیال سے کہ یہیں سے اُن کو ساتھ لے کر یوم اقبال کے جلسے میں چلا جاؤں گا۔ وہ لوگ میوزیم سے باہر میرا انتظار کر رہے تھے۔ سعید بھی آ گئے۔ ہم لوگ پہلے بس میں بیٹھ کر ڈرومنڈ اسٹریٹ آئے۔ وہاں سے گوشت خریدا۔ پھر بس میں بیٹھ کر Baker Street گئے۔ وہاں سے پارک روڈ پر Islmaic Culture Centre پہنچے۔ یہیں یوم اقبال کا جلسہ تھا۔ فیض صاحب مل گئے۔

انہوں نے یہ خبر سُنائی کہ شوکت تھانوی کا لاہور میں انتقال ہو گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ بہت افسوس ہوا۔ لندن آنے سے قبل پنڈی میں اُن سے ملاقات ہوئی تھی۔ چلتے وقت اُنہوں نے کہا تھا۔ "خدا جانے اب ملاقات ہو یا نہ ہو"۔ اُن کے انتقال کی خبر سُن کر اُس آخری ملاقات کا منظر میری آنکھوں کے سامنے آگیا۔ طبیعت پریشان رہی۔ پانچ بجے یوم اقبال کا جلسہ شروع ہوا۔ ایرانی سفیر نے صدارت کی۔ Prof. Rushbrook Williams نے تقریر کی۔ اقبال کی کچھ غزلیں پڑھ کر سُنائی گئیں۔ آخر میں فیض صاحب نے تقریر کی۔ یہ تقریر اقبال کی انسانیت اور انسان دوستی پر تھی۔ فیض صاحب نے بہت اچھا تجزیہ کیا۔ حاضرین اس تقریر سے بہت متاثر ہوئے۔ جلسہ ختم ہوا تو ہم لوگ سنٹر سے نکلے۔ بس لینے کی کوشش کی لیکن دیر تک انتظار کرنے کے بعد نہیں آئی۔ اس لئے ٹیوب میں بیٹھ کر گھر آئے۔ بیگم حسان آگئیں۔ اُن سے باتیں ہوتی رہیں۔ کھانا کھایا۔ کچھ دیر کام کیا۔ اور پھر سو گیا۔

جمعرات ۹ مئی ۱۹۶۳ء

صبح چھ بجے سو کر اُٹھا۔ ناشتہ کیا۔ فہمیدہ موٹر ڈرائیونگ سیکھنے کے لئے گئیں۔ میں کام کرتا اور بچے کی دیکھ بھال کرتا رہا۔ ساڑھے دس بجے واپس آئیں۔ گیارہ بجے کے بعد کھانا کھا کر اسکول گیا۔ ڈاک دیکھی۔ کمرے میں آیا۔ چارلس ٹامس آگئے۔ ڈھائی بجے تک اُنہیں پڑھایا۔ پھر اسکول کی عمارت میں گیا۔ وہاں سے نکل کر میوزیم جا رہا تھا کہ پروفیسر عزیز احمدؔ مل گئے دو روز ہوئے کینیڈا سے لندن پہنچے ہیں۔ کچھ کام کر رہے ہیں۔ اس سلسلے میں لندن آئے ہوئے ہیں۔ بڑے تپاک سے ملے۔ میوزیم میں جا کر ہم لوگوں نے چائے پی اور وہیں باتیں کرتے رہے۔ اُن کے ساتھ ساتھ میں اورینٹل ریڈنگ روم میں آیا۔ اپنی کتابیں نکلوائیں اور کام شروع کیا۔ کاظم علی جوان کی شکنتلا کے مختلف نسخوں کا مقابلہ کیا اور حواشی لکھے۔ نواب کریم خاں کی ڈائری پر بھی تھوڑی دیر

کام کیا۔ پونے پانچ بجے وہاں سے اُٹھا۔ لیسٹر اسکوائر آیا۔ اور ٹیوب میں بیٹھ کر گھر آگیا۔ چائے پی کر بیوی اور بچے کے ساتھ باہر سیر کے لیئے نکلا۔ Archway اور Halloway Road کی سیر کی۔ ساڑھے آٹھ بجے گھر واپس آیا۔ نجم آ گئے۔ انہوں نے کہا کمرے میں چل کر ریکارڈ سنے۔ چنانچہ بیوی اور بچے کے ساتھ وہاں چلا گیا۔ دیر تک ہندوستانی گانوں کے ریکارڈ سُنے۔ پونے گیارہ بجے واپس آکر کھانا کھایا کچھ دیر کام کیا اور پھر سو گیا۔

جمعہ ۱۰ ؍مئی ۱۹۶۳ء

صبح پانچ بجے آنکھ کھلی۔ کام کرتا رہا۔ آٹھ بجے ناشتہ کیا۔ پونے گیارہ بجے اسکول گیا۔ چارلس ٹامس موجود تھے۔ انہیں ایک بجے تک اُمراؤ جان ادا پڑھائی اور لکھنؤ کی معاشرت پر باتیں کیں۔ ایک بجے اسکول میں جاکر ڈاک دیکھی۔ پھر برٹش میوزیم پہنچا اور کام شروع کیا۔ آج کاظم علی جوان کی کہانی شکنتلا پر کام ختم کر دیا۔ مختلف نسخوں نے جو مقابلہ کر رہا تھا۔ آج اس کی تکمیل ہوئی۔ سب نسخے واپس کیئے۔ نواب کریم خاں کی ڈائری پر بھی کام کیا۔ چار بجے کام ختم کر کے گھر واپس آیا۔ چائے پی اور بیٹھا رہا۔ ساڑھے چھ بجے کے قریب بیوی اور بچے کے ساتھ گھومنے کے لیئے باہر نکلا۔ ایک گھنٹے کے بعد واپس آیا۔ کھانا کھایا اور ڈاکٹر حق سے ملنے چلا گیا۔ ساڑھے نو بجے تک اُن سے باتیں ہوتی رہیں۔ واپس آکر کام کرتا رہا۔ ساڑھے گیارہ بجے سویا۔

ہفتہ ۱۱ ؍مئی ۱۹۶۳ء

صبح پانچ بجے اُٹھا۔ چائے پی کر کچھ دیر کام کیا۔ نو بجے تیار ہو کر B.O. A.C کے ٹرمنل وکٹوریا گیا۔ آج مولانا سعید احمد اکبرآبادی مانٹریل (کینڈا) سے لندن آنے والے تھے۔ انہوں نے مجھے لکھا تھا کہ اُن کا جہاز نو بجے لندن پہنچے گا اور وہ دس بجے تک وکٹوریا ٹرمنل پہنچ جائیں گے۔ وہاں جا کر معلوم ہوا کہ جہاز کی خبر نہیں۔ غالباً نو بجے رات کو آئے گا۔ چنانچہ گھر واپس

آیا۔ دِن کو کھانا کھا کر ذرا دیر لیٹ گیا۔ نیند آگئی۔ چار بجے اُٹھا۔ کچھ دیر چُپ چاپ بیٹھا رہا۔ پھر چائے پی۔ B.O.A.C کو فون کر کے معلوم کیا کہ جہاز کس وقت پہنچ رہا ہے۔ معلوم ہوا کہ آٹھ بجے جہاز پہنچے گا اور نو بجے تک مسافر ٹرمنل پہنچ جائیں گے۔ چھ بجے۔ بیوی اور بچے کے ساتھ باہر نکلا۔ لیسٹر اسکوائر گیا۔ پھر Trafalgar Square کی سیر کی۔ Whitehead کے آس پاس کی عمارتیں بھی دیکھیں۔ آٹھ بجے بس میں بیٹھ کر ہم لوگ Victoria. پہنچے۔ ۹ بجے ہوائی اڈے سے کوچ آئی۔ مولانا سعید احمدؒ سے ملاقات ہوئی۔ باتیں ہوتی رہیں اُن کا ارادہ میرے ساتھ ٹھہرنے کا تھا لیکن اُن کے دو عزیز بھی آگئے تھے۔ انہوں نے ضد کی۔ اس لئے وہ اُن کے ساتھ چلے گئے۔ اب اُن سے کل یا پرسوں مفصل ملاقات ہوئی۔ دس بجے کے قریب ہم لوگ وکٹوریا سے گھر واپس پہنچے۔ کھانا کھا کر کچھ دیر کام کیا۔ بارہ بجے سویا۔

اتوار ۱۲ مئی ۱۹۶۳ء

صبح چار بجے آنکھ کُھل گئی۔ لیکن پھر سو گیا اور پھر جو اُٹھ کر دیکھا تو نو بجے تھے۔ ناشتہ کیا اور کام کرنے لگا، بارہ بجے تیار ہو کر بیوی بچے کے ساتھ ہندوستانی فلم، غالب دیکھنے گیا۔ نہایت مہمل فلم تھی۔ غالب کی شخصیت کو عجیب وغریب رنگ دیا گیا تھا۔ دیکھ کر طبیعت بدمزہ ہوئی۔ حسان اور بیگم حسان مل گئے۔ اُن کی کار میں گھر آئے۔ چھ بجے مولانا سعید احمدؒ اکبرآبادی آگئے۔ اُن سے دیر تک باتیں ہوتی رہیں۔ انہوں نے رات کا کھانا بھی میرے ساتھ کھایا۔ اُن کے ایک عزیز محسن شمسی بھی اُن کے ساتھ تھے۔ ڈاکٹر حق بھی آگئے۔ اُن سے بھی باتیں ہوتی رہیں۔ یہ لوگ دس بجے کے قریب رخصت ہوئے۔ میں تھک کر چور ہو گیا تھا۔ اس لئے کام نہ کر سکا اور گیارہ بجے سے قبل ہی سو گیا۔

پیر ۱۳ر مئی ۱۹۶۳ء

صبح ساڑھے پانچ بجے سو کر اُٹھا۔ چائے پی کر کام کرتا رہا۔ گیارہ بجے اسکول پہنچا۔ ڈاک دیکھی۔ مولانا سعید احمدؔ اکبرآبادی نے اسکول میں آنے کا وعدہ کیا تھا۔ وہ آگئے۔ انہیں لے کر اپنے کمرے میں گیا۔ رسل سے مُلاقات کرائی۔ پھر اُنہیں ساتھ لے کر میوزیم گیا۔ اور کام شروع کر دیا۔ مولانا بھی کام کرتے رہے۔ ساڑھے تین بجے وہاں سے ہم لوگ اسکول واپس آئے۔ راستے میں بارش شروع ہوگئی۔ بڑی مشکل سے پہنچے۔ سینئر کامن روم میں جا کر چائے پی۔ اور باتیں کرتا رہا۔ رسل بھی آگئے۔ چار بجے کے بعد گھر جانے کا ارادہ تھا لیکن معلوم ہوا کہ آج پانچ بجے ڈائریکٹر کی میٹنگ ہے۔ اس لئے رُک گیا۔ پانچ بجے میٹنگ شروع ہوئی۔ سوا چھ بجے تک اسکول کے معاملات پر تبادلۂ خیال ہوتا رہا۔ میٹنگ کے بعد بس میں بیٹھ کر گھر آیا۔ چائے پی اور گھر والوں کے ساتھ باہر نکلا۔ بارش کے آثار تھے۔ اس لئے جلد ہی واپس آگیا۔ کام کرتا رہا۔ ۹ بجے کھانا کھایا۔ گیارہ بجے سویا۔

منگل ۱۴ر مئی ۱۹۶۳ء

پانچ بجے آنکھ کُھلی۔ دس بجے تک کام کیا۔ پھر ناشتہ کر کے اسکول گیا۔ مولانا سعید احمدؔ اکبرآبادی سے ملاقات ہوئی۔ عزیز احمدؔ بھی آگئے۔ اُن دونوں کو سینئر کامن روم میں بٹھایا اور خود کمرے میں گیا۔ گیارہ بجے کلاس تھا۔ چارلس ٹامس موجود تھے۔ انہیں ایک بجے تک پڑھایا۔ مولانا سعید احمدؔ، اور رسل کو ساتھ لے کر Senior Refectory. میں کھانا کھانے گیا۔ پھر کافی پی۔ باتیں ہوتی رہیں۔ دو بجے B. B. C. جانے کے لئے اُن لوگوں سے رخصت ہوا۔ آج وہاں شوکت تھانوی مرحوم کی یاد میں پروگرام تھا۔ اس کے لئے مختصر سی تقریر اُن لوگوں نے مجھ سے بھی لکھوائی تھی۔ ڈھائی بجے وہاں پہنچا۔ فیض بھی آگئے۔ ساڑھے تین بجے پروگرام ہوا۔ میں نے اور فیض نے تقریریں

گیں۔شوکت تھانوی کے ریکارڈ بھی سُنائے گئے۔عجیب کیفیت طاری ہوئی۔
پروگرام کے بعد ایک ایک پیالی چائے پی کر ہم لوگ رخصت ہوئے۔بارش
ہو رہی تھی۔بس میں بیٹھ کر گھر پہنچا۔باتیں کرتا رہا۔کچھ دیر کے لئے باہر بھی
نکلا۔لیکن جلد ہی واپس آگیا۔بارش کے آثار تھے۔دس بجے تک کام کیا۔
پھر کھانا کھایا۔کافی پی پونے بارہ بجے سویا۔

بُدھ ۱۵ رمئی ۱۹۶۳ء

صبح ساڑھے پانچ بجے اُٹھا۔کام کرتا رہا۔دس بجے ناشتہ کرکے اسکول
گیا۔گیارہ بجے ٹامس آگئے۔اُنہیں ایک بجے تک میر حسن کی مثنوی سحر البیان
پڑھائی۔ایک بجے مولانا سعید احمد اکبر آبادی آگئے۔اُن کے ساتھ ایک صاحب
اسلم بھی تھے۔آج کل کیمبرج میں ہیں اور عربی کی کسی کتاب پر کام کر رہے ہیں۔
اُن سے باتیں ہوتی رہیں۔وہ رخصت ہوئے تو میں سینئر کامن روم میں گیا۔
کافی پی اور رسل کا انتظار کرتا رہا۔دو بجے رسل آئے۔اُن کے ساتھ اپنے
کمرے میں آیا۔انہوں نے چار بجے تک میرے ساتھ آب حیات کے کچھ حصّے
پڑھے۔چار بجے ڈرومنڈ اسٹریٹ ہوتا ہوا گھر آیا۔چائے پی اور گھر والوں
کے ساتھ کچھ دیر کے لئے باہر نکلا۔آٹھ بجے واپس آیا۔کھانا کھایا اور کام
کرتا رہا۔گیارہ بجے سویا۔

جمُعرات ۱۶ رمئی ۱۹۶۳ء

صبح پانچ بجے اُٹھا۔چائے پی کر کام کرتا رہا۔دس بجے تیار ہو کر برٹش
میوزیم گیا اور وہاں ساڑھے بارہ بجے تک کام کیا۔آج حکایت لطیف کا کام
ختم کرلیا۔ابھی تک یہ معلوم نہ ہو سکا کہ یہ فورٹ ولیم کالج کے کس مصنف
کی لکھی ہوئی ہیں۔تلاش جاری ہے۔ایک بجے میوزیم سے اُٹھا اور اسکول آیا۔
ڈاک دیکھی اور کمرے میں گیا۔ڈھائی بجے تک ٹامس کو سحر البیان پڑھائی۔پھر
سیدھا گھر آیا۔کھانا کھایا اور گھر والوں کے ساتھ آکسفورڈ اسٹریٹ گیا ساڑھے

سات بجے تک مختلف دوکانیں دیکھیں اور کچھ چیزیں خریدیں۔ نو بجے گھر واپس آیا۔ کھانا کھایا اور کام کرتا رہا۔ ساڑھے گیارہ بجے سویا۔ دن کو موسم اچھا رہا۔ سہ پہر کو ابر آگیا اور سردی بڑھ گئی۔

جمعہ ۱۷ر مئی ۱۹۶۳ء

صبح سوا پانچ بجے آنکھ کھلی۔ کام کرتا رہا۔ دس بجے ناشتہ کر کے اسکول گیا۔ سوا گیارہ بجے ٹامس آگئے۔ انہیں ایک بجے تک مرزا رسوا کی اُمراؤ جان ادا پڑھائی۔ پھر اسکول میں جا کر ڈاک دیکھی۔ اس کے بعد برٹش میوزیم گیا۔ وہاں ساڑھے تین بجے تک کام کیا۔ فورٹ ولیم کالج کے مصنفوں کی کئی چیزیں دیکھیں۔ للولال کی لطائف ہندی اور ڈاکٹر گلکرسٹ کی ORIENTAL FABLES نکلوائی۔ نواب کریم خاں کی ڈائری پر بھی کام کیا۔ (اب وہ جہاز میں بیٹھ کر لندن روانہ ہو چکے ہیں۔) وہاں سے اُٹھ کر چار بجے ڈرومنڈ اسٹریٹ آیا۔ گوشت خریدا اور گھر آگیا۔ چائے پی ڈاکٹر حق آگئے۔ اُن کے ساتھ گھر والوں کو لے کر Warren Street. اور پھر ریجنٹ پارک گیا۔ آٹھ بجے واپس آیا۔ لکھتا پڑھتا رہا۔ گیارہ بجے سویا۔ آج دن بھر دھوپ رہی۔ سردی بھی زیادہ نہیں ہوئی۔

ہفتہ ۱۸ر مئی ۱۹۶۳ء

پانچ بجے اُٹھا۔ چائے پی کر کچھ دیر لکھا پڑھا۔ نو بجے تیار ہو کر ناشتہ کیا۔ رسل کا فون آیا۔ دریافت کیا کہ آج Harlow کا پروگرام ہے یا نہیں۔ میں نے کہا کہ بس تیار ہوں اور یہاں سے چل رہا ہوں۔ ساڑھے نو بجے گھر والوں کے ساتھ Camden Town گیا۔ وہاں سے فوراً ہی Harlow کے لئے کوچ مل گئی۔ ہم لوگ کوچ میں اوپر بیٹھ گئے اور لندن کے مختلف علاقوں سے نکل کر شہر سے باہر پہنچ گئے لیکن یہ احساس نہیں ہوا کہ شہر ختم ہو گیا۔ ہر جگہ آبادی نظر آئی۔ راستے میں پہاڑوں، درختوں

اور سبزہ زاروں نے بہت لطف دیا۔ حد نظر تک سبزہ ہی سبزہ نظر آیا۔
سڑکوں کے آس پاس اونچے اونچے ہرے بھرے درخت لطف دیتے
رہے۔ کوئی ڈیڑھ گھنٹے کے سفر کے بعد ہم لوگ Harlow. پہنچے
اور رسل کی ہدایت کے مطابق Longley. اُترے۔ سامنے بورڈ
لگا تھا جس سے معلوم ہوتا تھا کہ یہ سڑک Home cloe کی طرف
جاتی ہے۔ چند قدم اس سڑک آگے بڑھے تھے کہ رسل نظر آئے۔ وہ ہمیں
گیارہ بجے کی کوچ پر لینے کے لئے آرہے تھے۔ لیکن ہم لوگ چند منٹ قبل
پہنچ گئے تھے۔ ملاقات ہوئی۔ سفر کا حال پوچھتے رہے۔ اور پھر ہمیں اپنے
مکان پر لے گئے۔ اُن کی بیوی Molly اور بچوں سے ملاقات ہوئی۔
اُن کی بچی Sarah تو تھوڑی دیر میں بہت ہی مانوس ہو گئی۔ کھانے
سے قبل رسل کے ساتھ Harlow Town دیکھنے کے لئے باہر
نکلا۔ فہمیدہ کھانا پکانے میں مولی کی مدد کرنے لگیں۔ رسل کا اصرار
تھا کہ پاکستانی کھانا پکے گا اور مولی کو پکانا نہیں آتا تھا۔ کتاب کھولے
بیٹھی تھیں۔ اس لئے فہمیدہ نے انہیں بتایا کہ کس طرح پکاتے ہیں
ہم لوگ کوئی ایک گھنٹے کے بعد ہارلو کی مختلف سڑکوں مکانوں اور
بازاروں کو دیکھ کر واپس آئے۔ ہارلو اچھا خاصا شہر ہے جنگ کے
بعد بنا ہے۔ کھلی بڑی جگہ ہے۔ صاف ستھری سڑکیں ہیں۔ اچھے مکانات
ہیں۔ بڑے بڑے بازار ہیں۔ ایک سب سے بڑی خوبی اس شہر
میں یہ ہے کہ اس شہر کا منصوبہ بنانے والے نے اُن جنگلوں کو باقی رکھا
ہے جو شہر آباد ہونے سے قبل یہاں موجود تھے۔ جگہ جگہ یہ جنگل نظر آتے
ہیں اور قدرتی مناظر کو دیکھنے کا سامان فراہم کرتے ہیں۔ ڈھائی بجے
ہم لوگ گھوم پھر کر واپس آئے۔ بھوک بہت لگی تھی۔ اس لئے کھانا کھایا
اور پانچ بجے تک بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ بچوں کی وجہ سے بہت

لُطف رہا۔ پونے چھ بجے کی کوچ سے واپسی ہوئی۔ رسل، اُن کے بیوی اور بچے بس اسٹاپ تک پہنچانے کے لئے آئے۔ کوچ ٹھیک وقت پر چلی اور اس نے ساڑھے سات بجے سے قبل ہی Cameden Town پہنچا دیا۔ وہاں سے ٹیوب میں بیٹھ کر ہم لوگ گھر آئے۔ ڈاکٹر حق آ گئے۔ اُن سے باتیں ہوتی رہیں۔ اُن کے جانے کے بعد کچھ دیر کام کیا۔ لیکن تھکان ہو گئی تھی۔ اس سے زیادہ کام نہ کر سکا۔ دس بجے کے بعد کھانا کھایا۔ گیارہ بجے سے قبل ہی سو گیا۔

اتوار ۱۹ ر مئی ۱۹۶۳ء

صبح ساڑھے چار بجے جاگا۔ باورچی خانے میں گیا اور کباب بنائے۔ آج حسّان اور بیگم حسّان کے ساتھ Brighton. جانا تھا۔ اُس کی تیاری کی۔ پھر چائے پی کر کام کرتا رہا۔ دس بجے ہم لوگ کار میں روانہ ہوئے۔ لندن کے مختلف علاقوں سے گزرتے ہوئے باہر پہنچے۔ کوئی ایک گھنٹے سے زیادہ کار لندن شہر میں چلتی رہی۔ باہر نکلے تو حدِ نظر تک پھیلا ہوا سبزہ نظر آیا۔ چھوٹے چھوٹے پہاڑ اور سبزہ زار بھی دکھائی دیئے۔ Brighton. لندن سے کوئی ساٹھ میل ہے ہم لوگ ساڑھے بارہ بجے وہاں پہنچ گئے۔ سمندر کے کنارے بیٹھ کر کھانا کھایا اور پھر سمندر کے کنارے گھومتے رہے۔ اس سمندر کے کنارے کو انسانی ہاتھ اور دولت نے بہت ہی خوبصورت بنا دیا ہے۔ ایک سرے سے دوسرے تک Railing لگی ہوئی ہے۔ سڑک جو اس کے ساتھ ساتھ بنائی گئی ہے وہ سطح سمندر سے خاصی اونچائی پر ہے۔ اس کے ساتھ دوکانیں بھی ہیں۔ بیٹھنے کے لئے جگہ بھی بنائی گئی ہے۔ سمندر کے اوپر خاصی دور تک لکڑی کی عمارتیں بنی ہوئی ہیں جن میں کھیل تماشے ہوتے ہیں۔ جوا بھی ہوتا ہے۔ غرض ہر جگہ پیسے کا کھیل ہے۔ ہر شخص کی دلچسپی کا خاصا

سامان یہاں ہے۔ مجھے اس قسم کی تفریحات سے اُلجھن ہوتی ہے۔ سمندر پر جاکر Ghost Train اور Aglipse of Hade دیکھنے کے بجائے قدرتی مناظر دیکھنے کو جی چاہتا ہے۔ ہم لوگ جب Brighton پہنچے تو دھوپ تھی لیکن سہ پہر کو ابر آگیا اور ہوا بہت سرد ہوگئی ـــ اس لئے لوگ بھاگنے لگے ہم لوگ بھی پانچ بجے کے قریب ایک ایک پیالی چائے پی کر وہاں سے رخصت ہوئے اور آٹھ بجے کے قریب گھر پہنچے۔ بہت تھک گئے تھے۔ چائے پی اور کچھ دیر آرام کیا۔ پھر میں کام کرتا رہا۔ گیارہ بجے کھانا کھا کر سویا۔

پیر ۲۰ مئی ۱۹۶۳ء

چار بجے آنکھ کھل گئی لیکن لیٹا رہا۔ چھ بجے کے بعد اُٹھا۔ ایک پیالی چائے پی اور کام کرتا رہا۔ گیارہ بجے کے بعد اسکول گیا۔ ڈاک دیکھی۔ رسل مل گئے۔ اُن سے چند منٹ باتیں ہوئیں۔ پھر میوزیم چلا گیا۔ وہاں چار بجے تک کام کیا پانچ بجے سے قبل گھر واپس پہنچ گیا۔ چائے پی کر گھر والوں کے ساتھ باہر گھومنے کے لئے نکلا۔ آٹھ بجے واپس آیا۔ کام کرتا رہا۔ آج کاظم علی جوان کی کہانی شکنتلا پر نظرِ ثانی کا کام ختم کر دیا۔ رات کو گیارہ بجے سویا۔

منگل ۲۱ مئی ۱۹۶۳ء

چھ بجے اُٹھا۔ کام کرتا رہا۔ گیارہ بجے اسکول گیا۔ ٹامس، گولڈنگ اور کلارک آگئے۔ انہیں ایک بجے تک پڑھایا۔ پھر میوزیم گیا اور چار بجے تک کام کرتا رہا۔ پانچ بجے واپس گھر آیا۔ تھوڑی دیر کے لئے باہر نکلا۔ واپس آکر کھانا کھایا اور کام کرتا رہا۔ گیارہ بجے سویا۔

بدھ ۲۲ مئی ۱۹۶۳ء

آج چھ بجے کے بعد آنکھ کھلی۔ تھوڑی دیر کام کیا۔ ساڑھے دس بجے کے قریب ناشتہ کر کے اسکول گیا۔ آج گیارہ بجے ٹامس کا کلاس تھا لیکن

وہ نہیں آئے۔ ساڑھے گیارہ بجے تک اُن کا انتظار کر کے لائبریری چلا گیا
کالی داس کی شکنتلا کے مختلف نسخے نکلوائے۔ کاظم علی جوان کی شکنتلا پر
مقدمہ لکھ رہا ہوں۔ اس لئے سوچا ان نسخوں کو بھی دیکھ لوں۔ ساڑھے بارہ بجے
برٹش میوزیم چلا گیا۔ اپنی کتابیں نکلوائیں اور کام کرتا رہا۔ عزیز احمدؒ مل گئے
آج کل وہ بھی میوزیم میں کام کر رہے ہیں۔ اُن کے ساتھ چار بجے چائے پی۔
اور کوئی ایک گھنٹے تک باتیں ہوتی رہیں۔ پانچ بجے گھر واپس پہنچا۔ چائے
پی کر گھر والوں کے ساتھ Parliament Hill fields گیا۔
پہاڑیوں کا منظر بہت خوبصورت تھا۔ دھوپ کھلی ہوئی تھی لیکن ہوا میں
خنکی تھی۔ آٹھ بجے واپس آیا۔ اور کھانا کھا کر کام کرتا رہا۔ بارہ بجے سویا۔

جمعرات ۲۳ مئی ۱۹۶۳ء

صبح پانچ بجے اُٹھا۔ چائے پی کر کام کرتا رہا۔ گیارہ بجے اسکول گیا۔
ڈاک دیکھی۔ لائبریری میں کچھ کتابیں تلاش کیں۔ اسکول کی لائبریری میں بھی
فورٹ ولیم کالج کی بہت نایاب کتابیں موجود ہیں۔ ڈاکٹر گلکرسٹ کی تقریباً
تمام کتابیں یہاں مل گئیں۔ اب گلکرسٹ پر کام شروع کروں گا۔ ایک بجے
کے قریب کتابیں دیکھ کر اپنے کمرے میں واپس آیا۔ ٹامس آ گئے۔ کہنے لگا کل
نہ آسکا۔ معذرت خواہ ہوں۔ کہنے لگے "رات کو میں ایک ڈنر میں چلا گیا تھا۔
وہاں میں نے زیادہ شراب پی لی۔ صبح کو نہ اُٹھ سکا۔ جب میں رات کو زیادہ
شراب پی لیتا ہوں تو صبح مجھ سے اُٹھا نہیں جاتا۔" میں خاموش رہا۔ پھر
مجھ سے پوچھا کیا آپ شراب پیتے ہیں؟" میں نے کہا نہیں۔ میں سمجھتا
ہوں یہ اچھی چیز نہیں ہے۔ اس لئے میں نہیں پیتا۔" غرض چند منٹ وہ
معذرت کرتے رہے — اور میں سوچتا رہا کہ ہمارے یہاں کی معاشرت
اور یہاں کی معاشرت میں کتنا فرق ہے۔ وہاں تو اپنے اُستادوں سے سگریٹ
بھی چھُپا کر پیتے ہیں لیکن یہاں شراب پینے کا ذکر بھی بُری بات نہیں۔

انہیں میر حسن کی مثنوی سحرالبیان پڑھائی۔ ڈھائی بجے برٹش میوزیم گیا۔ اپنی کتابیں نکلوائیں اور کام شروع کیا۔ آج اہم قلمی نسخے اور دیکھے۔ ایک تو سید حیدر بخش حیدری کا گلدستۂ حیدری اور دوسرا ممتاز علی خاں کا ممتاز الامثال۔ گلدستۂ حیدری میں حیدر بخش حیدری نے اپنی مختلف تحریریں جمع کی ہیں۔ اور شروع میں اپنے حالات بھی لکھے ہیں۔ غزلوں کا دیوان بھی ہے۔ اس کو دیکھ کر یہ معلوم ہوا کہ وہ "حکایات لطیف" جو میں نے اسی سے قبل فورٹ ولیم کالج کی کتاب Rudiments of Humans میں دیکھی تھیں اور جن پر لکھنے والے کا نام نہیں تھا۔ حیدر بخش حیدری کی لکھی ہوئی ہیں۔ اس نسخے میں بہت سی حکایتیں ہیں۔ انہیں کا انتخاب اس کتاب میں دیا گیا ہے۔ اب اس نسخے پر کام کروں گا۔ ممتاز الامثال تین ضخیم جلدوں میں ہے۔ کے نواب ممتاز علی خاں نے مثلوں اور کہاوتوں کو بہ ترتیب حروف تہجی جمع کر کے اُن کے بارے میں کہانیاں لکھی ہیں۔ بڑی دلچسپ کتاب ہے۔ یہ پوری کتاب تو چھپ نہیں سکتی کیونکہ بہت ضخیم ہے۔ اس میں سے اہم مثلوں اور کہاوتوں کو نکال کر ایک انتخاب شائع کرنے کا ارادہ ہے۔ اس پر بھی کام شروع کروں گا۔ میوزیم میں چار بجے پروفیسر عزیز احمد کے ساتھ چائے پی۔ پانچ بجے واپس گھر آیا۔ بارش ہوتی رہی۔ اس لئے گھر ہی پر رہا۔ کام کرتا رہا۔ ساڑھے گیارہ بجے سویا۔

جمعہ ۲۴ مئی ۱۹۶۳ء

پانچ بجے آنکھ کھلی۔ چائے پی کر کام شروع کیا۔ دس بجے تیار ہو کر باہر نکلا۔ بیوی اور بچے کو ساتھ لے کر ڈرمنڈ اسٹریٹ گیا۔ کھانے پینے کی چیزیں خریدیں اور انہیں بس میں بٹھا کر گھر رخصت کیا۔ خود اسکول پہنچا۔ ساڑھے گیارہ بجے ٹامس آئے۔ انہیں اُمراؤ جان ادا کے کچھ حصے پڑھائے اور اس کے مختلف پہلوؤں پر گفتگو کی۔ ایک بجے اسکول کی اصل عمارت میں

جاکر ڈاک دیکھی۔ پھر سینئر کامن روم میں گیا۔ چائے پی۔ ڈاکٹر ستیش چندر اور ڈاکٹر جلنی مل گئے۔ اُن سے باتیں کرتا رہا۔ انہوں نے بتایا کہ دلّی میں اورینٹل کانگریس جنوری کے مہینے میں ہو رہی ہے۔ ۴ جنوری سے دس جنوری تک ہوگا۔ ہمایوں کبیر اس کے صدر استقبالیہ ہیں۔ وہاں سے اُٹھ کر برٹش میوزیم پہنچا۔ اپنی کتابیں نکلوائیں اور کام شروع کیا۔ آج گلدستہ حیدری کو غور سے دیکھا۔ بہت افسوس ہوا۔ اس نسخے میں مہر و ماہ اور لیلےٰ مجنوں کا دیباچہ تو موجود ہے لیکن اصل کہانیاں نہیں ہیں۔ خدا جانے وہ صفحے کہاں غائب ہو گئے۔ اِن دیباچوں میں حیدری نے اپنے حالات بھی اختصار کے ساتھ لکھے ہیں۔ ان میں کچھ نئی باتیں ہیں۔ برٹش میوزیم کے مخطوطات کی فہرست کو دیکھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ گلدستہ حیدری کا ایک نسخہ انڈین انسٹی ٹیوٹ آکسفورڈ کی لائبریری میں بھی ہے۔ اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ مہر و ماہ اور لیلےٰ مجنوں کے دیباچے اُس میں نہیں ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ اصل کہانیاں اُس نسخے میں ہوں۔ اب آکسفورڈ جاکر اس نسخے کو دیکھوں گا ـــــ اس کے بعد ممتاز الامثال کی تینوں جلدوں کو دیکھتا رہا۔ کتاب دلچسپ ہے لیکن تینوں جلدیں شائع نہیں ہو سکتیں۔ انتخاب شائع ہو تو اچھا ہے۔ آج انہیں نسخوں کو دیکھنے میں وقت صرف ہوا۔ ڈائری پر کام نہ کر سکا۔ چار بجے عزیز احمد کے ساتھ میوزیم کے ریستوراں میں چائے پی۔ پانچ بجے گھر واپس پہنچا۔ چائے پی۔ باتیں کیں اور کام کرنے لگا۔ آج باہر نہیں نکلا۔ بیگم چغتائی آگئیں۔ اُن سے باتیں کرتا رہا۔ اُن کے جانے کے بعد کھانا کھایا۔ اور پھر کام شروع کیا۔ ساڑھے گیارہ بجے سو یا۔

ہفتہ ۲۵ مئی ۱۹۶۳ء

سوا پانچ بجے اُٹھا۔ آج ہفتہ تھا اس لئے گھر ہی پر رہا۔ بارہ بجے تک کام کیا۔ پھر تھوڑی دیر کے لئے باہر نکلا۔ کچھ چیزیں خریدیں۔ واپس آکر کھانا

کھایا اور کام کرتا رہا۔ شام کو موٹر انسٹر کٹر آ گئے۔ اُن سے باتیں ہوتی رہیں۔ آٹھ بجے کے قریب فصیح اُن کی دلہن، حسّان اور بیگم حسّان آئے۔ انہوں نے رات کا کھانا ہمارے ساتھ کھایا۔ آج اُنہیں خاص طور پر مدعو کیا تھا۔ رات کے گیارہ بجے تک اُن سے باتیں ہوتی رہیں۔ رات گئے وہ لوگ رُخصت ہوئے۔ اُن کے جانے کے بعد فوراً ہی سو گیا۔

اتوار ۲۶ مئی ۱۹۶۳ء

صبح پونے پانچ بجے آنکھ کھلی۔ چائے پی اور گیارہ بجے تک کام کیا۔ اُس کے بعد اخبار لینے کے لئے باہر نکلا۔ واپس آکر اخبار پڑھے۔ کھانا کھایا اور ہندوستانی فلم 'بندیا' دیکھنے کے لئے گھر والوں کے ساتھ Notting Hill Gate گیا۔ فلم ختم ہوئی تو ہم لوگ وہاں سے پیدل Kensington Gardens پہنچے۔ آج دھوپ بہت اچھی تھی۔ باغ اپنے شباب پر تھا۔ ہزارہا آدمی دھوپ میں باغ کی سیر کر رہے تھے۔ کچھ نہر میں کشتی چلا رہے تھے۔ اس باغ سے ملا ہوا Hyde Park ہے۔ ہم لوگ ہائیڈ پارک آئے اور کچھ دیر وہاں بیٹھے رہے۔ اُس کے knights Bridge اور Green Park. اور Piccadilly ہوتے ہوئے Leicester Square پہنچے۔ وہاں سے ٹیوب میں بیٹھ کر گھر آئے۔ کچھ دیر آرام کیا۔ پھر چائے اور کام شروع کیا۔ رات کو پونے بارہ بجے سویا۔

پیر ۲۷ مئی ۱۹۶۳ء

صبح پانچ بجے اُٹھا۔ کام کرتا رہا۔ گیارہ بجے اسکول جا کر ڈاک دیکھی۔ اور وہاں سے انڈیا آفس لائبریری گیا۔ کارڈ تیار رکھا تھا۔ وہ کارڈ لیا اور اس لائبریری میں اُردو کے جتنے اہم مخطوطات ہیں اُن کی فہرست بنائی۔ اب اِن پر باقاعدگی سے کام شروع کروں گا۔ دو بجے وہاں سے

برٹش میوزیم آیا۔ اپنی کتابیں نکلوائیں اور کام شروع کیا۔ پانچ بجے گھر واپس پہنچا۔ کچھ دیر آرام کیا۔ باتیں کیں ساڑھے دس بجے تک کام کرتا رہا۔ گیارہ بجے سویا۔ آج دن بھر دھوپ رہی۔ موسم بھی گرم رہا۔

منگل ۲۸ مئی ۱۹۶۳ء

ساڑھے چار بجے آنکھ کھلی۔ منہ ہاتھ دھو کر کپڑے پہنے اور صبح کی سیر کے لئے Parliament Hill fields گیا۔ بوندیں پڑ رہی تھیں۔ لیکن لطف آیا۔ عرصے کے بعد صبح کی سیر کے لئے گیا تھا۔ ہوا لطیف تھی۔ موسم مجموعی طور پر خوشگوار تھا۔ چھ بجے کے بعد واپس آیا۔ چائے پی اور کام شروع کیا۔ گیارہ بجے تیار ہو کر اسکول پہنچا۔ گولڈنگ، کلارک اور ٹامس آ گئے۔ انہیں ایک بجے تک پڑھایا۔ رسل آ گئے۔ اُن سے ملاقات ہوئی۔ فیروز جبیں آ گئیں۔ انہیں عرصے کے بعد دیکھا۔ اسکول جا کر ڈاک دیکھی اور میوزیم چلا گیا۔ کچھ دیر ڈائری پر کام کیا۔ اُس کے بعد گلدستہ حیدری پر کام شروع کر دیا۔ پانچ بجے وہاں سے اُٹھا اور سیدھا گھر آیا۔ آج گھر پر طبیعت اُلجھی رہی۔ کام بھی نہ کر سکا۔ نو بجے کھایا۔ کچھ لکھنے کی کوشش کی لیکن لکھ نہ سکا۔ چُپ چاپ بیٹھا رہا۔ گیارہ بجے سونے کی کوشش کی۔

بُدھ ۲۹ مئی ۱۹۶۳ء

صبح پانچ بجے اُٹھا۔ چائے پی اور کام شروع کیا۔ صبح کی ڈاک میں راولپنڈی سے یہ خط ملا کہ میری بیوی کے چھوٹے بھائی سعید صاحب کو موٹر سائیکل کے حادثے میں چوٹیں آئی ہیں اور وہ ہسپتال میں ہیں۔ طبیعت بہت پریشان ہوئی۔ دن بھر اثر رہا۔ ساڑھے دس بجے ناشتہ کر کے اسکول گیا۔ گیارہ بجے کلاس تھا۔ ٹامس نہیں آئے۔ اس لئے کمرے سے نکلا۔ اسکول میں جا کر ڈاک دیکھی۔ پھر ایک دو جگہ فون کئے اور سیدھا گھر واپس آ گیا۔ کھانا کھایا اور بیوی اور بچے کو ساتھ لے کر

آکسفورڈ اسٹریٹ گیا تاکہ ان کا دل بہل جائے۔ پانچ بجے تک ہم لوگ وہاں گھومتے رہے۔ مختلف اسٹور دیکھے۔ کچھ چیزیں بھی خریدیں۔ چھ بجے کے بعد گھر واپس آئے۔ کچھ دیر آرام کیا۔ پھر کھانا کھایا۔ اور لکھتا پڑھتا رہا گیارہ بجے سویا۔

جمعرات ۳۰ مئی ۱۹۶۳ء

سوا پانچ بجے آنکھ کھلی۔ چائے پی اور کام کرتا۔ گیارہ بجے تیار ہو کر اسکول گیا۔ ڈاک دیکھی۔ اور پھر وہاں سے برٹش میوزیم چلا گیا۔ گلدستہ حیدری، اور کریم خاں کی ڈائری، پر کام کیا۔ باقر آگاہ، کی کتاب تحفۃ الاحباب، اور کلیات سودا، کے نسخے بھی نکلوائے۔ ان کو بھی دیکھتا رہا۔ پانچ بجے گھر واپس آیا۔ آج تھکن زیادہ ہوئی۔ موسم گرم رہا۔ دن بھر دھوپ رہی۔ نو بجے کھانا کھا کر بستر میں لیٹا اور سو گیا۔ گیارہ بجے پھر آنکھ کھل گئی لیکن پھر سو گیا۔

جمعہ ۳۱ مئی ۱۹۶۳ء

صبح پانچ بجے اٹھا۔ کام شروع کیا۔ ساڑھے نو بجے تیار ہو کر باہر نکلا۔ Fortress Road پر Moleyneus Phillips کے پاس آنکھیں چیک کرانے گیا۔ دس بجے اُس نے آنکھیں دیکھیں۔ اس میں آدھ گھنٹہ صرف ہوا۔ کمرے میں اندھیرا کر کے مختلف شیشے آنکھوں پر لگائے اور جانچ کی۔ دیکھ بھال کر کے اس نتیجے پر پہنچا کہ پڑھنے کے لئے کبھی چشمے کی ضرورت ہو گی۔ آٹھ دس روز میں چشمہ تیار ہو جائے گا۔ وہاں سے اسکول گیا۔ ڈاک دیکھی۔ ساڑھے گیارہ بجے ٹامس آئے۔ اُنہیں امراؤ جان ادا پڑھائی۔ ایک بجے سینئر کامن روم میں جا کر کافی پی۔ ڈاکٹر جلینی مل گئے۔ اُن سے باتیں کرتا رہا۔ وہاں سے اُٹھ کر برٹش میوزیم گیا۔ وہاں چار بجے تک کام کیا۔ پانچ بجے گھر واپس پہنچا۔ کچھ دیر آرام کیا۔

پھر چائے پی کر گھر والوں کے ساتھ باہر نکلا اور Seven Sisters Road گیا۔ آٹھ بجے کے بعد واپسی ہوئی۔ کھانا کھایا۔ لکھنے پڑھنے کی کوشش کی لیکن کام نہ ہو سکا۔ آج گرمی خاصی تھی۔ اِس گرمی نے نڈھال کر دیا۔ اِس لئے بستر میں لیٹ گیا اور نہ جانے کس وقت مجھے نیند آ گئی۔

ہفتہ یکم جون ۱۹۶۳ء

صبح کو ساڑھے چار بجے اُٹھا۔ لیکن بستر میں لیٹا رہا اور پھر سو گیا۔ پونے آٹھ بجے آنکھ کھلی۔ ناشتہ کر کے دس بجے بینک گیا۔ تیس پونڈ نکلوائے۔ پھر برٹش میوزیم پہنچا۔ اپنی کتابیں نکلوائیں۔ ایک بجے تک حیدری کی کہانیوں پر کام کرتا رہا۔ حسّان آ گئے۔ اُن کے ساتھ چائے پی۔ ایک بجے باہر نکلا۔ ایک صاحب ملے جنہوں نے اپنا نام گِردھاری ٹکّو بتایا۔ کہنے لگے میں California میں فارسی اور اُردو پڑھاتا ہوں۔ آپ سے ملنے کا اشتیاق تھا۔ اسکول گیا تھا لیکن آپ موجود نہیں تھے۔ آپ کے چند منٹ لے سکتا ہوں۔ میں باہر بنچ پر بیٹھ گیا اور اُن سے باتیں کرتا رہا۔ بیوی اور بچے کو آج میوزیم بُلا لیا تھا۔ وہ لوگ آ گئے۔ اُن کے ساتھ جا کر ڈرومنڈ اسٹریٹ پر سامان خریدا اور پھر ہم لوگ ٹیوب میں گھر روانہ ہوئے۔ ڈھائی بجے پہنچے۔ کھانا کھایا۔ کچھ دیر آرام کیا۔ شام کو Parliament Hill Fields کی سیر کی۔ تصویریں بھی کھینچیں۔ بہت ہی عمدہ منظر تھا۔ خوش گوار موسم نے اِس منظر کی آب و تاب کچھ اور بھی بڑھا دی تھی۔ تیز دھوپ، لطیف ہوا اور دوب کی خوشبو نے بہت لُطف دیا۔ نو بجے وہاں سے واپس آئے۔ کھانا کھایا اور کچھ دیر لکھنے پڑھنے کا کام کیا۔ بارہ بجے کے بعد سویا۔ آج دن بھر دھوپ رہی۔ گرمی کا احساس ہوا۔ پسینہ بھی آیا۔

اتوار ۲ جون ۱۹۶۳ء

چھ بجے آنکھ کھلی۔ دوپہر تک کہیں باہر نہیں نکلا۔ کام کرتا رہا۔ ایک

اخبار لینے کے لئے باہر نکلا۔ واپس آکر کھانا کھایا اور پھر کام کرتا رہا۔ چار بجے گھر والوں کے ساتھ Parliament Hill Fields گیا۔ دھوپ بہت اچھی تھی۔ گرمی کا احساس ہوا لیکن ہوا تیز تھی۔ چھ بجے واپس آیا۔ حسّان اور بیگم حسّان سے باتیں ہوتی رہیں۔ گھر ہی پر رہا۔ کچھ کام کیا۔ گیارہ بجے سویا۔

پیر ۳ جون ۱۹۶۳ء

صبح پانچ بجے اٹھا۔ کام کرتا رہا۔ آج کوئی تہوار تھا۔ اس لئے چھٹی تھی۔ صبح ہر طرف سناٹا تھا۔ ساڑھے دس بجے ناشتہ کر کے میوزیم گیا اور وہاں چار بجے تک کام کیا۔ آج باقر آگاہ کی مثنویاں راحت جان اور من درپن وغیرہ نکلوائیں۔ ڈائری پر بھی کام کیا۔ ساڑھے چار بجے واپس گھر پہنچا۔ کچھ دیر آرام کیا۔ پھر اُٹھا اور کام کرتا رہا۔ کھانا کھا کر رات کو گیارہ بجے سویا۔ آج بھی دن بھر موسم گرم رہا۔ دھوپ کھلی رہی۔ شام کو کچھ ابر آیا۔

منگل ۴ جون ۱۹۶۳ء

چھ بجے آنکھ کھلی۔ دھوپ نکل آئی تھی۔ چائے پی کر کام شروع کیا۔ گیارہ بجے اسکول گیا۔ پہلے ڈاک دیکھی۔ پھر پڑھانے کے لئے اپنے کمرے میں پہنچا۔ صرف گولڈنگ آئے۔ ٹامس اور کلارک نہیں آئے۔ اسکول کی لائبریری میں جا کر کچھ کتابیں تلاش کیں۔ ایک بجے یونیورسٹی کالج ہاسپٹل گیا۔ آج ڈاکٹر نے میری بیوی کو وقت دیا تھا۔ وہ براہ راست وہاں پہنچ گئیں۔ انہوں نے ڈاکٹر کو دکھایا۔ میں بچے کی دیکھ بھال کرتا رہا۔ ڈھائی بجے انہیں وہیں چھوڑ کر میوزیم پہنچا اور وہاں ساڑھے چار بجے تک کام کیا۔ پھر ڈرمنڈ اسٹریٹ سے کچھ چیزیں خریدیں اور گھر آ گیا۔ شام کو Scale Theatre میں ہندوستانی فلم مدر انڈیا دیکھا۔ گیارہ بجے واپس گھر پہنچا۔ کھانا کھایا۔ بارہ بجے کے بعد سویا۔ دن بھر دھوپ رہی اور گرمی کا احساس ہوا۔

بدھ ۵ جون ۱۹۶۳ء

ساڑھے پانچ بجے سو کر اُٹھا۔ کام کرتا رہا۔ رپورتاژ کے کچھ حصّوں پر نظرِ ثانی کی۔ دس بج گئے۔ جلدی جلدی تیار ہوا اور ناشتہ کر کے اسکول گیا۔ گیارہ بجے ٹامس آ گئے۔ انہیں ایک بجے تک میر حسن کی مثنوی سحرالبیان پڑھائی۔ رسل آ گئے۔ اُن سے بھی کچھ دیر باتیں کیں۔ ایک بجے اسکول کی عمارت میں جا کر ڈاک دیکھی۔ ڈاکٹر گلکرسٹ کی رپورٹیں جو وہ اپنے ادارے کے بارے میں لکھا کرتے تھے، مل گئیں۔ نایاب چیز ہے۔ یہ ادارہ انہوں نے ہندوستان سے واپس آ کر لندن میں قائم کیا تھا اور اُس میں وہ خود اُردو پڑھاتے تھے۔ اس میں ہر ٹرم کی چھپی ہوئی رپورٹ ہے۔ ڈیڑھ بجے برٹش میوزیم گیا اور وہاں ساڑھے چار بجے تک کام کیا۔ پانچ بجے کے بعد واپس گھر پہنچا اور چائے پی کر پڑھتا لکھتا رہا۔ کہیں باہر نہیں نکلا۔ رات کو ساڑھے گیارہ بجے سویا۔ آج بھی موسم اچھا رہا۔ صبح کو بادل تھے۔ دوپہر کے بعد دھوپ نکل آئی۔ اور گرمی رہی۔

جمعرات ۶ جون ۱۹۶۳ء

پونے چھ بجے آنکھ کھلی۔ لکھتا پڑھتا رہا۔ دس بجے رسل اپنی بچی سارا کو لے کر آ گئے۔ اب دو روز تک وہ یہیں رہے گی۔ اُن کے ساتھ کافی پی اور اسکول گیا۔ ڈاک دیکھی اور پھر برٹش میوزیم گیا۔ وہاں ایک بجے تک کام کیا۔ اُس کے بعد اسکول واپس آیا۔ ٹامس کو ڈھائی بجے تک پڑھایا۔ ساڑھے تین بجے واپس گھر پہنچا۔ قاسم حسین صاحب اُن کی بیوی بچے آ گئے تھے۔ اُن سے باتیں کرتا رہا۔ شام کو انہوں نے کھانا کھایا اور آٹھ بجے کے قریب رخصت ہوئے۔ شام کو گرمی بڑھ گئی۔ حبس ہو گیا۔ کمرے میں طبیعت پریشان ہوئی۔ باہر نکلا۔ واپس آ کر پڑھتا رہا۔ ساڑھے گیارہ بجے سویا۔

جمعہ ۷ ر جون ۱۹۶۳ء

ساڑھے پانچ بجے اُٹھا۔ تھوڑی دیر لکھتا رہا۔ ساڑھے دس بجے تیار ہو کر اسکول پہنچا۔ کمرے میں گیا۔ ٹامس پونے بارہ بجے تک نہیں آئے۔ اسکول میں جا کر ڈاک دیکھی۔ میوزیم جانے کے لئے باہر نکل رہا تھا کہ ٹامس مل گئے۔ معذرت کی۔ کہنے لگے راستے میں ایک امریکن مل گئے تھے۔ اُن سے باتیں کرنے لگا۔ اس لئے تاخیر ہو گئی۔ خیر انہیں ایک بجے تک پڑھایا۔ ڈاکٹر ظفر الاسلام آ گئے۔ اُن سے چند منٹ باتیں ہوئیں۔ ایک بجے کے بعد میوزیم جانے کا ارادہ کیا لیکن وقت کم تھا۔ اس لئے خیال چھوڑ دیا۔ ظفر الاسلام کے ساتھ کافی پی۔ پروفیسر بشیم مل گئے۔ اُن سے باتیں ہوتی رہیں کہ دو بجے رسل آ گئے۔ انہوں نے کچھ دیر آبِ حیات کے کچھ حصے پڑھے۔ اُردو زبان کے مختلف پہلوؤں پر اُن سے گفتگو کرتا رہا۔ ساڑھے چار بجے گھر آیا۔ گرمی تھی۔ اس لئے گھبرا کر گھر والوں کے ساتھ باہر نکلا۔ Parliament Hill Fields گیا۔ رسل کی لڑکی بھی سارہ بھی ساتھ تھی۔ آج اُس نے پاکستانی لباس پہنا تھا۔ فہمیدہ نے سی کر دیا تھا۔ راستے میں لوگ اُسے حیرت اور دلچسپی سے دیکھتے تھے۔ پارلیمنٹ ہل پہنچے تو بارش ہونے لگی۔ ہم لوگ ریستوران میں بیٹھے رہے۔ جب بارش رُک گئی تو گھر واپس آئے۔ رسل نو بجے کے بعد آئے۔ اپنی بیٹی سارہ کو لے گئے۔ آج میں بہت تھک گیا۔ اس لئے اُن کے جانے کے بعد کام نہ کر سکا۔ کھانا کھایا اور سو گیا۔

ہفتہ ۸ ر جون ۱۹۶۳ء

صبح پونے پانچ بجے آنکھ کھلی۔ نو بجے تک کام کیا۔ پھر تیار ہو کر ناشتہ کیا اور برٹش میوزیم گیا۔ وہاں ایک بجے تک کام کیا۔ پھر واپس گھر آیا۔ کھانا کھا کر سو گیا۔ پانچ بجے اُٹھا۔ کچھ دیر کے لئے گھر والوں کے ساتھ

باہر نکلا لیکن جلد ہی واپس آگیا۔ کھانا کھا کر کام شروع کیا۔ گیارہ بجے سویا۔
آج دن بھر دھوپ رہی۔ گرمی کا احساس ہوا۔

اتوار ۹ر جون ۱۹۶۳ء

پانچ بجے اُٹھا۔ کام کرتا رہا۔ بارہ بجے گھر والوں کے ساتھ ہندوستانی فلم اڑن کھٹولا، دیکھنے کے لئے بیکر اسٹریٹ گیا۔ فلم میں کچھ مزہ نہیں آیا۔ ایک تو فلم مہمل تھی۔ دوسرے گرمی بھی بہت ہوئی۔ ہال میں بیٹھنا دشوار ہوگیا۔ دکھانے والوں نے فلم کو بُری طرح کاٹا۔ دو سوا دو گھنٹے میں پوری فلم دکھادی۔ چار بجے واپس گھر پہنچا۔ کچھ دیر آرام کیا۔ پھر لکھنا پڑھنا شروع کیا۔ گیارہ بجے تک کام کرتا رہا۔ اُس کے بعد سویا۔

پیر ۱۰ر جون ۱۹۶۳ء

صبح پونے پانچ بجے آنکھ کھلی۔ کچھ دیر چُپ چاپ بیٹھا رہا۔ پھر چائے پی کر کام شروع کیا۔ گیارہ بجے باہر نکلا۔ پہلے اسکول گیا۔ ڈاک دیکھی۔ آج مئی کا افکار ملا۔ جگن ناتھ آزاد کا بھیجا ہوا ایک پارسل بھی ملا۔ اس میں تلوک چند محروم کی کتابیں تھیں۔ کمرے میں جا کر اِن کتابوں کو الماری میں رکھا۔ رسل مل گئے۔ اُن سے باتیں ہوتی رہیں۔ ساڑھے بارہ بجے برٹش میوزیم پہنچا اور وہاں پونے پانچ بجے تک کام کیا۔

آج ایک پرانے شاگرد خان بیگ نسیم مل گئے۔ انہوں نے مانچسٹر سے فارسی میں پی ایچ ڈی کرلیا ہے اور آج کل میوزیم میں کچھ کام کر رہے ہیں۔ اُن سے کچھ دیر باتیں کرتا رہا۔ پانچ بجے گھر واپس آیا ڈاکٹر خق اور گھر والوں کے ساتھ چائے پی کر ذرا باہر نکلا۔ بازار کی سیر کی۔ واپس آکر کچھ دیر آرام کیا۔ پھر کھانا کھا کر کام شروع کیا۔ ساڑھے گیارہ بجے بعد سویا۔ دن بھر دھوپ اور گرمی رہی۔

منگل ۱۱ر جون ۱۹۶۳ء

پانچ بجے اُٹھا۔ چائے پی اور کچھ دیر کام کیا۔ ساڑھے گیارہ بجے اسکول پہنچا۔ ڈاک دیکھی۔ بارہ بجے کمرے میں پہنچا۔ ٹامس دیر میں آئے۔ انہیں اُمراؤ جان ادا پڑھائی۔ رسل آ گئے۔ اُن سے کچھ دیر باتیں کرتا رہا۔ پھر میوزیم گیا اور ساڑھے چار بجے تک کام کیا۔ گھر واپس آیا۔ تھوڑی دیر کے لئے گھر والوں کے ساتھ باہر نکلا۔ آٹھ بجے واپسی ہوئی۔ کھانا کھایا اور کام کرتا رہا۔ ساڑھے گیارہ بجے سویا۔

بدھ ۱۲ر جون ۱۹۶۳ء

سوا پانچ بجے آنکھ کھلی۔ اُٹھ کر کام شروع کیا۔ بارہ بجے باہر نکلا۔ اسکول گیا۔ ڈاک دیکھی۔ رسل مل گئے، اِن سے باتیں کیں۔ اُس کے بعد Hampton Court جانے کے لئے Gower Street پر آیا۔ آج برٹش کونسل والوں نے Hampton Court جانے کا پروگرام بنایا تھا۔ مجھے Clapham JUNCTION کے قریب Ardington Room میں پہنچنا تھا۔ پہلے سوچا بس لے لوں۔ بہت دیر انتظار کیا لیکن بس نہیں ملی۔ اس لئے میں ٹیوب میں Clapham Canvas گیا۔ وہاں سے ۴۵ نمبر بس لے کر CLAPHAM JUNCTION پہنچا۔ وہاں Rotary club کے لوگ جمع تھے۔ مختلف ملکوں کے کچھ اور طالب علم بھی تھے۔ سب سے مُلاقات ہوئی۔ سوا دو بجے ہم سب کاروں میں بیٹھ کر HAMPTON COURT پہنچے۔ یہ خوب جگہ ہے۔ دراصل یہ ایک پُرانا محل ہے جس کو اب ایک طرح کا عجائب خانے میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ بادشاہوں کے سونے کے کمرے، اُن کے ڈرائینگ روم وغیرہ ابھی تک اسی طرح محفوظ ہیں۔ ان میں مصوری کے شاہکار آویزاں ہیں۔ محل کے سامنے باغات بھی بہت پُرفضا ہیں۔ پانچ بجے تک ہم لوگ اس محل میں گھومتے رہے۔ اُس کے بعد سب کے ساتھ چائے پی

اور کاروں میں بیٹھ کر سنٹرل لندن آئے۔ وہاں سے میں گھر آگیا۔ دیکھا تو ہر چیز الٹ پلٹ پڑی ہے۔ کمرے میں رنگ و روغن کا کام شروع ہو گیا تھا۔ طبیعت بہت الجھی سامان وغیرہ ٹھیک کیا۔ پھر کھانا کھایا اور باتیں کرتا رہا۔ اُس کے بعد گیارہ بجے تک کام کیا۔ آج بھی دن بھر دھوپ رہی۔ موسم گرم رہا۔

جمعرات ۱۳ جون ۱۹۶۳ء

ساڑھے پانچ بجے آنکھ کھلی۔ آج دھوپ نہیں تھی۔ بارش کے آثار تھے۔ چائے پی کر کام میں مصروف ہو گیا۔ گیارہ بجے باہر نکلا۔ پہلے اسکول جاکر ڈاک دیکھی۔ پھر میوزیم گیا۔ آج مظہر علی خاں ولا کے ہفت گلشن اور بہادر علی حسینی کے اخلاق ہندی کے قلمی نسخے بھی مل گئے۔ ساڑھے چار بجے تک کام کرتا رہا۔ اُس کے بعد سیدھا گھر آیا۔ صفائی کا کام جاری تھا۔ تھوڑی دیر کے لئے باہر نکلا۔ پھر واپس آکر کھانا کھایا اور کام کرتا رہا۔ ساڑھے گیارہ بجے سویا۔

جمعہ ۱۴ جون ۱۹۶۳ء

صبح ساڑھے چار بجے اُٹھا۔ تھوڑی دیر چُپ چاپ صوفے پر بیٹھا رہا۔ پھر اُٹھ کر چائے بنائی۔ ایک پیالی پی کر کام کرنے لگا۔ دس بجے باہر نکلا۔ اسکول پہنچا۔ ٹامس آگئے۔ انہیں ایک بجے تک اُمراؤ جان ادا، پڑھائی۔ اور سینئر کامن روم میں گیا۔ رسل مل گئے۔ عزیز احمدؔ آگئے۔ اُن سے باتیں ہوتی رہیں۔ ڈاکٹر سنیشن چندر اور ڈاکٹر ہارڈی آگئے۔ چند منٹ اُن سے بھی باتیں کیں۔ پھر رسل کے ساتھ کتب فروش Probartion کی دوکان پر گیا۔ اُردو کی پُرانی کتابیں دیکھیں۔ اِن کتابوں میں سے اکثر پر ڈاکٹر عبداللہ یوسف علی کے دستخط تھے۔ اُنہیں کی کتابیں تھیں جو اُن کے انتقال کے بعد کسی طرح اس کتب فروش کے پاس پہنچیں۔ اِن کتابوں کو دیکھتا رہا اور سوچتا رہا کہ انسان کا انجام بھی کیسا دردناک ہوتا ہے۔ یہ کتابیں ڈاکٹر عبداللہ

یوسف علی نے کیسے شوق سے جمع کی ہوں گی لیکن آج یہ اسی کتب فروش کے یہاں ایسی کس مپرسی کے عالم میں پڑی ہیں کہ کوئی اِن کے عنوانات تک نہیں پڑھ سکتا۔ کچھ کتابیں اسکول کی لائبریری کے لیئے منتخب کیں۔ رسل کو وہیں چھوڑا۔ خود چار بجے گھر روانہ ہوا۔ گھر پہنچ کر دیکھا تو رنگ و روغن کرنے والے نے میری بہت سی کتابوں پر بری طرح پینیٹ بکھیر دیا ہے۔ شام تک طبیعت بدمزہ رہی۔ ذرا دیر کے لیئے گھر والوں کے ساتھ باہر نکلا۔ ڈاکٹر حق مل گئے۔ Britts میں مچھلی کھائی اور چائے پی آٹھ بجے واپس گھر آیا۔ گیارہ بجے تک کام کرتا رہا۔ پھر سو یا۔

ہفتہ ۱۵ ر جون ۱۹۶۳ء

آج صبح چار بجے آنکھ کھل گئی۔ 'افکار' اور 'ماہ نو' کے لئے مضامین تیار کر کے بھیجے۔ خط لکھے اور کچھ اور کام بھی کرتا رہا۔ ساڑھے نو بجے ناشتہ کر کے برٹش میوزیم گیا۔ ایک بجے تک وہاں کام کیا۔ اُس کے بعد گھر واپس آیا۔ کھانا کھا کر کچھ دیر آرام کیا۔ چار بجے اُٹھ کر تھوڑی دیر پڑھتا رہا۔ پھر تیار ہو کر گھر والوں کے ساتھ Hampsted گیا۔ آج نعیم نے بلوایا تھا اُن سے باتیں ہوتی رہیں۔ کھانا بھی اُن کے ساتھ کھایا۔ رات کو گیارہ بجے واپسی ہوئی۔ تھک گیا تھا۔ اس لیئے سو گیا۔

اتوار ۱۶ ر جون ۱۹۶۳ء

صبح ساڑھے چار بجے اُٹھا۔ کام کرتا رہا لیکن نو بجے کے قریب کمرے میں رنگ و روغن کرنے والے آ گئے۔ انہوں نے کام شروع کیا اور مجھے اُلجھن رہی۔ باورچی خانے میں جا کر بیٹھا رہا۔ ساڑھے گیارہ بجے تیار ہو کر گھر والوں کے ساتھ باہر نکلا اور Parliament Hill Fields گیا۔ دو بجے تک وہاں وقت گزارا۔ پھر واپسی ہوئی۔ گھر کی صفائی کا کام جاری رکھا اس لیئے باورچی خانے میں بیٹھا رہا۔ لکھ پڑھ نہ سکا۔ شام کو ہندوستانی پکچر

"کوہ نور" دیکھنے گیا۔ دس بجے کے بعد واپس آیا۔ کھانا کھایا۔ کچھ دیر لکھا پڑھا اور بارہ بجے کے قریب سویا۔

پیر ۱۷ر جون ۱۹۶۳ء

ساڑھے چھ بجے آنکھ کھلی۔ دس بجے تک کام کرتا رہا۔ گیارہ بجے اسکول گیا۔ سینیئر کامن روم میں امتحان کے پرچوں کے بارے میں رسل سے باتیں کیں۔ اور پھر میوزیم چلا گیا۔ کام شروع کیا۔ نواب کریم خاں کی ڈائری اور حیدر بخش حیدری کی کہانیوں کے علاوہ آج مظہر علی خاں ولا کی ہفت گلشن پر بھی کام شروع کر دیا۔ یہ کتاب نایاب ہے اس کا صرف ایک قلمی نسخہ برٹش میوزیم میں ہے۔ دس کہانیاں نقل کیں اور اُن کی تصحیح کی۔ پانچ بجے گھر واپس آیا۔ ایک صاحب صفیہ اشرف جو ڈاکٹر ہیں اور کل ہی لاہور سے آئی ہیں، فہمیدہ سے بیٹھی باتیں کر رہی تھیں، اُن سے تعارف ہوا۔ شام کو انہوں نے اور اُن کے کو ڈاکٹر اشرف کے ساتھ کھانا کھایا۔ اُن کے جانے کے بعد کچھ دیر کام کیا۔ ساڑھے گیارہ بجے سویا۔

منگل ۱۸ر جون ۱۹۶۳ء

صبح ساڑھے پانچ بجے اُٹھا۔ چائے کی ایک پیالی پی کر دس بجے تک کام کیا۔ اُس کے بعد تیار ہو کر سیدھا برٹش میوزیم گیا۔ بارہ بجے تک مظہر علی خاں ولا کی ہفت گلشن پر کام کیا۔ پھر اُٹھ کر اسکول گیا۔ ٹامس، گولڈ ٹنگ اور کلارک کو ایک بجے تک پڑھایا۔ پھر اسکول میں آ کر ڈاک دیکھی۔ سرور صاحب اور انتظار حسین کے خط ملے۔ ادب لطیف کا پرچہ بھی ملا۔ بارش ہونے لگی تھی۔ چند منٹ انتظار کرتا رہا۔ جب بارش ذرا کم ہوئی تو میوزیم کی طرف چلا۔ راستے میں بارش تیز ہو گئی اور بھیگ گیا۔ ڈیڑھ بجے میوزیم میں پھر کام شروع کیا۔ چار بجے تک مصروف رہا۔ عزیز احمدؐ آ گئے۔ اُن کے ساتھ ایک پیالی چائے پی۔ واپس آ کر پھر کام کرتا رہا۔ آج خاصا کام

ہوگیا۔ مظہر علی ولا کی ہفت گلشن کے علاوہ حیدری کی کچھ کہانیاں بھی نقل کیں اور اُن کی تصحیح کی۔ مادھونل اور کام کنڈلا کو بھی دیکھا۔ پانچ بجے کے قریب گھر واپس پہنچا۔ چائے پی کچھ دیر کے لئے گھر والوں کے ساتھ باہر نکلا۔ پھر ڈاکٹر حق اور ڈاکٹر وہرہ کے پاس کچھ دیر بیٹھا۔ اُس کے بعد واپس گھر آکر کھانا کھایا اور لکھتا پڑھتا رہا۔ گیارہ بجے سویا۔

بدھ ۱۹ر جون ۱۹۶۳ء

چار بجے آنکھ کھل گئی۔ کام کرنا شروع کیا۔ نو بجے تک کام کرتا رہا۔ اُس کے بعد تیار ہوا اور ناشتہ کر کے اسکول گیا۔ آج گیارہ بجے لندن یونیورسٹی کے امتحان کی میٹنگ تھی۔ ایک ممتحن کی حیثیت سے مجھے بھی اس میٹنگ میں شریک ہونا تھا۔ چنانچہ گیارہ بجے اسکول کے سینئر کامن روم میں پہنچا۔ رسل اور کرنل ہارکورٹ وہاں موجود تھے۔ پروفیسر براف بھی آگئے۔ ہم لوگوں نے کافی پی اور باتیں کرتے رہے۔ سوا گیارہ بجے اُمیدوار کا انٹرویو کیا۔ سوال پوچھے آدھ گھنٹے میں میٹنگ ختم ہوگئی۔ عجیب طالب علم تھا۔ اقبال کی انسان دوستی کے بارے میں اُس سے سوال کیا تو اُس نے جواب دیا کہ انسان دوستی سے اُن کا کوئی تعلق نہیں تھا۔ وہ ایک مذہبی آدمی تھے اور سچے مسلمان تھے۔ بریں عقل ورائے بباید گریست۔ طبیعت بدمزہ ہوئی۔ وہاں سے رخصت ہو کر ریڈنگ روم میں گیا۔ اور انڈیا آفس کی کتابوں کی فہرست دیکھتا رہا۔ وہاں سے ایک بجے اٹھ کر کمرے میں گیا۔ رسل سے کچھ دیر باتیں کیں اور بینک پہنچا۔ پندرہ پونڈ نکلوائے اور پھر برٹش میوزیم آیا۔ راستے میں ایک دوکان سے Irving Howe کی کتاب Politics and the Novel خریدی۔ دو بجے کے قریب میوزیم پہنچا اور وہاں ساڑھے چار بجے تک کام کیا۔ پانچ بجے گھر واپس آیا۔ چائے پی اور باتیں کرتا رہا رات کو کچھ دیر کام کیا۔ گیارہ بجے کے بعد سویا۔

جمعرات ۲۰ جون ۱۹۶۳ء

صبح چھ بجے اُٹھا۔ گیارہ بجے تک گھر پر کام کیا۔ اُس کے بعد تیار ہو کر اسکول گیا۔ ایک بجے ٹامس آ گئے۔ انہیں تین بجے تک میر حسن کی مثنوی سحر البیان پڑھائی۔ تین بجے گردھاری ٹِکّو صاحب نے آنے کا وعدہ کیا تھا لیکن وہ نہیں آئے۔ میں کامن روم میں اُن کا انتظار کرتا رہا۔ چار بجے رسل آ گئے۔ اُن سے باتیں ہوتی رہیں۔ ساڑھے چار بجے پورٹر آیا اور اُس نے کہا کہ کوئی صاحب مجھے فون پر بُلاتے ہیں۔ یہ ٹکو صاحب کا فون تھا۔ کہنے لگے کہ راستہ بھول گئے۔ اب قریب پہنچ گیا ہوں کہئے تو آجاؤں۔ میں نے کہا آجائیے۔ یہ صاحب ہندوستانی کشمیری ہیں امریکہ Los Angles سے یہاں آئے ہیں۔ وہاں فارسی اور اُردو پڑھاتے ہیں۔ کچھ دیر اُن سے باتیں رہیں۔ پھر میں واپس گھر آیا۔ چائے پی اور باتیں کرتا رہا۔ پھر کام شروع کیا۔ گیارہ بجے سویا۔

جُمعہ ۲۱ جون ۱۹۶۳ء

پانچ بجے آنکھ کھُلی۔ چائے پی اور دس بجے تک کام کیا۔ پھر تیار ہو کر اسکول گیا۔ گیارہ بجے ٹامس آئے۔ اُنہیں ایک بجے تک پڑھایا۔ رسل آئے اُن سے باتیں ہوئیں۔ دو بجے کے قریب میوزیم پہنچا اور ساڑھے چار بجے تک وہاں کام کیا۔ پھر گھر واپس آیا۔ یٰسین کی بہن مریم آ گئیں۔ اُن سے باتیں کرتا رہا۔ تھوڑی دیر کے لئے باہر نکلا بارش کے آثار تھے۔ اس لئے جلد ہی واپس آ گیا۔ کھانا کھا کر کام شروع کیا۔ بارہ بجے سویا۔

ہفتہ ۲۲ جون ۱۹۶۳ء

صبح ساڑھے چار بجے آنکھ کھُلی۔ چائے پی کر کام کرتا رہا۔ دس بجے تیار ہو کر سیدھا میوزیم گیا۔ آج مظہر علی خاں ولا کی کتاب "ہفت گلشن" کا کام ختم کر دیا۔ حیدری کی کہانیوں کا کام جاری رکھا۔ کریم خاں کی ڈائری پر بھی کچھ کام کیا۔ ایک بجے وہاں سے گھر واپس آیا۔ کھانا کھایا اور سو گیا۔ پانچ بجے شام کو اُٹھا۔ بائیں ہاتھ کی کلائی

میں درد سا محسوس ہوا۔ چائے پی کر کچھ دیر کے لئے باہر نکلا۔ آٹھ بجے کے قریب واپس آیا۔ اور کام کرتا رہا۔ درد بدستور رہا۔ بارہ بجے کے بعد سویا۔

اتوار ۲۳ جون ۱۹۶۳ء

ساڑھے پانچ بجے آنکھ کھلی۔ کام کرتا رہا۔ دس بجے اخبار خریدنے کے لئے باہر نکلا۔ واپس آکر اخبار پڑھتا رہا۔ کھانا کھا کر دو بجے کے قریب گھر والوں کے ساتھ پارلیمنٹ ہل فیلڈ گیا۔ وہاں پہاڑی پر دھوپ میں لیٹا رہا۔ خوبصورت منظر تھا۔ پانچ بجے واپس آیا۔ چائے کی ایک پیالی پی کر کام کرتا رہا۔ بارہ بجے سویا۔

پیر ۲۴ جون ۱۹۶۳ء

صبح ساڑھے پانچ بجے اُٹھا۔ گیارہ بجے تیار ہو کر پہلے اسکول گیا۔ رسل سے مُلاقات ہوئی۔ اُن سے چند منٹ باتیں کیں۔ ڈاک دیکھی اور پھر سیدھا میوزیم چلا گیا۔ کریم خاں کی ڈائری، حیدری کی کہانیوں اور مظہر علی خاں ولاؔ کی مادھونل اور کام کندلا پر کام کرتا رہا۔ خلیل علی خاں اشک کے امیر حمزہ اور جہانگیر نامہ کے نسخے بھی نکلوائے۔ اشک کی امیر حمزہ مکمل نہیں ہے۔ انہوں نے صرف ایک حصّے کو لکھا ہے۔ جہانگیر نامہ کا نسخہ مظہر علی خاں ولاؔ کا ترجمہ نہیں ہے۔ کسی دکنی نے اس کے ایک حصّے کا ترجمہ کیا ہے۔ اس لئے دونوں کو واپس کر دیا۔ ساڑھے چار بجے میوزیم سے گھر واپس آیا۔ چائے پی اور باتیں کرتا رہا۔ پھر کام شروع کیا۔ کہیں باہر نہیں نکلا۔ ہلکی ہلکی بارش ہوتی رہی۔ رات کو گیارہ بجے سویا۔

منگل ۲۵ جون ۱۹۶۳ء

ساڑھے پانچ بجے آنکھ کھُلی۔ چائے کی ایک پیالی پی کر کام شروع کیا۔ دس بجے کے قریب تیار ہو کر میوزیم گیا۔ وہاں بارہ بجے تک کام کیا۔ بارہ بجے اسکول گیا۔ ٹامس کو پڑھایا۔ پھر سینیئر کامن روم میں جا کر چائے پی۔ اور رسلؔ سے

باتیں کرتا رہا۔ دو بجے پھر میوزیم واپس گیا اور ساڑھے چار بجے تک کام کیا۔ پھر گھر واپس آیا۔ مہمانوں کی یورش رہی۔ کئی لوگ ملنے کے لئے آئے۔ سکون نہیں ملا۔ کھانا کھا کر لکھتا پڑھتا رہا۔ گیارہ بجے سو گیا۔

بدھ ۲۶ رجون ۱۹۶۳ء

صبح ساڑھے چار بجے اُٹھا۔ چائے پی کر کام کرتا رہا۔ دس بجے اسکول گیا۔ ٹامس گیارہ بجے آئے۔ اُنہیں ایک بجے تک پڑھایا۔ سینئر کامن روم میں جا کر کافی پی۔ پھر اسکول کے ریڈنگ روم میں انڈیا آفس کی فہرستیں دیکھتا رہا۔ ۲ بجے رسل نے کامن روم میں آنے کا وعدہ کیا تھا۔ وہ آئے لیکن کچھ کام نہ ہو سکا۔ باتیں ہوتی رہیں۔ وہاں سے اُٹھ کر سیدھا گھر آیا۔ چائے پی اور باتیں کرتا رہا۔ شام کو باہر نکلا۔ Kentish Town تک گیا۔ واپس آکر کام کرتا رہا۔ دس بجے نیند آنے لگی۔ بستر میں لیٹ گیا۔ بارہ بجے پھر آنکھ کھُلی لیکن پھر سو گیا۔

جمعرات ۲۷ رجون ۱۹۶۳ء

پانچ بجے آنکھ کھُلی۔ دس بجے ناشتہ کر کے میوزیم گیا۔ ایک بجے تک کام کیا۔ پھر اسکول جا کر ٹامس کو پڑھایا۔ پھر واپس میوزیم آیا۔ چار بجے تک کام کیا۔ پھر واپس گھر آیا۔ شام کو نعیم اور میرین آئے۔ انہوں نے کھانا کھایا۔ باتیں ہوتی رہیں۔ دس بجے وہ لوگ رخصت ہوئے۔ لکھنے پڑھنے کی کوشش کی۔ لیکن تھک گیا تھا۔ اس لئے کام نہ کر سکا۔ گیارہ بجے سو گیا۔

جُمعہ ۲۸ رجون ۱۹۶۳ء

چھ بجے اُٹھا۔ ساڑھے دس بجے تیار ہو کر اسکول گیا۔ ٹامس سوا گیارہ بجے آئے۔ اُنہیں ساڑھے بارہ بجے تک پڑھایا۔ پھر کامن روم میں جا کر کافی پی۔ ایک بجے کے بعد میوزیم پہنچا۔ اور کام شروع کیا۔ آج مظہر علی خاں وِلاؔ کی کہانی مادھونل اور کام کندلا کا کام ختم کر دیا۔ شکر ہے کہ کتاب مکمل ہو گئی۔ اب اس پر مقدمہ لکھ کر چھپنے کے لئے لاہور بھیجوں گا۔ چار بجے میوزیم سے باہر نکلا۔

تیز بارش ہو رہی تھی۔ اسی بارش میں پیدل ڈرومنڈ اسٹریٹ گیا۔ گوشت لیا اور گھر آ گیا۔ چائے پی۔ کچھ دیر باتیں کرتا رہا۔ چھ بجے کے بعد وکٹوریا روانہ ہوا۔ آج اقتدا حسن اور نظیر جہاں اٹلی سے آنے والے تھے۔ آٹھ بجے وہ لوگ پہنچے۔ انہیں لے کر گھر آیا۔ کھانا کھایا۔ گیارہ بجے انہیں اُس جگہ پہنچایا۔ جہاں اُن کے قیام کا انتظام کیا تھا۔ بارہ بجے واپس آیا۔ ساڑھے بارہ بجے سویا۔

ہفتہ ۲۹ر جون ۱۹۶۳ء

صبح پانچ بجے آنکھ کھلی۔ اُٹھ کر کام شروع کیا۔ دیر تک لکھتا پڑھتا رہا۔ بارہ بجے اقتدا اور نظیر جہاں آ گئے۔ انہوں نے کھانا کھایا اور باتیں کرتے رہے۔ دو بجے کے بعد تیار ہو کر بی بی سی گیا۔ آج اُردو کے مستقبل کے بارے میں ایک مباحثہ ریکارڈ کرانا تھا وہاں بہت دیر لگی۔ ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی کے ساتھ مباحثہ ہوا۔ چھ بجے واپس آیا۔ مہمان موجود تھے۔ اس لئے کچھ نہ کر سکا۔ اُن کے جانے کے بعد تھوڑی دیر کام کیا۔ گیارہ بجے کے بعد سویا۔

اتوار ۳۰ر جون ۱۹۶۳ء

ساڑھے چار بجے آنکھ کھلی۔ کام کرتا رہا۔ بارہ بجے گھر والوں کے ساتھ ہندوستانی فلم "جس دیش میں گنگا بہتی ہے" دیکھنے کے لئے بیکر اسٹریٹ گیا۔ پانچ بجے واپس آیا۔ کچھ دیر آرام کیا اور پھر دیر تک لکھتا پڑھتا رہا۔ گیارہ بجے سویا۔

ڈاکٹر عبادت بریلوی
کی
کتابیں

اقبالیات

۱۔ جشن نامۂ اقبال (اردو)	شائع کردہ یونیورسٹی اورینٹل کالج لاہور
۲۔ جشن نامۂ اقبال (انگریزی)	〃 〃 〃 〃
۳۔ اورینٹل کالج میگزین اقبال نمبر (اردو)	〃 〃 〃 〃
۴۔ اورینٹل کالج میگزین اقبال نمبر (انگریزی)	〃 〃 〃 〃
۵۔ اقبال کی اردو نثر	اقبال اکیڈمی، لاہور
۶۔ اقبال —— احوال و افکار	مکتبۂ عالیہ، لاہور
۷۔ جہانِ اقبال (ادبی سوانح) (زیر طبع)	ادارۂ ادب و تنقید، لاہور
۸۔ اقبال کی غزل 〃	〃 〃 〃 〃
۹۔ منظوماتِ اقبال 〃	〃 〃 〃 〃
۱۰۔ اقبال کا فن 〃	〃 〃 〃 〃

ادبی دریافت (نادر قلمی نسخوں کی دریافت اور ترتیب و تدوین)

۱۱۔ شکنتلا، مولفۂ مرزا کاظم علی جوان (مع مقدمہ)	اردو دنیا، کراچی
۱۲۔ ہفت گلشن، مولفۂ مظہر علی خاں ولا 〃	〃 〃 〃

۱۳- مادھونل اور کام کندلا، مظہر علی خاں ولا (مع مقدمہ) — اردو دنیا، کراچی

۱۴- دیوان ولا — ادارۂ ادب و تنقید، لاہور

۱۵- گلزار چین مولفہ خلیل علی خاں اشک — ″

۱۶- رسالۂ کائنات — ″

۱۷- شکوۂ فرنگ، مولفہ آغا جو شرف — ″

۱۸- چار گلشن، مولفہ بینی نرائن جہاں — ″

۱۹- دیوان مبتلا، مولفہ عبیداللہ خاں مبتلا — ″

۲۰- دیوان حیدری، مولفہ سید حیدر بخش حیدری — ″

۲۱- مختصر کہانیاں — ″

۲۲- تذکرہ گلشن ہند — ″

۲۳- گلزار دانش (دفتر اول) — ″

۲۴- گلزار دانش (دفتر دوم) — ″

۲۵- مرقع مخلص، مولفہ آنند رام مخلص (مع مقدمہ وحواشی) — ″

۲۶- ڈاکٹر جان گلکرسٹ کی انگریزی نظمیں، مولفہ ڈاکٹر جان گلکرسٹ — ″

۲۷- نقلیات ہندی جلد اول و دوم — ″

۲۸- افسانۂ عشق، مولفہ الٰہی بخش شوق اکبرآبادی مع مقدمہ — ″

۲۹- سیاحت نامہ، مولفہ نواب کریم خاں مع مقدمہ — ″

۳۰- نالۂ درد، مولفہ حضرت خواجہ میر درد (اردو ترجمہ مع مقدمہ) — ″

۳۱- نکات الشعراء، مولفہ میر تقی میر (مع مقدمہ وحواشی) — ″

۳۲- دیوان فارسی، مولفہ حضرت خواجہ میر درد — ″

۳۳- جشن نامہ اورینٹل کالج (جلد اول) — ″

۳۴- جشن نامہ اورینٹل کالج (جلد دوم) — ″

۳۵- خطوط عبدالحق بنام عبداللہ چغتائی (مع مقدمہ وحواشی) — ″

تحقیق و تنقید

۳۶۔ اُردو تنقید کا ارتقا :	انجمن ترقی اُردو پاکستان، کراچی
۳۷۔ روایت کی اہمیت	〃
۳۸۔ غزل اور مطالعۂ غزل	〃
۳۹۔ خطباتِ عبدالحق : مع مقدمہ	〃
۴۰۔ مقدماتِ عبدالحق : مع مقدمہ	اُردو مرکز لاہور
۴۱۔ انتخابِ خطوطِ غالب 〃	〃
۴۲۔ تنقیدی زاویے (پہلا ایڈیشن)	مکتبۂ اُردو لاہور
(دوسرا ایڈیشن)	اُردو مرکز لاہور
۴۳۔ تنقیدی تجربے	اُردو دنیا کراچی
۴۴۔ مومن اور مطالعۂ مومن	〃
۴۵۔ جدید شاعری	〃
۴۶۔ کلیاتِ میر (مع مقدمہ)	〃
۴۷۔ کلیاتِ مومن 〃	〃
۴۸۔ شاعری اور شاعری کی تنقید	〃
۴۹۔ سحرالبیان —— ایک تنقیدی مطالعہ	اورینٹل کالج، لاہور
۵۰۔ غالب اور مطالعۂ غالب	رائٹرز اکیڈمی، لاہور
۵۱۔ غالب کا فن	گلوب پبلشرز، لاہور
۵۲۔ اقبالؒ کی اُردو نثر	اقبال اکیڈمی، لاہور
۵۳۔ اقبالؒ —— احوال و افکار	مکتبۂ عالیہ، لاہور
۵۴۔ میر تقی میرؔ (حیات اور شاعری)	ادارۂ ادب و تنقید، لاہور
۵۵۔ ولی اورنگ آبادی 〃	〃

۵۶ - پاکستان کے تہذیبی مسائل	ادارۂ ادب وتنقید، لاہور
۵۷ - حضرت خواجہ میر دردؔ	//
۵۸ - ادب اور ادبی قدریں	//
۵۹ - تنقید اور اصول تنقید	//
۶۰ - افسانہ اور افسانے کی تنقید	//
۶۱ - شاعری کیا ہے؟	//
۶۲ - جہانِ میرؔ	//
۶۳ - میرؔ کی غزل	//
۶۴ - منظوماتِ میرؔ	//
۶۵ - نظیرؔ اکبر آبادی	//
۶۶ - جدید اردو ادب	//
۶۷ - فورٹ ولیم کالج کی ادبی خدمات	//
۶۸ - میر امنؔ دہلوی	//
۶۹ - سید حیدر بخش حیدری	//
۷۰ - ڈاکٹر جان گلکرسٹ	//

رپوتاژ، ڈائری وغیرہ

۷۱ - ارضِ پاک سے دیارِ فرنگ تک	گلوب پبلشرز، لاہور
۷۲ - جشنِ صد سالہ اورینٹل کالج لاہور	اورینٹل کالج، لاہور
۷۳ - جشنِ اقبالؒ نئی دہلی	//
۷۴ - آزادی کے سائے میں	ادارۂ ادب وتنقید، لاہور
۷۵ - اورینٹل کالج میں تیس سال زیرِ طبع	//
۷۶ - لندن میں پانچ سال //	//

۷۷۔ لندن کی ڈائری	زیرِ طبع	ادارۂ ادب و تنقید، لاہور

خاکے

۷۸۔ رہ نوردانِ شوق		ادارۂ ادب و تنقید، لاہور
۷۹۔ آوارگانِ عشق		//
۸۰۔ جلوہ ہائے صد رنگ		//
۸۱۔ یارانِ دیرینہ		//
۸۲۔ شجر ہائے سایہ دار		//

ادبی سوانح

۸۳۔ یادِ عہدِ رفتہ (خود نوشت)		//
۸۴۔ جہانِ میر	زیرِ طبع	//
۸۵۔ جہانِ اقبالؒ	//	//
۸۶۔ جہانِ غالب	//	//
۸۷۔ سرسید احمد خاں	//	//
۸۸۔ مولانا حسرت موہانی	//	//
۸۹۔ جگر مرادآبادی	//	//
۹۰۔ بابائے اُردو ڈاکٹر مولوی عبدالحق	//	//
۹۱۔ جوش ملیح آبادی	//	//
۹۲۔ مطبوعہ و غیر مطبوعہ خطوطِ اقبالؒ (علامہ اقبالؒ کے خطوط کی ترتیب و تدوین مع مقدمہ و حواشی)		//

۹۳۔ خطوط بابائے اُردو مولوی عبدالحق بنام عبادت بریلوی	ادارۂ ادب وتنقید لاہور
۹۴۔ غیر مطبوعہ خطوط نیاز فتح پوری بنام عبادت بریلوی	//
۹۵۔ غیر مطبوعہ خطوط طاہر فاروقی بنام عبادت بریلوی	//
۹۶۔ غیر مطبوعہ خطوط پروفیسر سید احتشام حسین بنام عبادت بریلوی	//
۹۷۔ غیر مطبوعہ خطوط پروفیسر سید مسعود حسن ادیب بنام عبادت بریلوی	//
۹۸۔ غیر مطبوعہ خطوط محمد حسن عسکری بنام عبادت بریلوی	//
۹۹۔ غیر مطبوعہ خطوط رالف رسل بنام عبادت بریلوی	//
۱۰۰۔ مقالات عبدالحق (چار جلدیں)	//

ڈاکٹر عبادت بریلوی

لندن کی ڈائری

ادارۂ ادب و تنقید ○ لاہور